برِّصغیر اور پوری دنیا میں غلبۂ دین کا داعی

نوائے غزوۂ ہند

ربیع الاوّل ۱۴۴۳ھ | اکتوبر ۲۰۲۱ء

بانی مُدیر: حافِظ طیّب نواز شہید رحمہ اللہ

فلتثكلنا أمهاتنا إن لم ننصر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

ہم پر روئیں ہماری مائیں،
اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و نصرت نہ کریں۔

شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللّٰہ

محمد رسول الله

ہم سبھی تجھ پر فدا ہوں---!



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اوّلین خطبہ

رسول آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اگلے دن جب مسجدِ نبوی میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر عام بیعت ہوگئی تو بیعت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

’’اَمابعد، اے لوگو! مجھے مومنین کی امارت کے منصب پر فائز کیا گیا ہے، جبکہ میں تم میں سے بہتر اور برتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیک کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر برا کام کروں تو تم مجھے راہِ راست پر لانا۔ سچائی ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ کمزور مسلمان میرے نزدیک توانا اور طاقتور ہے، یہاں تک کہ میں اس کی شکایت کا ازالہ کردوں، اور تمہارا زبردست میرے نزدیک کمزور اور زیرِ دست ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کرلوں۔ جو کوئی قوم بھی جہاد کو ترک کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ذلت ورسوائی میں مبتلا کردیتے ہیں۔ جس قوم میں بے حیائی عام ہوجاتی ہے تو اللہ اس قوم کو مصیبتوں میں گرفتار کردیتے ہیں۔ میں جب تک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کروں، تم بھی میرے اطاعت گزار رہنا۔ اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت اور فرمانبرداری بھی تم پر فرض نہیں۔ اب نماز کی صف بندی کے لیے اٹھو، اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر رحم فرمائے‘‘۔

یہ فرما کر آپ رضی اللہ عنہ منبر سے اتر گئے۔

[البدایہ والنہایہ از امام ابن کثیر]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سابقہ نوائے افغان جہاد

نوائے غزوۂ ہند

جلد نمبر: ۱۴، شمارہ نمبر: ۳

ربیع الاوّل ۱۴۴۳ھ — اکتوبر ۲۰۲۱ء

بحمد اللہ... مسلسل اشاعت کا چودھواں سال!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (متفق علیہ)



اس شمارے میں

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (Email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.co

www.nawai.io/Twitter

www.nawai.io/Channel

www.nawai.io/Bot

www.nawai.io/ChirpWire

قیمت: اس مجلّے کی قیمت آپ کی دعا...... اور اس دعوت کو فی اللہ آگے پھیلانا ہے!



اعلانات از ادارہ:

- مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' میں شائع ہونے والے 'مستعار' مضامین (بشمول سوشل میڈیا پوسٹس ر سٹیٹس ر ٹویٹس) مجلّے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں اور ان مضامین وغیرہ میں موجود تمام خیالات اور ان کے مصنفین کے تمام افکار و آرا سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

'غزوۂ ہند' تمام اہلِ ایمان کا قضیہ ہے اور اس 'غزوے' کی حمایت و نصرت تمام اہلِ ایمان بالخصوص برِّ صغیر میں بستے اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔ 'غزوۂ ہند' کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام 'نوائے غزوۂ ہند' ہے۔

نوائے غزوۂ ہند:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- برِّ صغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے...... اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

editor@nghmag.com



وہ ہر زمانے کا راہبر ہے، مرا پیمبر عظیم تر ہے[صلی اللہ علیہ وسلم]...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج سے ٹھیک ۱۴۹۶ قمری سال قبل...ماہِ ربیع الاول میں... دنیا میں ایسی ہستی کی پیدائش ہوئی جس نے آئندہ کی دنیا کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ ۴۰ سال کی عمر میں آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، اور اس کے بعد آپ نے اپنی وفات تک ۲۳ سال جدوجہد کی۔ آپ نے انسانوں کو اپنے رب اور الہٰ سے جوڑا، آپ نے انسانوں تک اپنے رب کا پیغام پہنچایا، آپ نے انسانوں کو رب کے پیغام پر عمل کرنا بھی سکھایا، اپنے رب کے پیغام کے مطابق دنیا کے نظام کو بدل دیا، ایک انقلاب لے آئے۔ جی ہاں! یہ اللہ تعالی کے آخری پیغامبر محمدِ مصطفیٰ ﷺ تھے اور یہ اللہ کے دین کا اتمام تھا، دینِ اسلام تھا، یہ اللہ کے آخری الہامی پیغام، یعنی قرآنِ مجید کا نزول تھا۔

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۝﴾[إبراهيم:۱]

”اے پیغمبر! یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے، تا کہ آپ اپنے رب کے حکم سے انسانوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں، یعنی اس ذات کے راستے کی طرف جو ہر شے پر غالب اور ہر تعریف کا مستحق ہے“۔

پس نبی آخر الزماں کی بعثت کے ساتھ ہی... بتقاضائے سنتِ ربانی... شقی القلب، بد فطرت، تاریک ذہنیت کے انسانوں نے آپ ﷺ کی بات ماننے کے بجائے مخالفت اور مخاصمت کی راہ اپنائی۔ انھوں نے روشنی کے بجائے تاریکی میں رہنے پر اصرار کیا، حق کے بجائے باطل پر ڈٹ گئے، اور یوں حق و باطل کا معرکہ اسی نبی کے دستِ مبارک سے شروع ہوا۔ اب انسانوں کے درمیان 'نکتہ نزاع' یہی ایک ذات تھی۔ اللہ کو تو بہت سے انسان پہلے بھی مانتے تھے، لیکن اس نبی کا واسطہ ماننے سے انکار کر دیا۔ تب سے یہ معرکہ شروع ہوا، محورِ معرکہ ایک ہی ذات تھی؛ محمدِ مصطفیٰ ﷺ، اور آج تک یہ معرکہ جاری ہے اور محورِ معرکہ ایک ہی ذات ہے؛ محمدِ مصطفیٰ ﷺ۔

یہ معرکہ جو ۱۴۵۶ سال قبل شروع ہوا، اس دنیا کی انتہا تک جاری رہے گا۔ اس معرکے میں حق پر وہ ہے جو اپنے اللہ سے جڑے، مگر محمدِ مصطفیٰ ﷺ کے واسطے سے۔ حق پر وہ ہے جو محمدِ مصطفیٰ ﷺ کی حرمت و ناموس کو اپنے ہر جذبہ پر مقدم کر دے۔ حق پر وہ ہے جو محمدِ مصطفیٰ ﷺ کے لائے ہوئے 'قرآن' کو مانے۔ حق پر وہ ہے جو وہی دین مانے جو محمدِ مصطفیٰ ﷺ نے بتایا۔ حق پر وہ ہے جو دنیا میں وہی نظام نافذ کرے جو محمدِ مصطفیٰ ﷺ نے دنیا میں رائج کیا تھا۔

شعور لایا، کتاب لایا، وہ حشر تک کا نصاب لایا
دیا بھی کامل نظام اس نے، اور آپ ہی انقلاب لایا
وہ علم کی اور عمل کی حد بھی، ازل بھی اس کا ہے اور ابد بھی
وہ ہر زمانے کا راہبر ہے، مرا پیمبر عظیم تر ہے

آج... میں اور آپ جس زمانے میں جی رہے ہیں... یہ معرکہ پوری شدت کے ساتھ بپا ہے۔ اس معرکے میں باطل نے کئی روپ بدلے، لیکن اب کھل کر اصل نکتہ نزاع کو ظاہر کر دیا ہے۔ پہلے یہ الزام لگا کہ مسلمانوں میں سے بعض بنیاد پرستوں، قدامت پرستوں کا مسئلہ ہے جو اسلام کے بارے میں

اپنے مزعومہ نظریات کا پرچار چاہتے ہیں، یعنی جدت وقدامت کا معرکہ ہے، سیکولرزم اور فنڈامنٹل ازم کا معرکہ ہے۔ پھر یہ الزام لگا کہ مسلمانوں میں سے بعض دہشت گرد اپنے مزعومہ نظریات کو بزورِ قوت دوسروں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں، یعنی دہشت گردی اور امن پسندی کی جنگ ہے۔ پھر یہ الزام لگا کہ سبھی مسلمانوں میں مسئلہ ہے، اسلام ہی میں تشدد ہے، یعنی اسلام اور غیر اسلام کا مقابلہ ہے۔ لیکن اب باطل کھل کر یہ بات کہہ رہا ہے کہ محمدِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مسئلہ ہے [نعوذ باللہ]، اس ہستی نے ہی ایسا پیغام دیا ہے جو غلط تھا اور جس نے انسانیت کو گمراہ کیا [نعوذ باللہ]۔ یہ ہمارا دعوی نہیں ہے، بلکہ آج یورپ وبھارت میں باطل کے اقوال وافعال میں بہ صراحت اس کا ذکر ہے۔

پس آج یہ معرکہ اپنے اصل نکتہ نزاع کی طرف لوٹ گیا ہے، اصل محور کی طرف پلٹ گیا ہے، اور وہ ہے 'محمدِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم'۔ پس آج یہ جنگ امریکہ اور القاعدہ وطالبان کی نہیں، بلکہ محمدِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ماننے والوں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انکار کرنے والوں کی جنگ ہے۔ اس میں ہر مسلمان کو اترنا ہو گا۔ محمدِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حرمت وناموس کے دفاع میں نکلنا ہو گا، محمدِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے باہر آنا ہو گا، محمدِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لائے ہوئے دین کو دنیا میں غالب کرنے کے لیے میدان میں نکلنا ہو گا۔

یہ ہر مسلمان کا فریضہ ہے، یہ ہر مسلمان کے خلاف معرکہ ہے۔ یہ ۱۴۴۳ھ کے ماہِ ربیع الاول کا پیغام ہے۔

اے اللہ! ہر مسلمان کو اپنے نبی، محمدِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سچی محبت اور سچا عشق عطا فرما دے، اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دفاع میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کی توفیق عطا فرما دے، اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لائے ہوئے دین کو غالب کرنے کا جذبہ دے دے، آمین یارب العالمین۔

♦♦♦♦♦

دنیا میں تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ جس طرح بیس سال قبل ۱۱ ستمبر کے مبارک حملے دنیا کی سیاست میں تبدیلی کا اہم موڑ ثابت ہوئے تھے، اسی طرح آج افغانستان میں امریکہ کی شکست اور امارتِ اسلامیہ کی فتح اہم موڑ بنا ہوا ہے۔ ہمارے خطہ برصغیر میں پڑوس کے اثرات نمایاں ہیں۔ پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش... خطے کے تینوں بڑے ممالک میں اسلام پسندی کا رجحان خوب زوروں پر ہے، الحمدللہ۔ اسی کا ردِ عمل ہے کہ دین دشمن عناصر بھی بھڑک کر اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں، اور... حسبِ توقع... حکومتیں ان کی سرپرستی کر رہی ہیں، اگر سرپرستی نہ بھی کر رہی ہوں تو ان کی مخالفت کرنے والے دین پسند عناصر کی سرکوبی ضرور کر رہی ہیں۔ پاکستان میں امریکہ کے ساتھ تازہ معاہدات کی خبریں ہیں، تحریکِ لبیک کے خلاف کریک ڈاؤن ہے، بنگلہ دیش میں قرآنِ مجید کی بے حرمتی اور احتجاج کرنے والے مسلمانوں کے خلاف حکومتی تشدد ہے، بھارت میں مسلمانوں کے خلاف متشدد ہندوؤں کے مظالم کی تازہ لہر ہے۔ اس سارے منظر نامے سے جہاں ہمیں اطمینان اور تسلی ہوتی ہے کہ الحمدللہ، پہلے کی نسبت آج اس خطے میں دینی بیداری اور غلبہ دین کی نسبت کارکردگی بہت بہتر ہے، وہاں یہ منظر نامہ یہاں بسنے والے مسلمانوں کو عمل کی پکار بھی دے رہا ہے، کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم سنجیدگی سے اس خطے میں دین کی محنت کریں، ہماری زندگیوں کی بنیادی مصروفیت غلبہ دین کی محنت ہو۔ اس مرحلے پر کوئی بھی مسلمان غیر متعلق نہیں ہو سکتا۔ جو مسلمان اب بھی غیر متعلق ہے تو اسے اپنے ایمان اور اپنی آخرت کے بارے میں ضرور فکر مند ہونا چاہیے۔ پیارے حبیب، محمدِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

> ''جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کا ہم وغم دنیا ہے، اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں فکر مند نہیں، تو وہ مسلمانوں میں سے نہیں''۔ [رواہ الحاكم والطبراني بسند ضعيف]

بھارت میں تو آئے روز ہندوتوا کے علمبر دار ہندو کمزور مسلمانوں پر مظالم ڈھاتے ہیں، اور اس دفعہ تو معاملہ محلّوں اور مساجد پر منظم حملوں تک چلا گیا ہے۔ ایسے میں ہم بھارت میں رہنے والے علمائے کرام سے کہنا چاہتے ہیں کہ اس سب کے بعد اس بات کا تو فیصلہ کیجیے کہ کیا اب بھی بھارت 'دار الامن' ہے؟ کیا آئے روز کے ان واقعات اور حکومتی نمائندوں کی دھمکیوں کے بعد اب بھارت کھلا 'دار الحرب' نہیں بن گیا؟ آج وہ کون سا امن ہے جو وہاں مسلمانوں کو حاصل ہے؟ وہاں تو اب مسلمانوں سے شہریت تک چھینی جا رہی ہے۔ چند ایک مسلمانوں کو سرکار کی رضاجوئی چاہنے کے صلہ میں امن مل جانا، کیا بھارت کے دار الامن ہونے کی دلیل کے لیے کافی ہے؟ لہٰذا علمائے کرام سے دست بستہ گزارش ہے کہ بھارت کا شرعی حکم واضح کیجیے، مسلمانوں کو اپنے دفاع کے لیے کھڑا کیجیے، انھیں اپنے اسلاف کے اُسوہ پر چلایئے جنھوں نے غلبہ اسلام کے لیے کوششیں کیں اور جن کے دم سے ہندوستان میں ہزاروں سال اسلام زندہ رہا۔ یہ بات سکھانا اور بتانا نہ ہندوستان سے محبت کے منافی ہے اور نہ ہی اس سے غداری ہے۔ ملکِ ہندوستان سے غداری تو یہ ہے کہ اسے بھارت جیسی ہندو انتہا پسند ریاست کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جائے اور پھر ایسی ریاست کا دفاع کیا جائے، کیونکہ یہ اسلام کا خطہ ہے، اور اسے اسلام کے سائے میں ہی امن و آشتی نصیب ہو سکتی ہے۔ اگر ہم نے آج بھارت میں بسنے والے مسلمانوں کو یہ بات نہ سکھائی، انھیں ہندوتوا تنظیموں اور ریاستی جبر کے خلاف اپنا دفاع کرنا نہ سکھایا تو وہ دن دور نہ ہو گا جب یہاں بسنے والا ہر مسلمان اور یہاں کی ہر مسجد حملے کی زد میں ہو گی۔ اے اللہ! ایسا دن کبھی نہ آئے اور اس سے پہلے مسلمانوں کو اپنے دین، اپنے نبی ﷺ اور اپنی اسلامی شناخت کے دفاع میں کھڑا ہونے کی توفیق عطا فرما دے، آمین۔

اللهم وفقنا لما تحب و ترضى وخذ من دمائنا حتى ترضى. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وأرضنا وارض عنا. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!



حضور ﷺ کے حقوق

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾

[آل عمران: ۱۶۴]

اللہ جل جلالہ نے اس آیتِ شریفہ میں اپنے ایک بڑے احسان کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ اللہ نے بہت بڑا احسان کیا مومنین پر، کہ ان میں رسول بھیجا جو انھی میں سے ہے۔ یہ بہت بڑا احسان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات

اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات ہیں۔ ہمیں پیدا کیا کتنا بڑا احسان کیا۔ نہ پیدا کرتے تو ہمارا کیا زور تھا۔ پیدا کیا تو انسان بنایا۔ اگر انسان نہ بناتے جانور بنا دیتے تو ہمارا زور تھا کچھ؟ گدھے بھی تو اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں، کتے بھی اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں، سانپ بچھو بھی اسی نے پیدا کیے ہیں۔ اگر خدا ہمیں انسان نہ بناتا، سانپ بچھو بناتا تو ہمارا کوئی زور تھا اس پر؟ تو کیا ہوا ہوتا؟ جو دیکھتا وہی مارنے کو دوڑتا۔ گدھا بناتا، بیل ہاتھی بناتا تو کیا ہوتا۔ یہ سب بھی تو اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ اس نے ہمیں انسان بنایا، کتنا بڑا احسان کیا۔ پھر انسانوں میں بھی کتنے انسان ایسے ہیں جو بے شمار عوارض میں مبتلا ہیں، پریشانیوں میں مبتلا ہیں، کسی کی آنکھ نہیں، کسی کا کان نہیں، کسی کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی، کسی کے معدے میں درد، کسی کی کمر میں درد، قسم قسم کی بیماریوں میں مبتلا۔ اللہ تعالیٰ نے ان ساری بیماریوں سے محفوظ فرمایا۔ کتنا بڑا احسان کیا۔ اور کتنے ہی انسان ایسے ہیں جو اپنے ہاتھ سے بت بناتے ہیں، اس کی پوجا پاٹ کرتے ہیں، اس کو خدا، معبود اور حاجت روا سمجھتے ہیں۔ مالک الملک سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ جانتے ہی نہیں اپنے پیدا کرنے والے کو، اپنے خالق کو، اپنے رازق کو پہچانتے نہیں۔ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ نام تو ان کا مسلمان ہے لیکن کبھی مسجد میں نہیں آتے، کبھی قرآنِ کریم نہیں پڑھتے۔ کبھی سر نہیں جھکاتے خدا کے سامنے، کبھی کلمہ نہیں پڑھتے، جانتے نہیں۔ تو اللہ نے کتنا بڑا احسان فرمایا کہ اپنے گھر میں آنے کی اجازت دی، مسجد میں آنے کی۔ اگر مہر لگا دیں دلوں پر تو کوئی آ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں آ سکتا۔

جیسی بڑی نعمت ہوتی ہے، ویسا بڑا اس کا شکر ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ہماری ہدایت کے لیے بھیجا۔ بہت بڑا انعام ہے۔ قرآنِ پاک حضور ﷺ کی بدولت ملا، روزہ حضور ﷺ کی بدولت ملا، زکوٰۃ کا حکم حضور ﷺ کی بدولت ملا، حج حضور ﷺ کی بدولت ملا۔ کتنے بڑے احسانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

جو لوگ عربی سے واقفیت رکھتے ہیں جانتے ہیں کہ 'ل' تاکید کے لیے آتا ہے، 'قد' تحقیق کے لیے آتا ہے۔ بالتحقیق بالیقین اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا۔ احسان تو سب کے لیے ہے۔ آپ کی ذاتِ عالیہ سب کے لیے احسان ہے۔ آسمانوں کے لیے بھی، زمینوں کے لیے بھی، فرشتوں کے لیے بھی، جنات کے لیے بھی، حیوانات کے لیے بھی، بشر کے لیے بھی، سب کے لیے رحمت و نعمت ہے۔ لیکن فائدہ اٹھانے کے لیے مومن ہونا شرط ہے۔ جو لوگ آپ پر ایمان لاتے ہیں، وہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ احسان خاص طور پر مومنین کے لیے ہے۔ جیسا بڑا احسان ہوتا ہے، ویسا ہی بڑا اس کا شکر بھی ہوتا ہے۔ ویسا ہی اس کا حق بھی ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کے حقوق

حضور ﷺ کے حقوق بے شمار ہیں۔ انھیں اگر سمویا جائے تو تین قسم میں سمویا جا سکتا ہے۔ پہلا حق ہے محبت کا۔ آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے محبت ہونی چاہیے۔ خود حدیثِ پاک میں آتا ہے:

> لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين۔
>
> ”تم میں سے کوئی شخص مومن کہلانے کا حق ہی نہیں رکھتا، جب تک کہ میری محبت اس کے دل میں اپنے ماں باپ، اپنی اولاد، اور سب انسانوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔“

پہلا حق... محبت

لہٰذا پہلا حق محبت کا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے ہر مسلمان کے قلب میں محبت ہونی چاہیے۔ آدمی کو اپنے گھر سے بھی محبت ہوتی ہے، اپنی دکان سے، اپنی اولاد سے، اپنے مال سے، لیکن حضور ﷺ کی جو محبت ہے وہ سب محبتوں سے بالاتر اور اعلیٰ ہونی چاہیے۔ اس کا اندازہ ہوتا ہے مقابلہ کے وقت، ایک کی محبت کا تقاضا کچھ اور، حضور ﷺ کی محبت کا تقاضا کچھ اور، تو آدمی کس کی محبت اختیار کرتا ہے۔ حضور ﷺ کی محبت کو یا کسی اور کی محبت کو۔ اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم کا حال۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور ﷺ سے کس طرح محبت کی ہے اور کیسے کیسے مقابلے کے وقت کیا کیا نوبت آئی ہے۔

پہلا معرکہ حق و باطل

اسلام کا سب سے پہلا جہاد غزوہ بدر کہلاتا ہے۔ قصہ طویل ہے۔ اس میں سے تھوڑا سا ٹکڑا یہاں نقل کرتا ہوں۔ قرآن پاک میں بھی غزوہ بدر کا تذکرہ آیا ہے۔ احادیث میں تشریح سے آیا ہے۔ جب غزوہ بدر ہوا۔ ادھر سے چلے نبی کریم ﷺ، کثرت سے پیادہ تھے۔ ایک ایک اونٹ پر تین تین آدمی باری باری سوار ہوتے تھے۔ ایک دو گھوڑے تھے۔ ایک دو تلواریں تھیں۔ باقی کسی کے پاس تلوار نہیں، گھوڑا بھی نہیں تھا۔ وہاں پہنچ کر پہلا کام کیا حضور ﷺ نے کہ اللہ کے سامنے نماز پڑھ کر دعا کی۔ اس طرح دعا کی کہ یا اللہ اتنے برسوں کی محنت کے بعد یہ مسلمان تیار ہوئے ہیں۔ ایمان لائے ہیں۔ 313 تھے مسلمان، مدتوں کی محنتوں کے بعد۔ بڑی مشقتوں سے بڑی مصیبتوں سے۔ اگر آج یہ قتل ہوئے تو کل تیرا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ بس حضور ﷺ کی دعا قبول ہو گئی۔ ایک چھپر ڈال دیا تھا کہ حضور ﷺ اس چھپر میں رہیں۔ اگر کسی کو کوئی ضرورت پیش آوے، کوئی بات کہنی ہو اس چھپر تک آجاوے۔ پہچاننے کے لیے چھپر ڈال دیا گیا۔ تلاش نہ کرنا پڑے۔ ادھر ادھر اور پہرے کے لیے حفاظت کے طور پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تجویز تھے کہ حضور ﷺ کے پاس رہیں۔ اگر پچاس قدم کے فاصلے پر بھی کوئی شخص حضور ﷺ کی طرف نظر اٹھا کے دیکھتا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تلوار لیے ہوئے شیر کی طرح اس پر جھپٹتے تھے۔ اس حفاظت کے لیے قدرت کی بات اس جہاد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تو ادھر تھے اور ان کے بیٹے عبدالرحمن بن ابی بکر مشرکین کے ساتھ تھے۔ وہ اس وقت ایمان نہیں لائے تھے۔ اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ 70 مشرکین قتل ہوئے، 70 گرفتار ہو کر قیدی بنا لیے گئے۔ اللہ وہ دن لائے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر بھی ایمان لائے۔ ایک دن کہنے لگے کہ بدر کی لڑائی میں آپ ایک موقع پر نشانے پر آئے تھے، میں چاہتا تو آپ کو قتل کر دیتا، لیکن باپ ہونے کا خیال کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا جواب دیا، جانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ تم نے باپ ہونے کا خیال کیا۔ لیکن اگر تُو میرے نشانے پر آجاتا تو میں تجھے زندہ نہ چھوڑ دیتا۔ میں خیال نہ کرتا کہ تو میرا بیٹا ہے۔ میں تجھے فوراً قتل کر دیتا۔ تیری مجال حضور ﷺ کے مقابلے میں تلوار لے کر آئے۔ یہاں سے اندازہ لگانے کی ضرورت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور ﷺ کی محبت اپنے بیٹے سے زیادہ تھی۔ ایسے مقابلے کے وقت پتہ چلتا ہے کہ کس کی بات صحیح ہے کس کی نہیں۔

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام حبیبہ حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ۔ ان کے پاس ان کے باپ ابو سفیان رضی اللہ عنہ آئے۔ ابو سفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ جب باپ آئے ہوئے ہیں تو جو بستر بچھا ہوا تھا جلدی سے لپیٹ کر الگ رکھ دیا۔ باپ نے پوچھا یہ کیا۔ دنیا کا دستور یہ ہے کہ جب باپ جاتا ہے بیٹی کے پاس تو بیٹی اس کے لیے بستر بچھا دیتی ہے۔ تو نے بچھا بچھایا بستر اٹھا کر رکھ دیا۔ انہوں نے بتلایا، یہ بستر نبی کریم ﷺ کا ہے۔ تم نجس ہو، کافر ہو، مشرک ہو، ایمان نہیں لائے ہو، تم اس قابل نہیں کہ حضور ﷺ کے بستر پر بیٹھ سکو۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی محبت زیادہ تھی باپ کی محبت سے۔

بہت واقعات ہیں، ساری زندگی بھری ہے اسی طریقے پر کہ ان حضرات کے یہاں حضورِ ﷺ کی محبت زیادہ تھی۔ اور اسی سے پتہ چلتا ہے ان واقعات سے ہی تو حضور ﷺ کا ایک حق ہے محبت کرنا۔ لیکن اتنا یاد رہے کہ خالی محبت بغیر عقیدت کے بغیر اطاعت کے خالی محبت کا دم بھرنا نجات کے لئے کافی نہیں۔

دوسرا حق... عقیدت

دوسرا حق ہے عقیدت کا، عقیدت کے کیا معنی؟ یہ یقین کر لیں اور یہ فیصلہ کر لیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ جو دین لے کر آئے، جو احکام لے کر آئے، وہ سب حق ہے۔ وہ سب سچے ہیں، ایسے سچے ہیں کہ ان کو اختیار کیے بغیر نجات نہیں، نجات حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں ہے۔ یہ یقین رکھنا، یہ عقیدت رکھنا، یہ دوسرا حق ہے، حضور ﷺ کا، چنانچہ چالیس سال کی زندگی حضور ﷺ کی ایسی تھی مکہ مکرمہ کی کے سب لوگ آپ سے محبت کرتے تھے، مرد بھی اور عورت بھی۔ آپ کو امین کہتے تھے، سچے بہت سچے امانت دار۔ لوگ آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔ آپ کو سچا مانتے تھے۔ سبھی محبت کرتے تھے۔ لیکن ہوا کیا؟ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی [وانذر عشيرتك الاقربين] کہ آپ اپنے خاندان کے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیے۔ اللہ کے احکام کی طرف دعوت دیجیے۔ یعنی نبوت کا آپ نے اظہار فرمایا۔ آپ کے ساتھ یہ عقیدت رکھنا کہ آپ کی ہر بات میں نجات ہے۔ آپ ﷺ بالکل سچے ہیں۔ آپ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر آواز دی۔ اپنے گھر کے لوگوں کو بلایا، نام نام لے کر کے آواز دی سب کے سب گھبرا گئے، یہ کیسی آواز ہے، اس سے پہلے تو کسی نے اس طرح تو پکارا نہیں تھا اور آواز سارے مکہ میں پھیل گئی۔ ایک تو وہاں آبادی اور بڑے بڑے محلات مکانات تو اس زمانے میں تھے نہیں، اس لئے آواز پہنچی، دوسرے یہ کہ وہ آواز تو حضور ﷺ کی آواز تھی جو اللہ کے حکم سے دی گئی تھی۔ اس کو کون روک سکتا تھا۔ چنانچہ سب لوگ دوڑ کر آئے۔ یہ کیا قصہ پیش آیا ہے کیوں ایسے پکارا جا رہا ہے۔ اور جو خود نہیں آ سکا کسی مشغولی کی وجہ سے دوسرے آدمی کو بھیجا کہ دیکھو کیا معاملہ ہے، تحقیق کرو۔ جب وہ سارے جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو ان کا امتحان لیا۔ فرمایا اگر میں یہ کہوں تم کو کہ پہاڑ کے پاس دشمن کا لشکر ٹھہرا ہوا ہے جو صبح ہوتے ہی تم پر حملہ کر دے گا، تم رات سے ہی اپنے بچاؤ کا انتظام کر لو، کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ یہ پوچھا۔ سب نے کہا کہ ماجربنا عليك الكذب۔ آپ کے متعلق غلط بیانی کا تجربہ نہیں ہوا۔ آپ نے آج تک جو بات فرمائی، سچ فرمائی، ہم ضرور مانیں

گے۔تسلیم کریں گے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔کوئی دشمن کا لشکر تو موجود نہیں، لیکن جب آپ فرماتے ہیں تو ہم اپنی آنکھوں کو جھٹلا دیں گے اور آپ کی باتوں کو مانیں گے۔تب آپ نے فرمایا میں خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔آپ کی طرف آیا ہوں۔خدا کے عذاب سے ڈرو، مرنے کے بعد دوبارہ پھر زندہ ہونا ہے اور ذرے ذرے کا حساب ہو گا وہاں پر۔اس مجمع میں اس مجلس میں جو شخص سب سے زیادہ دعویٰ محبت کرنے والا تھا، جو حضور ﷺ کا چچا تھا، اس کا نام تھا ابو لہب۔اس نے سب سے پہلے حضور ﷺ کی مخالفت کی۔محبت تو وہ کرتا تھا لیکن اس عقیدت کے لئے تیار نہیں ہوا کہ آپ کو رسول جانے، جو بات آپ اللہ کی طرف سے پہنچاتے ہیں اس کو تسلیم کرے، وہیں سے الگ ہوا۔اس نے سخت لفظ کہے حضور ﷺ کی شان میں۔حق تعالیٰ نے اس کے جواب میں سورہ 'تبت یدا' نازل کی، اس کو جہنمی دوزخی فرمایا۔ابو لہب کو اس ساری محبت کے باوجود محبت کیسی تھی کہ حضور ﷺ کے والد تھے عبداللہ۔ان کے گھر میں جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی۔ابو لہب کی ایک باندی تھی ثوبیہ، اس نے آکر ابو لہب کو خوشی خوشی اطلاع دی کہ تمہارے گھر بھتیجا پیدا ہوا ہے۔ابو لہب نے خوشی میں آکر جب ہی اس کو آزاد کر دیا تھا۔کتنی محبت تھی، کیسی خوشی کی بات سنادی۔خدا جانے کتنی دفعہ کندھے پہ اٹھایا ہو گا، گود میں بٹھایا ہو گا، بھتیجے کو محبت کی وجہ سے یہ ساری محبت بے کار ہو گئی، اس واسطے کہ عقیدت نہیں۔عقیدت کیا تھی حضور ﷺ کو سچا رسول مانیں۔

محبت یہ ہے بنیادی چیز حضور ﷺ کو سچا رسول ماننا اور یہ فیصلہ کر لینا جو کچھ ﷺ فرمائیں گے ہم اس کے ماتحت رہیں گے یہ عقیدت ہے، سچا تو سبھی مانتے تھے۔

کافر کو آپ ﷺ کی صداقت کا یقین

حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں انصار کے سردار تھے اپنے قبیلے کے۔ان کا معمول تھا جب مکہ معظمہ آتے تو امیہ بن خلف کے یہاں ٹھہرتے اور اس کے ساتھ تعلقات تھے۔امیہ بن خلف جب مدینہ طیبہ آتا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے یہاں ٹھہرتا۔جب یہاں سے ہجرت کا قصہ پیش آیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدینہ طیبہ میں ٹھہرے۔امیہ سے کہا میرا جی چاہتا ہے طواف کرنے کو، کون سا وقت مناسب ہے۔اس نے کہا دن چڑھے مناسب ہے۔دن چڑھے گئے طواف کرنے کو۔وہاں ابو جہل بھی تھا۔ابو جہل نے کہا امیہ سے، یہ تیرے ساتھ کون ہے، اس نے کہا یہ سعد ہے۔ابو جہل نے کہا جو لوگ ہمارے باغی تھے مخالف تھے ان کو تم نے اپنے یہاں پناہ دی، اپنے یہاں ٹھہرایا اور مزے سے طواف کرتے ہو۔یعنی حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تم نے ٹھکانہ دیا، اپنے یہاں ٹھہرا دیا۔یہ ہمارے دشمن ہیں، ہم نے ان کو نکالا ہے اور آج تم ہمارے علاقے میں طواف کرتے ہو خوشی خوشی۔اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا؛ دیکھ اگر تُو نے مجھے طواف سے روکا تو میں تیرا شام کا راستہ روکوں گا۔دستور یہ تھا کہ قریش مکہ کے رہنے والے ملک شام جایا کرتے تھے۔ایک سفر تو وہ کرتے تھے ملک یمن کا اور ایک سفر کرتے تھے شام کا۔قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے۔ایک جگہ جاتے تھے سردی کے زمانے میں اور ایک جگہ جاتے تھے گرمی کے زمانے میں اور سارے سال کی ضروریات وہاں سے خرید کر لاتے تھے مکے والوں کے لیے اور جتنے ڈاکو چور تھے وہ قریش کے قافلے کو کچھ نہیں کہتے تھے۔شام جانے کا راستہ مدینہ طیبہ کے قریب تھا۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا؛ اگر تو نے مجھے طواف کرنے سے روکا تو میں تمہارا ملکِ شام جانے کا جو راستہ ہے مدینہ طیبہ میں، میں تمہارا وہ راستہ روکوں گا، شام نہیں جاسکے گا۔امیہ نے کہا سعد سے؛ زور سے نہ بول ابو جہل کے سامنے، یہ قوم کا بڑا آدمی ہے، یہاں کا سردار ہے۔انہوں نے اسے بھی ڈانٹا۔میں نے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تجھے قتل کریں گے۔اب امیہ نے کہا مجھے؟ سعد نے کہا ہاں۔کہا مکہ میں کہ کہیں اور؟ کہا یہ نہیں بتایا کہ کہاں۔بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی بات اس کے دل میں ایسی بیٹھ گئی کہ بالکل غمگین ہو گیا۔پھر جا کر اپنی بیوی سے گھر میں کہا کہ سعد نے ایسا کہا ہے۔چنانچہ میں مکہ سے نکلوں گا ہی نہیں، مکہ میں ہی بیٹھوں گا۔اس لیے کہ مکہ پر ان لوگوں کا اتنا تسلط تھا قبضہ تھا کہ سمجھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں آ ہی نہیں سکتے۔قتل کی نوبت آئے گی تو باہر ہی آئے گی۔میں باہر جاؤں گا ہی نہیں۔یہ بیوی سے بھی کہہ دیا۔پھر جب بدر کا قصہ پیش آیا۔ابو جہل لوگوں سے کہتا ہے؛ چلو بدر تو امیہ سے بھی کہا۔امیہ نے کہا میں نہیں جاؤں گا۔سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضور ﷺ تمہیں قتل کریں گے۔ابو جہل نے پٹی پڑھائی کہ اگر تو نے انکار کیا تو اور لوگ بھی بیٹھ جائیں گے۔تُو چل تھوڑی دور پھر چپکے سے واپس آجا۔اس نے کہا اچھی بات ہے۔بیوی سے کہا ذرا سامان تیار کرنا میں جارہا ہوں۔اس نے کہا یاد نہیں رہا تمہارے دوست سعد نے کیا کہا تھا۔کہا مجھے یاد ہے لیکن میں زیادہ دور نہیں جاؤں گا جلدی واپس آؤں گا۔گیا اور چلتا رہا چلتا رہا یہاں تک کہ بدر پہنچا اور اللہ نے وہاں قتل کروایا۔اس کے جی کے اندر غیر اختیاری طور پر ایسی بات بیٹھ گئی کہ حضور ﷺ نے جو بات فرمائی ہے وہ ہو کر رہے گی، لیکن ایمان اس کا نام نہیں۔ایمان نام ہے اپنے اختیار سے اپنے آپ کو پیش کر دینا اور طے کر دینا کہ میری زندگی حضور ﷺ کے ماتحت گزرے گی۔اس فیصلے کا نام جو اپنے اختیار سے ہوتا ہے۔

دوسرا حق کیا ہے؟ عقیدت کا۔عقیدت کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کو سچا رسول ماننا اور یقین کے ساتھ جانے کہ نجات اسی میں ہے۔حضور ﷺ کی اتباع میں نجات ہے اور یہ طے کر کے فیصلہ کرے کہ میری زندگی حضور اکرم ﷺ کے حکم کے ماتحت گزرے گی۔جو کچھ ارشاد فرمائیں گے وہ کروں گا۔یہ عقیدت ہونا ضروری ہے دوسرا حق۔

تیسرا حق... اطاعت

محبت بھی ہو عقیدت بھی ہو مگر اطاعت نہ ہو۔اس کی مذمت آئی ہے۔حضور ﷺ نے اپنی سب سے زیادہ چہیتی اور لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا؛ اس گھمنڈ میں نہ

رہنا کہ پیغمبر کی بیٹی ہوں، بخشی جاؤں گی، وہاں اپنا عمل کام آئے گا۔ دنیا میں پیسے روپے کی ضرورت ہو تو مجھ سے لے لو لیکن عمل کرو، اپنا عمل کام آئے گا۔ ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ سے محبت تھی۔ ایسی محبت تھی جس کو بیان نہیں کر سکتے۔ اتنی محبت تھی۔ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر ہوئیں خدمت اقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیسے آنا ہوا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ حضرت آج میں نے روٹی پکائی تھی۔ میرا جی نہ مانا کہ آپ کے بغیر خود کھاؤں۔ اس لیے آپ کے لیے لے کر آئی ہوں۔ جب حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے تھے تو ان کو گلے سے لگا لیتے، لپٹا لیتے، سینے سے لگا لیتے، پیار کرتے ان کو بڑی محبت فرماتے۔ فرمایا؛ اہل جنت کی بیویوں کی فاطمہ سردار ہے، فاطمہ سیدہ ہے۔ جنت میں جتنی عورتیں جائیں گی، سب کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ سے محبت بھی زیادہ تھی، عقیدت بھی۔ جانتی تھیں کہ سچے رسول ہیں، ایمان لائیں، سبھی کچھ تھا لیکن ان کو بھی فرمایا کہ بغیر اطاعت کے کام نہیں چلے گا۔

حضور ﷺ کی پھوپھی کو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم دیکھو اس خیال میں نہ رہنا کہ پیغمبر کی پھوپھی ہوں، بخشی جاؤں گی۔ اپنے اعمال کام آئیں گے، اس رشتہ داری کی بناء پر کوئی نہیں بخشا جائے گا۔ اگر رشتہ داری کی بناء پر کوئی بخشا جاتا تو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے بخشے جاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کی بخشش ہوتی کہ وہ پیغمبر کے باپ تھے، اگر بخشش ہوتی تو حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی بخشش ہوتی کہ وہ پیغمبر کی بیوی تھیں لیکن نہیں ایسا نہیں۔

لیس للإنسان الا ماسعی

”انسان کو (ایمان کے بارے میں) صرف اپنی ہی کمائی ملے گی۔“

جو آدمی خود ایمان لایا، اس کا ایمان اس کے لیے ذریعہ نجات ہے اور اگر اس کے خاندان کے دوسرے لوگ ایمان لائیں وہ ذریعہ نجات نہیں۔ کوئی شخص یوں سوچے کہ میں بڑے گھرانے کا آدمی ہوں، بخشا جاؤں گا، اس کو سوچنا چاہیے کہ جب حضور ﷺ نے اپنی بیٹی کو فرمایا، تو پھر اور کے لیے گنجائش ہے؟ سوچنا چاہیے کہ کوئی شخص کہے کہ میں بادشاہ کا لڑکا ہوں، ہاں بادشاہ کا بیٹا ہے لیکن خود اپنا عمل بھی ہونا چاہئے۔ اگر اپنے پاس کچھ نہیں تو بادشاہ کون سی گدی پر بٹھا دے گا۔ اس لیے اطاعت کی ضرورت ہے۔

اطاعتِ صحابہ کا ایک واقعہ

حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ تشریف لائے منبر پر۔ آپ نے فرمایا: ”یا أیها الناس اجلسوا“ (لوگو! بیٹھ جاؤ)۔ جو جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے۔ یہ نہیں سوچا کہ پہلی صف میں بیٹھوں، دوسری صف میں بیٹھوں۔ جس کے کان میں آواز آئی وہ وہاں پر بیٹھ گیا۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد سے باہر تھے مسجد کے اندر نہیں آسکے، ان تک یہ آواز پہنچ گئی، باہر ہی بیٹھ گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو فرمایا؛ ابن مسعود اندر آجاؤ، تو وہ آگئے۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ حضور ﷺ نے تو مسجد کے اندر بیٹھنے کو کہا ہے، سوچتے کیسے ان حضرات کو ہر وقت موت کا تصور غالب رہتا تھا۔ یہ سوچتے کہ اندر چل کر بیٹھوں گا۔ کیا خبر تھی کہ اندر پہنچنے سے پہلے موت آجائے، گردن پکڑ لے۔ کل قیامت میں سوال ہو گا کہ ہمارے رسول ﷺ کی آواز تمہارے کانوں میں پڑی، بیٹھ جاؤ، تم بیٹھے کیوں نہیں؟ کیا انہوں نے کہا تھا اندر آکر بیٹھ جاؤ؟ اس لئے فوراً حکم کی تعمیل کرنا ان حضرات کا کام تھا، اور موت کا تصور ان حضرات کو ایسا رہتا تھا۔

ایک واقعہ

ایک مرتبہ اونٹوں پر سوار تھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت، حضور ﷺ بھی موجود، تشریف لے جا رہے ہیں۔ سرخ چادریں یمنی اونٹوں پر پڑی ہوئی ہیں اور ایک عجیب منظر تھا خوشنما۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں کی طبیعتیں سرخی کی طرف مائل ہوتی جا رہی ہیں۔ بس فوراً سے کو دے، اونٹوں سے چادروں کو پھاڑ پھاڑ کر ختم کیا۔ جو چیز آقائے نامدار کو ناپسند ہو اس کو رکھنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ تھا اطاعت کا مادہ۔

فاروق اعظم اور اطاعت رسول

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک جبہ پہن کر خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے۔ ریشمی جبہ تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا ریشم تو مردوں کے لیے ناجائز ہے۔ اٹھے جبہ اتارا، سامنے تنور تھا روٹی پکانے کا، جا کے تنور میں ڈالا جبہ کو آگ میں۔ دوسرے وقت حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس جبہ کا کیا ہوا، عرض کیا کہ حضرت میں نے اس جبہ کو جلا دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیوں تمہارے لیے ہی تو ناجائز تھا، بچیوں کے لئے کپڑے بنوا دیتے، ان کے لیے درست تھا۔ لیکن بھائی جس شخص کے دل میں آپ ﷺ کی محبت جمی ہوئی ہے، ہر چیز کی محبت پر غالب ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ حضور ﷺ کو یہ لباس ناپسند ہے تو وہ یہ سوچتا بھی نہیں کہ کسی اور کام آسکتا ہے کہ نہیں۔ وہ تو یہ سمجھے گا کہ وہ چیز آگ میں جلانے کے قابل ہے جو حضور ﷺ کو ناپسند ہے۔

حضرت علی اور اطاعت رسول

حضور ﷺ کی اطاعت کا داعیہ یہاں تک تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار ہوئے۔ سفر میں جانے کے لیے آپ نے چند کلمات پڑھے؛ سبحان اللہ الحمد للہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر، اونٹ کو قمچی ماری، ہنسے۔ کسی نے پوچھا یہ کیوں کیا؟ فرمایا کہ حضور ﷺ کو میں نے دیکھا کہ اسی طرح اونٹ پر سوار ہوئے تھے، اسی طرح یہ کلمات پڑھے، اسی طرح اونٹ کو قمچی ماری اور ہنسے۔ اتنی اتنی باتوں پر حضور ﷺ کا اتباع کرتے تھے۔

اتباع کا اعلیٰ مقام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے راستے میں سفر کرتے ہوئے ایک جگہ اونٹ سے اترے اور ایک درخت کے نیچے ذرا دیر لیٹے۔ آرام کیا اور اس کے بعد سوار ہو کر چل دیے۔ کسی نے پوچھا ایسا کیوں کیا؟ فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ حضور ﷺ نے اسی جگہ اتنی دیر آرام فرمایا ہے۔ ایک جگہ اترے اپنے اونٹ سے، اونٹ کو بٹھایا، خود بیٹھ گئے جیسے آدمی پیشاب کرنے کے لئے بیٹھتا ہے، پیشاب تو نہیں کیا، بس بیٹھ گئے، پیشاب کرنے کی ہیئت بنائی۔ کسی نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ کہا کہ اس جگہ پر حضور ﷺ نے پیشاب کیا تھا۔ تو انہوں نے پیشاب تو نہیں کیا۔ ہاں وہ ہیئت بنا کر بیٹھے۔ یعنی جو چیزیں حضور ﷺ نے عبادت کے طور پر نہیں کی تھی، اپنی ضرورت کے لئے کی۔ ان میں بھی یہ لوگ اتباع کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور ﷺ دن رات میں کیا عمل کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا صبح اٹھو اور آجاؤ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس، تو دیکھتے رہو جس طرح یہ وضو کرتے ہیں سمجھ لو اس طرح حضور اقدس ﷺ وضو فرماتے تھے، جس طرح یہ نماز پڑھتے ہیں، نماز میں قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ کرتے ہیں، سمجھ لو حضور اقدس ﷺ اسی طرح سے کرتے تھے۔ جس طرح یہ چلتے ہیں، سمجھ لو حضور اقدس ﷺ اسی طرح چلتے تھے۔ جس طرح کسی کے سلام کا جواب دے کر مصافحہ کرتے ہیں، جس طرح یہ بیٹھتے ہیں، کسی کے سوال کا جواب دیتے ہیں۔ اسی طرح غرضیکہ ہر چیز میں انہوں نے اپنے آپ کو حضور اکرم ﷺ کے رنگ میں رنگ لیا تھا، ڈھال لیا تھا۔

یہ ہے حضور ﷺ کا حق۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو نمونہ بنا کر بھیجا ہے اس دنیا میں اور کہا کہ ہم کو ایسی زندگی چاہیے جیسے ہمارے رسول ﷺ کی ہے۔ آج ہم اپنے گھروں میں بیٹھ کر، مجلس میں بیٹھ کر چاہے محبت کے دعوے کریں کہ ہم کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بہت محبت ہے۔ لیکن دیکھنا چاہیے کہ اس محبت کا اثر ہمارے دلوں پر کتنا ہے؟ تو ہم اپنے گھر میں اپنی مجلس میں بیٹھ کر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بہت محبت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن کیا ہماری صورت حضور اکرم ﷺ کی صورت کے مطابق ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص آیا جس کی داڑھی منڈی ہوئی تھی، حضور ﷺ نے اُدھر منہ پھیر لیا۔ معلوم ہوا کیا بات ہے، تمہاری داڑھی منڈی ہوئی ہے۔ تو حضور ﷺ نے جس شخص کا چہرہ دیکھنا پسند نہیں فرمایا اور ناخوش ہو کر چہرہ مبارک پھیر لیا۔ آج ہمارا جو حال ہے، ہمارے دل میں کبھی خیال بھی آتا ہے اس کا کہ حضور ﷺ کو ناپسند تھا داڑھی کا منڈانا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعفو اللحی اور ارخوا اللحی داڑھی بڑھاؤ، داڑھی لٹکاؤ۔

حضور ﷺ کا تو یہ حکم ہے اور ہم کٹا کٹا کے اور منڈا منڈا کے اسے ختم کر دیں۔ یہ محبت کا تقاضا نہیں، یہ عقیدت کا تقاضا نہیں، یہ اطاعت کا تقاضا نہیں۔ لہٰذا بغیر عقیدت اور اطاعت کے جو شخص محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کا دعویٰ کب قابلِ قبول ہے۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث بے شمار بھری ہوئی ہیں۔ ہر چیز کے متعلق ہدایات موجود ہیں حتیٰ کہ جو لوگ زیادہ عبادت کریں ایسی جو حضور ﷺ نے نہیں کی، حضور ﷺ سے ثابت نہیں، اس کو بھی پسند نہیں فرمایا۔

حضور ﷺ کے تینوں حقوق کی ادائیگی کی ضرورت۔

حضور ﷺ جیسا بڑا نبی، بڑا انعام ہم کو ملا۔ اس کے مطابق شکر ادا کرنے کی ضرورت ہے اور شکر کرنے کے لیے یہ تین چیزیں ضروری ہیں جو میں نے بیان کیں، محبت اعلیٰ درجے کی ہو، عقیدت اعلیٰ درجے کی ہو کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کسی بات پر یقین نہیں، اپنے اعمال پر یقین نہیں، حضور ﷺ کے ارشاد پر یقین ہے۔ تیسری چیز اطاعت، حضور ﷺ کے حکم کی بجا آوری۔ حضور ﷺ کے طریقے پر زندگی اختیار کرنا، یہ تین حق ہیں۔ اگر ان تین حقوق کو ادا کیا تو اللہ کے یہاں مقبول۔ اگر ادا نہیں کیا تو اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔ دنیا میں بھی بڑی عزت، آخرت میں بھی بڑی عزت اطاعت سے ہی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہی بات تھی کہ ہر ایک ان میں سے اطاعت کرتے تھے کہ ہر کام حضور ﷺ کے طریقے پر ہو۔ حضور ﷺ کی اطاعت میں ہو۔ حضور ﷺ کے اتباع میں ہو۔ اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اعلیٰ واشرف بنایا، باکمال بنایا۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا درجہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے چھوٹے سے چھوٹے صحابی ہوں یا بڑے سے بڑے صحابہ میں بھی فرق ہے کہ کوئی باپ، کوئی بیٹے، کوئی دادا، کوئی استاذ تھے، کوئی شاگرد، کچھ خدمت اقدس میں زیادہ حاضر ہوئے کچھ کم ہوئے۔ یہ صحیح ہے، لیکن ہمارے لیے سب کے سب، سارے صحابہ واجب التعظیم ہیں۔ اور کسی کی شان میں کسی گستاخی، کسی بے ادبی کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ ان کے دلوں میں ڈالا، جو کچھ طریقہ انہوں نے اختیار کیا ہم کو وہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: تحفظِ ناموسِ رسالت اور تحریکِ لبیک

یہ وہ بعض نکات اور مشورے تھے جو ہم نے اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اپنے بھائیوں کے سامنے رکھے ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "الدین النصیحۃ" [دین تو خیر خواہی کا نام ہے]۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر مسلمان کو اپنے پیارے حبیب ﷺ کی ناموس کے لیے قربان ہونے کی توفیق عطا فرمائیں، اور ہمیں اپنے دعووں، دعوت اور دعا میں سچا کر دیں، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله تعالىٰ على سيدنا وسندنا ومولانا ونبينا محمد وعلى آله وصحبه وأمته وعلينا أجمعين!

☆☆☆☆☆

۱ شہادت
کی قبولیت کی شرائط

شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

أعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم

بســــم اللــــه الرحمٰــن الرحيــم

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○(سورۃ آل عمران:۲۵)

’’بھلا اس وقت ان کا کیا حال ہو گا جب ہم انہیں ایک ایسے دن (کا سامنا کرنے) کے لیے جمع کرلائیں گے جس کے آنے میں ذرا بھی شک نہیں ہے اور ہر ہر شخص نے جو کچھ کمائی کی ہو گی وہ اس کو پوری پوری دے دی جائے گی، اور کسی پر کوئی ظلم نہیں ہو گا۔‘‘

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ سيد الأنبياء والمرسلين محمدٍ وعلى آلهِ وأصحابه وذريته أجمعين، أما بعد!

فقد وَرَدَ فِي حديثٍ رواه عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ ، أَنَّهُ سَمِعَهُ ، يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، أَنَّهُ قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللهِ ، وَالإِيمَانَ بِاللَّهِ أَفْضَلُ الأَعْمَالِ ، فَقَامَ رَجُلٌ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ ، تُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : نَعَمْ ، إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللهِ ، وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَيْفَ قُلْتَ ؟ قَالَ : أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَتُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : نَعَمْ ، وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ ، إِلاَّ الدَّيْنَ ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ لِي ذَلِكَ.

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث آپ کے سامنے پڑھی ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں ہم اس وقت اس بات کا جائزہ لیں گے کہ شہادت کی قبولیت کی شرائط کیا ہیں؟ یا وہ کیا شرائط ہیں کہ جو پوری ہوں تو اس کے بعد ایک شخص عند اللہ شہید قرار پاتا ہے۔ ہم یہاں دنیا کے فقہی حکم کے اعتبار سے بات نہیں کر رہے، بلکہ وہ شرائط جو اللہ کو پورا ہونا مطلوب ہیں اور جس کے پورے ہونے کے بعد ہی کوئی شخص یہ توقع کر سکتا ہے کہ اس کا مارا جانا عند اللہ شہادت کا درجہ پائے گا۔ اور اس پہ وہ سارے ثواب اور سارے انعامات مرتب ہوں گے جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن میں وعدہ کر رکھا ہے۔

تو حدیث کا آغاز کرتے ہیں، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ایک دن...... قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللهِ ، وَالإِيمَانَ بِاللَّهِ أَفْضَلُ الأَعْمَالِ ......رسول اکرم ﷺ ایک دن صحابہ کے درمیان کھڑے ہوئے اور ان کے سامنے یہ ذکر کیا، یہ بات بتلائی کہ جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ تمام اعمال سے افضل ہیں، سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ ہیں۔ تو حدیث کے اگلے ٹکڑے پہ آنے سے قبل پہلے اسی کا جائزہ لے لیں، مختصراً اس پہ سے گزرتے ہیں تاکہ ہماری نگاہوں میں اس عمل کی اہمیت پھر سے تازہ ہو جائے کہ جس عبادت میں ہم سب مصروف ہیں۔ حدیث صحیح مسلم میں امام مسلمؒ نے روایت کی ہے۔

پیارے بھائیو! بہت سی احادیث ہیں اور بہت سی قرآن کی آیات ہیں جو اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ جہاد کتنی غیر معمولی فضائل کی عبادت ہے۔ اور مشہور حدیث ہے کہ جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہ ایک صحابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کوئی ایسا عمل مجھے بتائیں......يعدل الجهاد......کہ جو جہاد کے برابر ہو، مساوی ہو، یہ نہیں کہتے کہ اس سے افضل عمل بتائیں۔ کہتے ہیں کہ کوئی ایسا عمل بتائیں جو برابر ہو صرف اس کے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ...... لا أجده......میں تو ایسا کوئی عمل نہیں پاتا۔ تو افضلیت کے لیے تو بس اتنی بات ہی بہت ہے، کسی نے جہاد کی فضیلت ذہن میں رکھنی ہو تو یہ حدیث آگے بھی چلتی ہے لیکن مفہوم حدیث کا یہیں پہ پہنچ جاتا ہے۔

اسی طرح بخاری کے اندر امام بخاریؒ ایک باب باندھتے ہیں ’’ أفضل الناس مؤمن يجاهد في سبيل الله بنفسه وماله‘‘...... کہ وہ باب جس کا عنوان یہ ہے کہ سب سے افضل انسان وہ مومن ہے جو اللہ کے رستے میں جان ومال سے جہاد کرے۔ اور اس کے اندر ایک حدیث آتی ہے جس میں پوچھا جاتا ہے کہ یا رسول الله أي الناس أفضل ؟ کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے افضل انسان کون سا ہے ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مؤمن يجاهد فی سبيل الله بنفسه و ماله......وہ بندۂ مومن جو اللہ کے رستے میں اپنے جان ومال سے جہاد کرے وہ سب انسانوں سے افضل ہے۔

احادیث تو بہت ساری ہیں لیکن یہ حدیث بھی کسی انسان کے لیے تنہا کافی ہے یہ سمجھانے کے لیے کہ جہاد کی شریعت میں کیا منزلت اور کیا مقام ہے! اسی طرح ایک حدیث میں حضرت

ابوذرؓ بھی روایت کرتے ہیں، حضرت ابو ہریرہؓ بھی روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ سئل النبي صلى الله عليه وسلم أي الأعمال أفضل؟......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ إيمان بالله و جهاد في سبيله......اللہ پر ایمان اور اللہ کے رستے میں جہاد۔ تو یہ اور ایسی دیگر بہت سی احادیث اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ جہاد شریعت میں غیر معمولی فضیلت کا حامل ہے۔ اور افضل ترین اعمال میں سے ہیں، بلکہ حدیث کے الفاظ تو یہ بتا رہے ہیں کہ ایمان کے ساتھ ساتھ سب سے افضل عمل جو ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ تمام دیگر احادیث جو اس موضوع پر آتی ہیں ان سب کو سامنے رکھیں جس میں سے بعض احادیث میں یہ بات آتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے افضل عمل کا پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے افضل عمل نماز ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حج ہے، تو شارحین حدیث نے سب کو سامنے رکھ کے فرمایا ہے کہ سب ہی اس پر متفق ہیں کہ جب جہاد فرض عین ہو تو پھر سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے، ایمان کے بعد کیونکہ ایمان ہو گا تو باقی عمل قبول ہوں گے۔ تو ایمان کے بعد سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے کہ جب جہاد فرض عین ہو! تو جب کہ وہ احادیث جن میں نماز کو، وہ احادیث جن کے اندر حج کو دیگر عبادات سے افضل بتایا گیا تو وہ اس صورت میں ہے کہ جب جہاد فرض کفایہ ہو۔ تو وہ ساری احادیث آپس میں کوئی ٹکراتی ہوئی احادیث نہیں ہیں بلکہ سب احادیث مختلف مواقع کے لیے ہیں جب جہاد فرض کفایہ ہو تو نماز تو فرض عین ہی ہوتی ہے۔ ہر مسلمان پر فرض ہوتی ہے تو اس لیے وہ اس سے زیادہ افضل ہو جاتی ہے۔ والدین کی خدمت فرض عین ہے اس لیے کہ جب جہاد فرض کفایہ ہو تو وہ اس سے افضل ہو جاتی ہے۔ لیکن جب جہاد فرض عین ہو تو پھر ایمان کے بعد اگلی چیز کیا آتی ہے؟ جہاد فی سبیل اللہ! اس سے کوئی افضل نہیں ہے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہم آج ایک فرض عین جہاد میں مصروف ہیں۔ اور اگر اللہ کے ہاں یہ جہاد قبول ہو تو ان شاء اللہ ایمان کے بعد اس زمین پر اس وقت کوئی فرد ہم سے افضل عمل میں مشغول نہیں ہے، بشرطیکہ ہم وہ شرائط پوری کریں جو اللہ کے ہاں اس کی قبولیت کے لیے ضروری ہیں۔ تو یہ فضیلتیں ذہن میں ہوں تو انسان اپنی ہمتیں اور حوصلے پھر سے تازہ کرتا ہے، اور شیطان جو دل میں سستی، وہن اور دیگر کمزوریاں لے کے آتا ہے انسان ان فضائل کو سامنے رکھ کے اپنے دلوں سے اس کو دور کرتا ہے اور یہ پہچانتا ہے کہ رب کا کتنا بڑا میرے اوپر انعام ہے، کتنے افضل عمل کے اندر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے مصروف کر رکھا ہے۔

تو بعض علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ جو اختلاف آیا کہ بعض احادیث میں کسی عمل کو اور بعض احادیث میں کسی عمل کو افضل کہا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب کا حال دیکھ کر اس سے بات کرتے تھے، ایک ایسا شخص ہے کہ جو پہلے ہی جہاد کر رہا ہے اس کو مزید جہاد کی فضیلت نہ بھی بتائی جائے تو کام چلے گا۔ اس سے پھر بات یہ کی جائے گی کہ اس سے پھر والدین کے حقوق میں کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو وہ پھر اس کی فکر کرے، اس کی نمازوں میں کوئی کمی ہے تو وہ اس کو پورا کرے۔ اسی طرح ایک شخص ہے بدو، اعرابی، سادہ سا، بہت لمبی باتیں اس کو یاد بھی نہیں رہتیں۔ تو اس کو صرف نماز بتا کر چھوڑ دیا کہ پہلے اس پہ پکے ہو جاؤ پھر باقی اعمال بعد میں۔ اسی طرح ایک صحابی آتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ أوصيني ......مجھے کوئی نصیحت کریں، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لا تغضب...... غصہ مت کیا کرو۔ تین مرتبہ وہ پوچھتے ہیں اور تینوں مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہی جواب دیتے ہیں غصہ مت کیا کرو، کیونکہ جو جس مرض میں مبتلا ہے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ایک طبیب کی طرح علاج بتاتے ہیں کہ جہاں اس سے کمزوری ہو رہی ہوتی ہے تو اس کو کمزوری کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

آگے بڑھتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ اس حدیث میں آتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان کھڑے ہوتے ہیں اور کھڑے ہو کے فرماتے ہیں کہ ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ یہ سب سے افضل عمل ہیں۔ تو اس کے ذیل میں صرف ایک قول سامنے رکھتے ہیں علامہ ابو العباس القرطبی مسلم شریف کی شرح میں یہ بات لکھتے ہیں کہ یہاں پر ایمان اور جہاد کو دونوں کو اکٹھا کیا گیا، کہ یہ دو سب سے افضل چیزیں ہیں۔ کیوں اکٹھا کیا گیا؟ کہتے ہیں کہ ایمان و جہاد کو اس لیے اکٹھا کیا گیا کیونکہ تمام اعمال کی درستگی ایمان کے اوپر منحصر ہے۔ ایمان ہو گا تو عمل قبول ہو گا، ایمان نہ ہو تو انسان نعوذ باللہ کفر میں، شرک میں مبتلا ہو جائے تو سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ پہاڑ جتنے بھی اعمال لائے گا تو کفر کے ساتھ کچھ بھی قبول نہیں، شرک کے ساتھ اللہ کے ہاں کچھ بھی قبول نہیں۔ تو ایمان کو کیوں ذکر کیا گیا اس لیے کہ جہاد سمیت ہر عمل کی قبولیت کی پہلی شرط کیا ہے کہ بندہ مومن ہو، مسلمان ہو۔ اس کے بعد جہاد کا ذکر آیا، جہاد کا ذکر کیوں آیا؟ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ جہاد، باوجود اس کے، کہ ان پانچ ارکان خمسہ میں سے نہیں ہے کہ جس کے اوپر دین کی عمارت کھڑی ہوئی ہے، اس حدیث کے مطابق کہ اسلام پانچ ستونوں پر کھڑا ہے، پانچ ارکان پر کھڑا ہے۔ ان پانچ ارکان میں جہاد نہیں گنوایا گیا، لیکن یہاں فضیلت میں اس سے بھی اوپر رکھ دیا گیا۔ کیوں؟ تو آپ کہتے ہیں کہ اس لیے کہ وہ جو عمارت اسلام کی کھڑی ہو رہی ہے، وہ جو پانچوں ستون کھڑے ہو رہے ہیں، نہ وہ کھڑے ہو سکتے ہیں اور نہ ان کی حفاظت کی جا سکتی ہے، نہ دین دوسرے ادیان پہ غالب آ سکتا ہے جب تک جہاد نہ ہو۔ تو ان دونوں کو کیوں اکٹھا کر دیا گیا؟ آپ کہتے ہیں اس لیے کہ ان دونوں اصولوں کو، ان دونوں بنیادوں کو ایمان کو اور جہاد کو اس لیے اکٹھا کر دیا گیا کہ ایمان اعمال کی قبولیت کی بنیاد ہے۔ اسلام کو اگر ایک عمارت سے تشبیہ دیں تو وہ بنیاد ہے کہ جس کے اوپر سارا کچھ کھڑا ہو رہا ہے اور جہاد اس ساری عمارت کا محافظ ہے ان سارے اعمال کا محافظ جہاد ہے۔ جہاد ہو گا تو مدارس بھی محفوظ رہیں گے، تعلیم قرآن کا سلسلہ بھی محفوظ رہے گا، مساجد بھی محفوظ رہیں گی اور باقی دعوت دین کا کام بھی محفوظ رہے گا۔ جس دن جہاد رکے گا، خود بخود یہ سارا کچھ غیر

محفوظ ہو جائے گا۔ جان، مال، عزت، ایمان کوئی بھی چیز باقی نہیں بچے گی۔ اس لیے آپ فرماتے ہیں کہ ان دونوں اصولوں کو اس ایک حدیث نے اکٹھا کر دیا ہے، ان دونوں بنیادوں کو جن میں ایک پر اسلام کی عمارت کھڑی ہوتی ہے تو دوسرے سے اسلام کی عمارت کی حفاظت ہوتی ہے۔

تو پیارے بھائیو! یہ پہلی بات ہے کہ جو یہ حدیث ہم پر واضح کرتی ہے کہ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے جہاد جیسے غیر معمولی فضیلت کے حامل فعل میں ہم سب کو چنا، ہم سب کو اس کے اندر مصروف کیا، اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے لیے آخرت کے دن نجات کا ذریعہ بنا دیں۔

دوسری بات پیارے بھائی جو یہ حدیث واضح کرتی ہے وہ یہ کہ صحابی (راویٔ حدیث) کیا کہتے ہیں، فضائل سنتے ہیں جہاد کے تو ایک صحابی کھڑے ہوتے ہیں اور کیا کہتے ہیں...... يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، تُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ ......اے اللہ کے رسول! آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر میں اللہ کے رستے میں قتل ہو جاؤں، مار دیا جاؤں، شہید ہو جاؤں، تو کیا میرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے؟

ایک تو اس سوال کی سادگی دیکھیں، صحابہ کا یہ طرز ہے، ایک تو دین سیکھنے کی حرص ہے اور جہاد کے فضائل سن کے وہ عمل والے لوگ ہیں، وہ صرف سننے کے لیے نہیں سن رہے، ان کو اس سے غرض ہے کہ میرے گناہوں کی معافی ہو جائے۔ ان کو اس سے غرض ہے کہ میں جنت تک پہنچوں۔ فوراً سوال پوچھتے ہیں کہ اگر میں مارا گیا اس رستے کے اندر تو کیا سارے گناہ معاف ہوں گے؟ تکلف بھی کوئی نہیں ہے، کوئی شرم بھی نہیں دین کے معاملے میں سوال کرنے میں، بالکل ایک سادہ سا سوال ہے، اسی طرح سامنے رکھ دیا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں...... نَعَمْ......ہاں اگر تم اللہ کے رستے میں شہید ہو گئے تو تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ تو پہلی بات تو یہ کہ شہادت کی فضیلت کے لیے بس یہی حدیث ہی بہت ہے ناں! امام رازیؒ ایک مقام پر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ......هذا غايت ما يطلوبه كل عاقل......یہ انتہا ہے جس کی کوئی بھی عاقل طلب کر سکتا ہے۔ یہ اونچی سے اونچی تمنا ہے جو ایک عقل مند سے عقل مند انسان کر سکتا ہے کہ اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں۔ اس لیے کہ......كل بنى آدم خطاء......ہر انسان خطاکار ہے، ہر ایک سے لغزشیں ہو رہی ہیں، اللہ کے حقوق میں اور انسانوں کے حقوق میں کوتاہیاں ہو رہی ہیں، اس سے بڑی کوئی تمنا نہیں ہو سکتی کہ اللہ میرے گناہوں کو معاف کر دیں، اور اس سے بڑا کوئی مقام نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی بخشش عنایت فرمائے اور ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی فرمالیں اور ہم کو بخش دیں۔ پس فضیلت کے لیے یہ ایک حدیث ہی بہت ہے کہ شہید کا کیا مقام ہے، شہید کا یہ مقام ہے کہ اس کی ساری خطائیں بخش دی جاتی ہیں۔ اور ایک اور حدیث سامنے رکھتے ہیں اور وہ حدیث یعنی شہادت کے فضائل میں بھی بہت کچھ موجود ہے لیکن وہ حدیث صرف اپنے ایمان کو تازہ کرنے کے لیے اور شہادت کی تڑپ بھی اپنے دلوں میں تازہ کرنے کے لیے وہ حدیث سامنے رکھتے ہیں۔ جس حدیث میں شہید کو ملنے والے انعامات گنوائے گئے۔ مختلف روایات ہیں اس حدیث کی۔ کہیں چھ، کہیں سات، اس روایت کے اندر جو آٹھ انعامات گنوائے جاتے ہیں اس شخص کے کہ جو اللہ کے رستے میں شہید ہوتا ہے۔ امام البانی اس کو سلسلۂ احادیثِ صحیحہ میں نقل کرتے ہیں کہ شہید کے لیے اللہ کے ہاں کچھ انعامات ہیں، کچھ اوصاف ہیں، کچھ نعمتیں ہیں جو اس کو ملیں گی۔

1. اس کے جسم سے جو پہلا فوارہ نکلتا ہے خون کا، جو پہلا قطرہ باہر نکلتا ہے زور کے ساتھ خون کا اس کے نکلتے ساتھ ہی اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

یہ پہلا انعام ہے ان آٹھ انعامات میں سے جو اس کو نصیب ہونے ہیں، (یہ وہ انعام ہے) جو تنہا کافی ہے کسی کے لیے۔

2. دوسرا انعام۔ جب وہ قتل ہو رہا ہوتا ہے، روح نکلتے وقت اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔

تو علماء فرماتے ہیں کہ اس سے کیا نتیجہ ہوتا ہے کہ روح قبض کرنے کا مرحلہ آسان ہو جاتا ہے۔ اسی لیے حدیث کہتی ہے کہ اس کو اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ جیسے تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ تو (اتنی کم تکلیف) کیوں؟ اس لیے کہ اس کو وہ آگے کی نعمتیں نظر آرہی ہیں۔ پتہ نہیں کیا کیا نظر آرہا ہوگا، پتہ نہیں کیسے محلات نظر آرہے ہوں گے، پتہ نہیں کون سی حوریں نظر آرہی ہوں گی، جس کی وجہ سے وہ غم غم نہیں رہتا، وہ تکلیف تکلیف ہی نہیں رہتی۔ علماء ایک مثال دیتے ہیں کہ آپ ایک چڑیا کو پکڑ کر بند کر دیں ایک پنجرے کے اندر اور وہ عرصے سے اس تلاش میں ہو کہ کہیں سے کوئی سوراخ کھلے، کہیں سے کوئی موقع ملے اور وہ اس پنجرے سے باہر نکل جائے اور آزادی کی طرف چلی جائے۔ تو اتفاقاً ایسے میں کہیں کوئی سوراخ اس کے اندر کر دیا جائے جو ہو چھوٹا سا سوراخ اور اس کے اندر سے اگر وہ چڑیا نکلنے کی کوشش کرے تو اس کی جالیوں میں پھنسے اور وہ زخمی بھی ہو جائے، لہولہان ہو جائے، لیکن وہ چڑیا یہ دیکھتے ہوئے کہ آگے آزادی کی نعمت ہے، آگے ایک اتنی بڑی دنیا کھلنے لگی ہے، تو وہ زور لگا کر اس میں سے نکلنے کی کوشش کرے اور باہر نکلے تو زخمی ہونے کے باوجود خوشی خوشی باہر نکلے، اس لیے کہ اسے پنجرے سے نکل کر آزادی کی طرف جانا ہے۔ تو یہ اس شہید کا حال ہوتا ہے کہ اس کو جب جنت نظر آرہی ہوتی ہے، اس کی وجہ سے وہ غم اس کے لیے ہلکا ہو جاتا ہے، کچھ نہ کچھ تکلیف تو ہونی ہوتی ہے، لیکن وہ تکلیف ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اس کو جنت میں اس کا مقام دکھایا جا رہا ہوتا ہے۔

3. تیسرا انعام یہ کہ اس کو ایمان کا شاندار، شاہانہ لباس پہنایا جاتا ہے۔

اب وہ کیسا ہوگا وہ اللہ ہی جانتا ہے، جب وہاں جائیں گے تو پتہ چلے گا کہ وہ کیسا ہوگا۔

4. حور عین میں سے بہتر (۷۲) بیویوں سے اس کی شادی کی جائے گی۔

تو یہ چوتھا انعام ہے کہ جو شہید کو دیا جائے گا۔

5. (قبر کے عذاب سے نجات۔)

قبر کا عذاب۔ وہ قبر کہ جس کے کنارے کھڑے ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اتنا رویا کرتے تھے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہو جایا کرتی تھی اور جب پوچھا جاتا تھا کہ کیوں؟ تو آپ کہتے تھے کہ یہ پہلا مرحلہ ہے، اگلی دنیا کے مراحل میں سے اور جو اس میں کامیاب ہو گیا اس کے سارے مرحلے آسان ہیں اور جو اس میں ناکام ہو گیا اس کے سارے مرحلے مشکل۔ تو اس شہید کے لیے اتنی بڑی نعمت ہے کہ قبر کے پورے عذاب سے اس کی خلاصی ہو جاتی ہے بچا لیا جاتا ہے۔

6. (قیامت کی بڑی پریشانی سے نجات۔)

پھر قیامت کے دن کی بڑی پریشانی کہ جب سب کو اپنی اپنی پڑی ہوئی ہوگی اس بڑی پریشانی کے دن وہ امن سے ہوگا، وہ اطمینان سے ہوگا۔

7. ساتواں اس کو جو انعام ملے گا۔ (اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا۔)

اس کی فضیلت، اس کا مقام اللہ کے ہاں ظاہر کرنے کے لیے اس کے سر پر قیامت کے دن وقار کا تاج رکھا جائے گا۔ ایسا تاج جس کا ایک یاقوت، اس کا ایک موتی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب سے بہتر ہوگا۔ اور ایسے نجانے کتنے موتی اس کے اندر جڑے ہوئے ہوں گے۔

8. اور آٹھواں انعام جو گنوایا گیا ہے، وہ یہ کہ اپنے گھر والوں میں سے ستّر (۷۰) لوگوں کی شفاعت کی اس کو اجازت دی جائے گی۔

تو یہ آٹھ انعامات ہیں اس سے زیادہ کیا ہے جو کوئی انسان تمنا کر سکتا ہے یا بندہ مومن چاہ سکتا ہے! تو کیوں کوئی جہاد پر نہ آئے، کیوں کوئی اس رستے پر نہ نکلے اور کتنا محروم ہے دنیا کے اندر!

ہمارا یہ حال ہوتا ہے، انسان کی طبیعت ہے، انسان بہتر سے بہتر کی طرف لپکتا ہے فطرتاً۔ اللہ نے ایسا بنایا ہے۔ میں کل پڑھ رہا تھا شیخ ابو ولید (فلسطینی) اللہ ان کی حفاظت فرمائے، ان کی ایک کتاب ہے۔ اس میں ایک یہ بات لکھتے ہیں کہ جانوروں اور انسانوں کی تخلیق میں ایک بڑا واضح فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ بیشتر جانور چوپائے ہوتے ہیں، چار ٹانگوں پر چلتے ہیں، جھک کر چلتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ علماء نے لکھا ہے کہ وہ اس لیے جھک کر چلتے ہیں اور ان کا منہ زمین کے بہت قریب ہوتا ہے اس لیے کہ ان کی کل دنیا بس یہ دنیا ہے اور اس میں سے اپنی خواہشات پوری کرنا، زمین سے چپک کر رہنا، یہاں سے متمتع ہونا، یہاں کی دنیا سے لطف اندوز ہونا، بس یہ اس کی کل دنیا ہوتی ہے۔ انسان کو مختلف بنایا گیا، انسان کو دو ٹانگوں پر سیدھا کھڑا کیا اور کہتے ہیں کہ علماء نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے انسان کی فطرت میں یہ ڈالا ہے کہ وہ بلندی کی طرف، ترقی کی طرف، اونچائی کی طرف بڑھنا چاہتا ہے۔ آگے سے آگے جانا چاہتا ہے تو یہ انسان کی فطرت ہے۔ دنیا کے اندر دیکھیں کہ ایک بھی ایم اے کر کے سکون نہیں آتا، چار چار چھ چھ ایم اے کی ڈگریاں لوگوں نے جمع کی ہوئی ہوتی ہیں، حالانکہ ایک سے بھی گزارا ہوتا ہے، ایک چڑیا ہوتی ہے اور ایک گھونسلہ بناتی ہے اور اس کے لیے وہ کافی ہو جاتا ہے۔ انسان کے دس دس گھر بھی ہوتے ہیں اور اس کو پھر بھی سکون نہیں آتا۔ وہ گیارہویں کی تلاش میں ہوتا ہے۔ تو یہ زیادہ سے زیادہ آگے سے آگے، بہتر سے بہتر کی تڑپ ہوتی ہے انسان کو۔ یہ انسان کی فطرت میں ہے، لیکن شریعت اس تڑپ کو پھیرتی ہے آخرت کی طرف اور یہ چاہتی ہے کہ انسان کی، مسلمان کی تربیت اس طرز پر ہو کہ دنیا میں کم سے کم پر بھی گزارا کرنے پر راضی ہو، لیکن آخرت میں اونچی سے اونچی چیز (کے لیے کوشش کرے)۔ کیسا مومن ہے جو دنیا کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ چیز چاہتا ہے اور آخرت میں کم سے کم پر راضی ہے؟! ہونے کو تو جنت میں کسی کو کوڑا رکھنے کی بھی جگہ مل جائے تو بہت ہے، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں کہ اللہ سے فردوس مانگو، اللہ سے جنت الفردوس طلب کیا کرو، اللہ سے قریب سے قریب تر ہونے کی کوشش کرو۔ انسان اعلیٰ سے اعلیٰ چیز اللہ سے مانگے۔ ہمتیں بلند رکھے، عزائم بلند رکھے تو وہ کیسا صالح آدمی ہے، وہ کیسا اللہ کا بندہ ہے جو اپنے آپ کو متقی سمجھتا ہے اور دیگر عبادات میں مصروف ہے اور جہاد جیسی عظیم الشان عبادات کو چھوڑ کر بیٹھا ہوا ہے۔ ایسی عبادت کہ جس کے اندر وہ سارا کچھ مل رہا ہو جو اور کسی عبادت میں ملنے کا امکان نہیں ہے۔ تو وہ کیوں اس کو چھوڑے گا چاہے، جہاد فرضِ عین نہ بھی ہو تو اس کے یہ فضائل دیکھتے ہوئے اس کا دل یہ چاہتا ہو کہ اس نے آخرت میں رب کو راضی کرنا ہے، تو اس کی طرف لپکنا چاہیے اور جو اس رستے میں پہلے ہی ہیں ان کے لیے اس رستے کی قدر میں اضافہ ہو جانا چاہیے۔

اسی طرح ایک اور حدیث ہے، بس اسی پر اکتفا کریں گے جہاد کے فضائل سے اور شہادت کے فضائل کے حوالے سے، بخاری کی حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص جنت میں ایک دفعہ چلا جائے گا اس میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہے گا کہ بھلے دنیا کا سب کچھ ہی، دنیا کی سب چیزیں اس کو دے دی جائیں تو بھی واپس دنیا میں لوٹ جائے۔ ساری دنیا کا مالک اس کو بنا کر بھیجا جائے تو وہ اس پر بھی راضی نہیں ہوگا۔ کیوں؟ کوئی راضی ہو دنیا کے اندر، جس نے میٹرک بھی پاس کیا ہو پھر بھی پوچھیں کہ دوبارہ میٹرک کا امتحان پاس کر لے اچھا گریڈ آ جائے، تو اب دوبارہ ذرا اس سے گزرے ایک سال اور دوبارہ یہ ساری پڑھائی کرے، دن رات یہ محنت کرے، تو کوئی آدمی اس کے لیے راضی نہ ہوگا۔ اگر کوئی فیل ہو جائے کسی غلطی کی وجہ سے، کوئی ٹیکنیکل وجہ سے، آپ پھر سے امتحان دیں تو دنیا کے اس حقیر سے امتحان کے لیے کوئی نہیں راضی ہوتا۔ تو کسی کو اگر کہا جائے کہ اس دنیا کے اندر جہاں تکلیفیں آزمائشیں اور سب سے بڑی آزمائش یہ کہ

شیطان بھی کھینچ رہا ہے، نفس بھی کھینچ رہا ہے، ہر چیز اپنی طرف بلا رہی ہے اس میں اللہ کی عبادت پر قائم رہنا، اس کشمکش سے نکل کر ایک بندہ جنت تک پہنچ جائے، عذاب سے بچ جائے، اللہ کی پکڑ سے بچ جائے، پھر اس کو کہا جائے کہ واپس جاؤ! کون راضی ہو گا اس پر؟ کوئی بھی راضی نہیں ہو گا، إلّا شہید، سوائے شہید کے۔ ایک وہ، وہاں پر وہی دیوانہ ہو گا جو کہے گا کہ میں نے واپس جانا ہے اور وہ کیوں کہے گا کہ میں نے واپس جانا ہے، کیا کہے گا، وہ تمنا کرے گا کہ میں دنیا میں جاکے دس مرتبہ یہی کام کروں، دس مرتبہ قتل ہو کے جنت میں پہنچوں۔ پھر واپس جاؤں، قتل ہو کے جنت پہنچوں اور پھر واپس جاؤں...... کیوں؟ کیونکہ شہادت کے بعد اس کو جو مقام ملا ہو گا، وہ اس کرامت کو دیکھتے ہوئے، اس اونچی عزت اور مقام کو دیکھتے ہوئے وہ چاہے گا کہ میں دس مرتبہ یہی مقام پاؤں، مزید اجر ملے، مزید اجر ملے۔ بار بار اس لطف کو پاؤں جو شہادت کے اندر ملتا ہے۔

تو پیارے بھائیو! علماء یہ فرماتے ہیں، شیخ علی الخضیر اس کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ شہادت کی فضیلت کے بارے میں اس سے بڑی کوئی حدیث نہیں ہے۔ یہ ایک حدیث جو ہے ناں شہادت کی فضیلت سمجھانے کے لیے کافی ہے کہ جنت میں جاکے اس کو چین نہیں آرہا واپس دنیا میں آنا چاہتا ہے، شہادت کا مزہ دوبارہ چکھنے کی خاطر۔ کہتے ہیں کہ یہ ایک حدیث کافی ہے۔

یہ سارے فضائل ایک طرف، لیکن ساتھ ہی ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار شرطیں بتائیں کہ جس کو شہادت قبول کروانی ہے، اس کو اپنے اندر یہ چار شرطیں پیدا کرنی ہوں گی۔ اور یہ چار شرطیں یہ بات واضح کرتی ہیں کہ ہر مسلمان جو کافر کے ہاتھ سے مارا جائے وہ شہید نہیں ہے۔ ہر مسلمان جو قتل ہو جائے وہ شہید نہیں ہے، شہادت کے لیے کچھ اوصاف ہیں جو پورے کرنے پڑیں گے، تب اللہ کے ہاں وہ شہادت قبول ہو گی۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

بقیہ: خطوط از ارضِ رباط

اسی لئے اسی ماحول میں رہ کر دعوت و تبلیغ کے ذریعہ شریعت سے متصادم گندے ماحول کو بتدریج تبدیل کرتے رہنا ہے۔ جہاں یہ دعوت و تبلیغ کارگر ثابت نہ ہو اور دشمن کے خلاف کاروائی کرنا ناگزیر ہو وہاں کاروائی کرنا بھی مقصود ہو۔ اس صورت میں ماحول کی خرابی کے باوجود 'ہجرت' امیر کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ وہ شریعت سے متصادم گندے ماحول میں کسی صورت میں نہ اپنا ایمان محفوظ بنا سکتا ہے اور نہ ہی اپنے اہل و عیال کا ایمان محفوظ کر سکتا ہے۔ اس سے بھی ایک قدم آگے وہ اس گندے ماحول میں ملوّث ہوئے بغیر دشمنوں سے چھپ بھی نہیں سکتا اور نہ امیر کی ہدایت کے مطابق کام کر سکتا ہے۔ تو اُسے چاہیے کہ وہ امیر سے درخواست کرتا رہے اور اپنے آپ کو امیر کے سپرد کر دے اور امیر سے کہہ دے کہ میرے اور میرے گھر والوں کے ایمان کی حفاظت اور دشمنوں سے بچاؤ آپ ہی کے ذمّہ ہے تو بعید نہیں کہ امیر اُسے وہاں سے محفوظ مقام پر 'ہجرت' کرنے کی اجازت دے دے۔

میں آپ کے تمام حالات سے کم و بیش باخبر ہوں۔ پریشان نہ ہوں، صبر سے کام لیجیے، اللہ کی مدد آنے ہی والی ہے۔ ویسے بھی ہمارے دل ایک ساتھ ہی دھڑکتے ہیں۔ بظاہر لگتا ہے کہ بڑا فاصلہ ہے۔ لیکن یہ ناپ و تول اور اسکیل کا فاصلہ ہے۔ مؤمن کا دل اور ہی ہوتا ہے، وہ تو لمحوں میں عرشِ عظیم کی سیر کرتا ہے۔ صرف اللہ کا دامنِ رحمت تھامے رہیں، اسی سے لو لگائیں، اللہ کے ہاں دیر ضرور ہے مگر اندھیر نہیں۔ اللہ مؤمنوں کا دوست ہے۔ ارشاد ہے:

﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾

"جو لوگ ایمان لائے ہیں اُن کا دوست اللہ تعالیٰ ہے کہ اُن کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے" [سورۃ البقرہ: ۲۵۷]

والسلام، دعاؤں کا طلبگار

آپ کا بھائی

قاری عبد العزیز

☆☆☆☆☆

'نوائے غزوۂ ہند' کے سوشل میڈیا اکاؤنٹس

تمام معزز قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ 'نوائے غزوۂ ہند' کے 'سوشل میڈیا اکاؤنٹس' توزیعی مقاصد (propagation) کے لیے ہیں۔ ان اکاؤنٹس کو 'نوائے غزوۂ ہند' کی مجلسِ ادارت یا مدیر سے رابطے کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔ 'نوائے غزوۂ ہند' سے رابطے کے لیے مجلّے کے تازہ ترین شمارے میں درج مجلسِ ادارت یا مدیر کے 'ای میل ایڈریس' کو استعمال کیا جائے۔

شکریہ، جزاکم اللہ خیراً کثیراً

(مجلسِ ادارت 'نوائے غزوۂ ہند')

مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟

ترجمہ: مولانا ڈاکٹر عبید الرحمن المرابط

یہ تحریر یمن کے ایک مجاہد مصنف ابو البراء الاِبی کی تصنیف 'تبصرة الساجد في أسباب انتكاسة المجاهد' کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے ایسے افراد کو دیکھا جو کل تو مجاہدین کی صفوں میں کھڑے تھے، لیکن آج ان صفوں میں نظر نہیں آ رہے۔ جب انہیں تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ دنیا کے دیگر دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور اس سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟ یہ تحریر ان سوالوں کا جواب ہے۔ (ادارہ)

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف المرسلين ، محمد بن عبد الله الصادق الأمين، صلوات ربي وسلامه عليه وبعد،

جہاد کا راستہ کٹھن اور طویل ہے۔ آزمائشوں اور تکالیف سے بھرا ہوا ہے۔ راہ چلتے ہر سو کانٹے بچھے ہیں۔ جہاد کو یہ نام اسی لیے تو دیا گیا ہے کہ کیونکہ اس میں مشقت اور تھکن ہوتی ہے۔ اور یہ کٹھن کیوں نہ ہو کہ یہ جنت کا راستہ ہے، دینِ اسلام کی چوٹی ہے، جس کے برابر کوئی اور عمل نہیں۔ یہاں تک کہ زندگی بھر روزے رکھنے اور راتوں کو تہجد میں گزارنے والا بھی اس کے مرتبہ اور مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

پس جو چاہتا ہے کہ وہ اصولوں کا پاسدار ہو اور لوگوں تک پہنچانے کے لیے کسی دعوت کا علمبردار ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ان [مشکلات] کی طرف خاص دھیان دے۔ ان کے لیے خود آمادہ بھی ہو۔ اور واقع ہو جانے کی توقع بھی رکھے۔ بلکہ اسے یقین ہو کہ اسے ان [مشکلات] میں سے کچھ نہ کچھ تو ضرور پیش آئے گا۔ اور جو یہ چاہتا ہو کہ یہ [کام] بس ایک خوبصورت کلام، ایک مختصر سفر، ایک دلکش سیر، ایک بھرپور محفل، ایک زبردست تقریر ہو اور اس کا انتہائی اکرام و اعزاز ہو تو اسے چاہیے کہ وہ پیغمبروں اور ان کے پیروکار داعیوں کی تاریخ پڑھ لے۔ جب سے یہ دینِ اسلام آیا ہے۔ بلکہ جب سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں۔ آج تک۔

صحیح حدیث میں ہے:

> إن أحدكم ليعمل بعمل أهل الجنة، حتى ما يكون بينه وبينها إلا ذراع، فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل أهل النار فيدخلها.
>
> ”تم میں سے کوئی شخص اہل جنت کے عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک گز رہ جاتا ہے۔ پھر اس پر تقدیر غالب آ جاتی ہے اور وہ دوزخیوں کا کام کر لیتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے“۔

اور کتبِ سنن میں یہ حدیث بھی درج ہے:

> إن العبد ليعمل بعمل أهل الجنة سبعين عاما، ثم يحضره الموت فيجور في وصيته فيدخل النار
>
> ”بندہ ستر سال جنت والوں کا کام کرتا ہے۔ یہاں تک کہ موت قریب آتی ہے تو اپنی وصیت میں ظلم کر بیٹھتا ہے اور یوں دوزخ چلا جاتا ہے“۔

بینائی کے بعد اندھا ہو جانا کتنا مشکل ہے۔ اس سے زیادہ سخت ہدایت کے بعد گمراہی، اور تقویٰ کے بعد معصیت میں مبتلا ہونا ہے!۔

دنیا میں کتنے خاشعة پرہیزگار چہرے تھے۔ جو کہ آخر کار عاملة ناصبة (مشقت زدہ تھکے ماندے) تصلى نارا حامية (دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے)۔ کتنے ایسے کشتی سوار ہیں جو ساحلِ نجات کے قریب پہنچ جاتے ہیں لیکن جونہی کشتی لنگر انداز ہونے لگتی ہے خواہشات کی موجیں آ کر کشتی کو الٹا پٹخ دیتی ہیں اور سوار ان خواہشات میں غرق ہو جاتے ہیں۔ یہ خطرہ تمام مخلوق کو لاحق ہے۔ بندوں کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ جیسے چاہے انہیں پلٹتا رہتا ہے۔ بعض نے کہا: تعجب کی بات یہ نہیں ہے کہ ہلاک ہونے والا کیسے ہلاک ہوا۔ تعجب تو یہ ہے کہ بچنے والا کیسے بچ نکلا۔

اور تم اے مجاہد بھائی! تم تو خطرات سے بھرے راستے پر چل رہے ہو۔ اس راستے میں خواہشاتِ نفس اور شکوک و شبہات کے فتنے آڑے آتے ہیں۔ اندھیری رات کی مانند فتنے جو انتہائی صابر شخص کو بھی حیران و پریشان کر دیں اور ہوش مند ایسے نظر آئے گویا نشے میں دھت ہے۔ ایسے فتنے جس میں صبح کو شخص مؤمن اور رات کو کافر بن جاتا ہے۔ اور رات کا مؤمن صبح کو کافر ہو جاتا ہے۔ اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے سے فائدے کی خاطر بیچ ڈالتا ہے۔

اس راستے پر غور کرنے والو کو نظر آئے گا کہ جوانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس راستے پر چلتی آئی ہے۔ لیکن ان میں سے بہت کم ہیں جو ثابت قدم رہے ہوں۔ کتنے جوانوں نے سوویت یونین کے خلاف اولین جہاد کے وقت افغانستان کا رخ کیا۔ وہاں کے کوہساروں میں کئی مہینے اور سال گزارے۔ پھر اپنے وطن لوٹے۔ اب دیکھیں ان میں سے کتنے اسی راستہ پر ثابت قدم ہیں؟ کیا یہ کم نہیں ہیں!۔ بلکہ کم سے بھی کمتر۔ ان میں سے بہت الٹے پاؤں پھر گئے اور بھاگنے کا راستے تلاش کرنے لگے۔

اسی طرح دیکھیں کہ [یمن کے شہر] 'مکلّا' کے دنوں میں جہاد کے لیے نکلنے والے کتنے تھے جو 'انصار الشریعۃ' کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور اب اس راستے پر ثابت قدم رہنے والے کتنے رہ گئے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ بہت کم۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

اللهم مقلب القلوب ثبت قلوبنا على طاعتك

”اے اللہ، دلوں کو پھیرنے والے، ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر ثابت رکھ“۔

اور نبی اکرم ﷺ یہ دعا بکثرت مانگتے تھے۔ سوچیے کہ ایسا کیوں؟

کیونکہ آپ ﷺ بخوبی جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ:

قلوب العباد بين أصبعين من أصابع الرحمن يقلبها كيف يشاء

”بندوں کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ جیسے چاہے انہیں پلٹتا ہے“۔

تو اے مجاہد بھائی! ثابت قدم رہنا ایک مشکل عمل ہے۔ اس لیے یہ دعا ہرگز نہ بھولنا۔

اس راستے پر ٹھوکریں کھانے والے کتنے ہیں جو یہاں وہاں گرے پڑے ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جو جہاد میں سبقت لے جانے والے تھے۔ حجت یہ پیش کرتے ہیں کہ صورت حال ہم پر ابھی واضح ہوئی۔ یا یہ کہ ہم نے فلاں کے ہاں غلو پایا۔ یا یہ کہ وہ ایجنسیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ یا یہ کہ ان کے انتظامات انتہائی کمزور ہیں۔ یا یہ کہ وہ جلد باز ہیں۔ یا یہ کہ ان کے ہاں علماء نہیں ہیں۔۔۔ اور یا یہ یا وہ۔

[مصر کی] ’الجماعہ الاسلامیہ‘ جس نے تصانیف شائع کیں، محنت کی، جہاد کیا۔ آج کہاں ہے! ان کے بعض قائدین ’موقف پر نظر ثانی‘ کے نام پر بہت بری طرح گرے۔ ولا حول ولا قوة الا بالله۔

ثابت قدمی تو سختی کے وقت معلوم ہوتی ہے۔ احد میں منافقین کا تب ہی پتہ چلا جب انہیں اندازہ ہوا کہ جنگ کی کایہ پلٹی ہے اور غنیمت کا امکان بھی کم ہے۔ پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ﴾

”جب تم لوگ غنیمتیں لینے چلو گے تو جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ کہیں گے ہمیں بھی اجازت دیجیے کہ آپ کے ساتھ چلیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے قول کو بدل دیں“۔[الفتح:15]

وہ صرف جیت اور فتح کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۡ وَ اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا﴾

”جو تم کو دیکھتے رہتے ہیں اگر خدا کی طرف سے تم کو فتح ملے تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ اور اگر کافروں کو (فتح) نصیب ہو تو (ان سے) کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے اور تم کو مسلمانوں (کے ہاتھ) سے بچایا نہیں۔ تو خدا تم میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ اور خدا کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا“۔[الفتح:141]

یہ ہر زمان و مکان میں منافقین کا رویہ ہے۔ گرنے والوں پر اتنا تعجب نہیں ہوتا جتنا ان پر ہوتا ہے جو گرنے والوں کے لیے جواز پیش کرتے ہیں۔

آج کل جوانوں میں ایک فتنہ پیدا ہوا ہے۔ مکڑی کے جالے سے بھی کمزور حجتوں کے بہانے مرتدین کے ہاتھوں تسلیم ہو جانے کا فتنہ۔ یہ فتنہ انہیں اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔ طواغیت کے ہاتھوں تسلیم ہونے والے ایک شخص سے جس نے کچھ علم بھی حاصل کر رکھا تھا، جب پوچھا گیا: کیوں تسلیم ہوئے؟

تو جواب دیا کہ میں نے مسئلے کا شرعی، عسکری اور اسٹریٹجک زاویوں سے جائزہ لینے کے بعد ایسا کیا!

والعیاذ باللہ! اللہ سے ثابت قدمی کا سوال ہے۔ شریعت میں کہاں سے تمہیں یہ جواز ملا کہ اگر کسی امیر کے ساتھ اختلاف ہو، چاہے امیر کی ہی غلطی کیوں نہ ہو، کہ تم منہج ہی کو چھوڑ دو اور الٹے پاؤں پھر جاؤ۔ اور ان مرتدین کے ہاتھوں اپنا آپ سپرد کر دو جو دن رات اللہ تعالیٰ کے خلاف اور اس کے اولیاء کے خلاف لڑتے ہیں، جنہوں نے بہترین بندگانِ خدا کو قتل کیا ہے، ہر جگہ مجاہدین کو قید و بند میں رکھا ہے اور اسلام کے خلاف کھلم کھلا لڑتے ہیں؟

اے میرے مجاہد بھائی! ایک حقیقت جو لازماً آپ کو جاننی چاہیے کہ آپ اس راستے پر فلاں امیر کے نام پر نہیں نکلے۔ بلکہ فی سبیل اللہ جہاد کے لیے نکلے ہیں۔ اگر امیر کے ساتھ اختلاف ہے تو یہ تمہارے لیے راستے کی رکاوٹ نہ بن جائے۔

پیغمبر پاک ﷺ کی وفات سے جس شخص پر کمزوری طاری ہوئی اس سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾

”اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف (خدا کے) پیغمبر ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں، بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ؟) اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو خدا کا کچھ نقصان نہ کر سکے گا اور خدا شکر گزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا“۔ [آل عمران:144]

استاد سید قطب فی ظلال القرآن میں فرماتے ہیں:

”بے شک وہی خسارے میں ہے، جو راستہ چھوڑنے سے اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کے الٹے پھر جانے سے اللہ سبحانہ وتعالی کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اللہ لوگوں سے اور ان کے ایمان لانے سے بے نیاز ہے۔

لیکن بندوں پر اللہ کی رحمت ہے کہ خود ان کی خوشحالی اور ان کی بھلائی کے لیے یہ منہج ان کے لیے اتارا۔ جو بھی الٹا پھر جاتا ہے اسے اس عمل کی سزا خود اس کی ذات میں اور ارد گرد لوگوں میں بدبختی اور پریشانی کی شکل میں مل جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نظام، زندگی اور خلق خدا تمام فساد کا شکار نہ ہو جائیں۔ تمام معاملات ٹیڑھے نہ ہو جائیں۔ اور لوگ اس واحد منہج سے الٹے پھرنے کے سبب اپنے کیے کا مزہ نہ چکھ لیں۔ وہ منہج جس کے تحت زندگی سدھر سکتی ہے۔ جس کے تحت لوگ سدھر سکتے ہیں۔ فطرت اس کے تحت اپنے آپ کے ساتھ امن میں رہ سکتی ہے۔ اور جس کائنات میں یہ فطرت وجود میں آئی تھی اس کے ساتھ بھی امن میں رہ سکتی ہے“۔

جب میں نے دیکھا کہ شیطان نے اپنے جال بچھا رکھے ہیں تاکہ اس راستے پر چلنے والوں کو اس میں پھنسا دے۔ تو میں نے وہ قینچی بنانا شروع کی جس سے یہ جال کٹ سکے اور یہ بھائی اس جال سے بچ نکلیں۔ سو میں نے یہ کتاب لکھی اور میرے لیے یہ کافی ہے کہ اس میں میں نے اہل علم کے بکھرے ہوئے اقوال ہی جمع کیے ہیں تاکہ (مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟) کے موضوع کا احاطہ ہو سکے۔ پس جب آپ کو ان وجوہات کا علم ہو جائے تو ان میں گرنے سے اپنے آپ کو ضرور بچائیں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم نے فرمایا:

كان الناس يسألون رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الخير وكنت اسأله عن الشر مخافة أن يدركني

”لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں دریافت کرتے تھے۔ اور میں شر کے بارے میں اس ڈر سے کہ میں خود اس میں نہ پڑ جاؤں“۔

[عربی شعر کا مطلب ہے:] میں شر کو شر کی خاطر نہیں جانتا لیکن اس سے بچنے کے لیے۔ کیونکہ جو شر اور خیر کے درمیان فرق نہ کر سکے اس کا شر میں پڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

یا اللہ! ہمیں اپنے دین پر استقامت دے۔ اے دلوں کو پلٹنے والے اللہ! ہمارے دل اپنے دین پر ثابت رکھ۔ اے دلوں کو پھیرنے والے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر پھیر دے۔ اے اللہ! ہم شبہات اور شہوات کے فتنوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ! ہم جہنم کے عذاب، قبر کے عذاب، زندگی اور موت کے فتنے اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

ابو البراء الإبی۔

پہلی وجہ: مجاہدین کے ساتھ بغیر قائل ہوئے اور بغیر رغبت کے مل جانا

کئی افراد کو ایسا پائیں گے کہ وہ مخصوص وجوہات کے سبب مجاہدین کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ مثلاً:

- کیونکہ وہ ان کے ساتھ مانوس ہیں۔ یا چونکہ ان کے اخلاق اچھے ہیں۔
- کیونکہ انہیں ان میں کوئی خاص شخص پسند ہے۔ چاہے اس کی بہادری کی وجہ سے اور چاہے اپنی رشتہ داری کی وجہ سے۔
- وہ ان کے ساتھ اس لیے ملے کیونکہ انہیں طواغیت کی جانب سے ایسا برتاؤ دیکھنے کو ملا جس سے ان پر اثر پڑا۔ جیسے کہ خود ان پر ظلم ہوا ہو یا ان کے سامنے کسی اور پر۔
- وہ اس لیے مجاہدین کے ساتھ شامل ہوئے کہ انہوں نے نوجوانوں کو جہاد پر ابھارنے والا مواد پڑھا یا دیکھا تھا۔ عموماً ایسے افراد جلد جہاد چھوڑ جاتے ہیں اگر وہ اپنے تعلق کو مضبوط نہ کریں۔
- اپنے قبیلے کی وجہ سے مجاہدین سے ملے ہوں۔ مثلاً ان کے قبیلے پر حوثیوں نے یا دیگر طواغیت نے ظلم کیا ہو۔
- وہ مجاہد جوانوں میں اس لیے شامل ہوئے کہ ان کے علاقے پر حوثیوں نے یا دیگر طواغیت نے زمین تنگ کر دی اور انہیں مجاہدین کے علاوہ کہیں پناہ نہ ملی۔ ممکن ہے کہ انہیں اس راستے کی سختی کا اندازہ نہ تھا۔

اللہ تعالی نے پیغمبروں کے پیروکاروں کو خبر دی ہے کہ انہیں ہمیشہ ایسے افراد کا سامنا ہو گا جو انہیں ناحق برا بھلا کہیں گے، جھوٹی تہمتیں باندھیں گے اور ہر طرح کی اذیت دیں گے۔ خاص کر زبانی۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾

”(اے اہل ایمان) تمہارے مال و جان میں تمہاری آزمائش کی جائے گی۔ اور تم اہل کتاب سے اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے۔ اور تم اگر صبر اور پرہیزگاری کرتے رہو گے تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔“ (آل عمران:186)

یہ آیت ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی جیسا کہ صحیح بخاری میں آیا ہے۔ تو اندازہ لگائیں کہ ہجرت سے پہلے انہیں کتنی ایذا پہنچی تھی؟

اس لیے یہ انتہائی اہم ہے کہ مسلمان حق کو دلیل کی بنا پر جانے۔ تاکہ اسے فتنے اور دشمن کی طرف سے پھیلایا جانے والا پراپیگنڈہ متزلزل نہ کرے۔ پس جو اللہ پر ایمان لائے، طاغوت کا انکار کرے، جہاد کے واجب ہونے کا قائل ہو، اپنے اوپر عائد ذمہ داری کو جان کر مجاہدین کی نصرت کرے، تو بِإِذنِ اللہ ثابت قدم رہے گا۔ اسے طواغیت کے جھوٹ اور فتنے زندگی بھر کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

اگر یہ بات واضح ہو گئی ہے، تو جو شخص ایسے فتنوں کے مقابلے میں اپنے اندر کمزوری پاتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ٹٹولے۔ اور دیکھے آیا اس نے جہاد کی جو تائید کی اور مجاہدین کی نصرت کی وہ محض جذبات اور جوش میں آکر کی، آیا یہ تائید دلیل اور عقیدہ سے خالی تھی؟ یا اس نے مجاہدین کی تائید اپنے اوپر عائد نصرتِ جہاد و مجاہدین کی شرعی ذمہ داری ادا کرنے کے سبب کی۔ پھر وہ دیکھے کہ مجاہدین کیا کہتے ہیں اور کیا دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ پھر ان دلیلوں کو اپنائے۔

ایسے افراد میں سے ایک شخص طاغوت کی جیلوں میں گرفتار رہا پھر رِہا ہو گیا۔ لیکن رِہا ہونے کے بعد اس راستے پر چلنے والے تمام اشخاص سے کٹ گیا۔ یہاں تک کہ نوجوانوں میں سے جب کوئی اسے سلام کرتا تو کہتا: کیا ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟ اور ایسا بیگانہ بنا رہتا جیسے کہ نہ وہ اس کو جانتا ہو اور نہ کبھی اس سے ملا ہو۔

مجاہد کو خوب جان لینا چاہیے کہ جہاد ہر نیک و فاجر کے ساتھ واجب ہے۔ اگر خدانخواستہ مجاہدین فاجر اور ظالم ہوتے لیکن ان کا جہاد شریعت کے موافق ہوتا تو تب بھی ان کی نصرت اور مدد کرنا واجب ہوتی۔ یہ اہل سنت کا ایسا عقیدہ ہے جس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اس پر قرآن وسنت کی دلیلوں میں کوئی اشکال نہیں۔ یہ تو اگر مجاہدین واقعی فاجر ہوتے جیسا کہ انہیں طواغیت برا بھلا کہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور مؤمن جانتے ہیں کہ یہ جھوٹ اور بہتان ہے! اور یہ جانتے ہیں کہ مجاہدین صادقین اور صابرین ہیں۔ سال بھر روزے رکھتے ہیں اور راتوں کو تہجد پڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ﴾

”مومنو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں وطن چھوڑ کر آئیں تو ان کی آزمائش کر لو۔“ (الممتحنہ: 10)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر میں فرماتے ہیں:

”جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آزماتے تھے ان میں تین اقوال ہیں۔ ان تین کا خلاصہ یہ ہے:

1. کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قسم لیتے تھے کہ وہ نہ اپنے شوہر سے بغض کی وجہ سے نکلی ہے، نہ ایک جگہ کے بجائے دوسری جگہ تبدیل کرنے کے لیے، نہ دنیا کے طلب میں، نہ کسی مسلمان کے عشق میں۔ اگر وہ یہ قسم اٹھا لیتی تو اس کی ہجرت قبول کر لیتے۔ یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔
2. کہ آپ ان سے کلمہ شہادت یعنی کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی سے آزماتے تھے۔ یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔
3. کہ آپ انہیں اس آیت کے بعد دوسری آیت میں مذکور بیعت سے آزماتے تھے۔ یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔“

پس نیت پر ہر کام کا دارومدار ہے۔ نیت ہی عمل کی روح ہے۔ عمل تب ہی صحیح ہوتا ہے جب نیت صحیح ہو۔ اور اگر نیت فاسد ہو تو فاسد ہو جاتا ہے۔ [یہ عمل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجر خواتین کے ساتھ کرتے تھے۔ یہ عمل ہر شخص خود اپنے ساتھ کرے اور نفس کو ٹٹولے۔ اور دیکھے وہ کس دلیل کی بنا پر گھر سے نکلا۔]

☆☆☆☆☆

بقیہ: نظریاتی جنگیں

- ہمارے آمروں کی زبان پر خوشحالی، امن وسلامتی اور بین الاقوامی وحدت سے مراد یہود کے دھارے میں بہنا ہے۔
- دنیا میں جہاں کہیں بھی ہمارے خلاف احتجاج ہوگا وہ بھی ہمارے مشوروں بلکہ ہمارے فیصلوں کے مطابق ہوگا، یعنی ہر قوم میں احتجاج کرنے والے بھی ہم کھڑے کریں گے، تاکہ نکاسی جذبات بھی ہوتی رہے۔
- دنیا کی حکومتوں کا پہیہ ہم گھمائیں گے۔
- اخبارات (یعنی تمام ذرائع ابلاغ) میں کوئی خبر ہماری مرضی کے بغیر نہیں شائع ہو گی۔

یہ تھا پروٹوکولز کا ایک اجمالی جائزہ۔ تمام دستاویز اسی طرح کے شیطانی منصوبوں کی آئینہ دار ہیں۔

☆☆☆☆☆

عرب صیہونی... فیصل سے بن زاید تک

حکیم الامت فضیلۃ الشیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

بسم الله والحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وآله وصحبه و من والاه

میرے پیارے مسلمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آج میں خسیس عرب صیہونیوں کے ایک ٹولے کے شیطانی منصوبے پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

خاص طور پر محمد بن زاید پر... جو مسلم دنیا کے قلب میں صیہونی منصوبے کو تقویت دینا چاہتا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اس موضوع پر تفصیل سے بات کروں، میں بہادروں کے ایک گروہ کی شہادت پر امت سے تعزیت کرنا چاہتا ہوں، اللہ ان پر رحم کرے، انہیں جنت کے اعلیٰ درجات عطا فرمائے اور ہمیں ان کے ساتھ اپنی رحمت کے سائے میں دوبارہ اکٹھا فرمائے۔ شہداء کے اس ممتاز گروہ میں بھائی محمد سعید الشمرانی، ابو ہریرہ الصنعانی، ہشام العشماوی، شیخ ابو مصعب عبد الودود، ابو القسام الاردنی اور ابو محمد السوڈانی ہیں۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

یہ معزز بھائی، صلیبیوں کی جارحیت اور ان کے کرائے کے سپاہیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اور اپنے دین، اپنی امت، اپنی حرمتوں کا دفاع کرتے ہوئے اس دنیا سے آخرت کی طرف چلے گئے۔ انہوں نے عمدہ اور قابل رشک مثالیں قائم کیں، ان لوگوں کے لیے راستہ روشن کیا جن کا راستہ جہاد، بے لوثی اور قربانی ہے۔

اللہ تعالیٰ محمد سعید الشمرانی پر رحم کرے جن کی بنیادی پریشانی اپنی امت کی فکر تھی۔ اپنی بہادری سے انہوں نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ روایت کو زندہ کیا۔ اور اس طرح وہ اس زمانے کے (سب سے بڑے) بُت کی قوتوں یعنی صلیب کی فوج میں سرایت کر گئے۔ انہوں نے انہیں اپنے دستیاب ذرائع سے سخت چوٹ لگائی۔ اللہ انہیں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

اللہ تعالیٰ رحم کرے ثابت قدم امیر اور نڈر شیر ابو ہریرہ الصنعانی پر جو اپنی غار پر جمے رہے۔ انہوں نے جزیرۃ العرب میں اپنے مجاہد بھائیوں کی رہنمائی کی جنہیں صلیبی امریکی افواج، اماراتی اور سعودی کرائے کی افواج اور صفویوں کی مزدور فوج کی طرف سے جاری جنگ کا سامنا ہے۔ نہ وہ پیچھے ہٹے اور نہ ہی دباؤ کے سامنے جھکے؛ بلکہ انہوں نے جھنڈے کو اونچا رکھا یہاں تک کہ انہوں نے اسے اپنے پاکیزہ خون سے رنگین کر کے اپنے جانشین کو منتقل کر دیا۔

میں امت اور اس کے مجاہد بیٹوں کو صابر ہیرو ہشام عشماوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر بھی تعزیت پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اور جب ہشام عشماوی کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے ساتھیوں عماد عبد الحمید اور عمر رفاعی سرور رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھی ضرور کرنا چاہیے۔ ثابت قدمی اور بے لوثی کے یہ مشعل بردار ہمیں یہ امید دلاتے ہیں کہ مصر کی ثابت اور صابر سرزمین ایسے دلیر اور جنگجو پیدا کرتی رہتی ہے جو جہاد، دعوت اور بے لوثی، شرافت، عزت اور شان کے جھنڈے نسل در نسل منتقل کرتے رہتے ہیں۔

جہاں تک میرے بھائی، شیخ، مجاہد، دانا امیر، ابو مصعب عبد الودود (کا تعلق) ہے تو وہ مغرب اسلامی میں جہاد کی عظیم شخصیات میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے ساتھیوں عبد الحمید، ابو عبد الکریم اور انس پر رحمت فرمائے۔

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اُن کو اُن کی قربانیوں پر اجر عظیم دے جو انہوں نے انتہائی آزمائشی حالات میں اپنی امت کی خاطر پیش کیں۔

شیخ ابو مصعب نے مجاہدین کو اکٹھا کرنے، مسلمانوں کی کوششوں کو مربوط کرنے اور انہیں ایک صف میں متحد کرنے کی طرف راہنمائی کی تاکہ معاصر صلیبی جنگ کا مقابلہ کیا جائے۔ شیخ ابو مصعب سخاوت اور بے لوثی کی بھرپور تاریخ رکھتے تھے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان کی زندگی پر روشنی ڈالیں تاکہ آنے والی نسلوں کے لیے قابل تقلید مثال پیش کریں۔ تاہم، میں یہاں ان کے اور ان کے نیک ساتھیوں کے لیے تعزیت اور مغفرت و رحمت کی دعاؤں پر اکتفا کروں گا۔ میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں اپنی رحمت کے سائے میں ان کے ساتھ دوبارہ اکٹھا فرمائے۔ شاید اللہ مجھے جہاد میں ان کی خوبیوں اور فوقیت کے ساتھ ساتھ ان کی بے لوثی اور سخاوت پر گفتگو کرنے کا آئندہ موقع دے، ان شاء اللہ۔

میں اللہ تعالیٰ سے اپنے مہربان بھائی ابو القسام الاردنی اور ان کے ساتھی شیخ بلال الصنعانی پر بھی رحمت کی دعا کرتا ہوں۔ ابو القسام کی زندگی ایک ممتاز تاریخ کی حامل تھی جو جہاد، ہجرت، قید اور بے لوثی سے بھری ہوئی تھی۔ وہ ایک مہاجر اور مجاہد تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں جانثاری اور قربانی دینا کبھی نہ چھوڑا۔

وہ جہاد کے درجات میں چڑھتے اور بلند ہوتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے انہیں اپنی راہ میں شہادت کا درجہ دیا۔ میں اللہ سے ان کے لیے، ہم سب کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے قبولیت کی دعا کرتا ہوں۔

میں اللہ تعالیٰ سے بھائی شیخ ابو محمد السوڈانی کی شہادت کی قبولیت کے لیے بھی دعا گو ہوں۔

مشرقی افریقہ اور شام میں ان کا جہاد کرنا اور ان کی ہجرت کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی نیکیوں کے پیمانے میں شامل کرے۔ اللہ ہمیں ان کے ساتھ اور تمام شہداء کے ساتھ اپنی لامحدود رحمت کے سائے میں دوبارہ اکٹھا فرمائے، آمین!

شروع میں، میں امتِ مسلمہ کو (اَلقُدسُ لَن تُھَوَّد) مہم کے کامیاب تسلسل پر مبارکباد دینا چاہوں گا۔ اللہ تعالیٰ جہاد کے بہادر ہیروز کو ان کی بہادری پر اجرِ عظیم عطا فرمائے جس کا مظاہرہ انہوں نے ان مبارک کارروائیوں کے دوران مشرقی اور مغربی افریقہ میں جہاد کے خطوطِ اول پر کیا ہے۔

اللہ کی مدد سے کارروائیوں کا یہ سلسلہ اسرائیل کے حقیر غلاموں کے منصوبے کا سب سے مؤثر جواب ثابت ہو گا۔

اے مسلمانو! اس مہم میں حصہ لو۔ القدس کا بدلہ صیہونی قابضین سے لو اور ان لوگوں سے لو جنہوں نے انہیں سب سے پہلے یہاں قدم جمانے کا موقع دیا اور انہیں مدد فراہم کی۔ میں اس موقع پر مشرقی اور مغربی افریقہ میں اسلام کے خطِ اول پر اپنے بھائیوں کو اس فتح پر مبارکباد دیتا ہوں جسے میں اللہ کی عطا کردہ بڑی فتوحات میں سے ایک سمجھتا ہوں۔ یعنی: اسلام کی طرف دعوت کے میدان میں کامیابی۔

مجاہدین اور در حقیقت تمام مسلمانوں کا مقصد اللہ کے حکم کے مطابق بنی نوع انسان کی رہنمائی کرنا اور انہیں اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنی کی طرف لانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

”اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے تمہیں ایسا بنا کر بھیجا ہے کہ تم گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے ہو، اور اللہ کے حکم سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے اور روشنی پھیلانے والے چراغ ہو“۔ (سورۃ الاحزاب: 45،46)

اللہ نے ان اطالوی اور فرانسیسی بہنوں کو اسلام کی ہدایت سے نوازا۔ اللہ انہیں بنی نوع انسان کی ہدایت کی تڑپ رکھنے پر اجر عطا فرمائے۔ اس سے قبل القاعدہ برصغیر میں ہمارے بھائیوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے امریکی وارن وائن سٹائن اور اطالوی لو پورٹو کو اسلام کی توفیق عطا فرمائی تھی۔ وہ دونوں قید کے دوران اسلام لائے اور ان کی رہائش گاہ کو امریکی فضائی حملہ میں نشانہ بنایا گیا اور وہ شہید ہوئے۔ بعد میں اوباما نے ڈھٹائی سے کہا کہ جو ہوا اسے اس پر افسوس ہے کیونکہ وہ جائے ہدف پر ان کی موجودگی سے لاعلم تھا۔

میرے مسلمان بھائیو اور مجاہدو! دلالوں کی ایک پوری نسل نے فلسطین پر سودے بازی کی ہے۔ جب شریف حسین نے دولتِ عثمانیہ کے خلاف بغاوت کی تو اس نے فلسطین کو عثمانیوں سے چھیننے اور بالفور اعلامیہ کی بنیاد پر یہودیوں کے حوالہ کرنے کا سودا کیا۔ جب سائیکس–پیکو معاہدہ کا راز افشا ہوا اور اس کے بعد بالفور اعلامیہ آیا تو شریف حسین کو دھچکا لگا۔ اس پر برطانوی حکومت نے اپنے ایلچی 'کمانڈر ہو گارث' کو برطانوی انٹیلی جنس کے قاہرہ دفتر سے بھیجنے کا فیصلہ کیا تاکہ اسے مطمئن کیا جا سکے۔ اس نے شریف حسین سے بذاتِ خود ملاقات کی اور میٹنگ میں جو ہوا اس پر ایک تحریر لکھی۔ ہو گارث نے سائیکس–پیکو معاہدہ کے موضوع پر لکھا کہ شریف حسین نے اسے یقین دلایا کہ وہ جنگ کی ممکنہ صورتحال کی وجہ سے اصلی منصوبے میں کی گئی ثانوی تبدیلیاں قبول کرے گا۔ جہاں تک بالفور اعلامیہ کا تعلق ہے، ہو گارث نے لکھا کہ شریف حسین کے جواب نے اعلامیہ کے مضمون کو قبول کرنے کا عندیہ دیا ہے۔ اس نے مزید لکھا کہ شریف حسین نے پُر جوش انداز میں اس تجویز سے اتفاق کیا اور کہا کہ وہ پوری عرب دنیا میں یہودیوں کا خیر مقدم کرے گا۔ در حقیقت اس نے اپنی حکومت کے افسران کو (بالفور اعلامیہ) پر عربوں کے ردعمل کو پُرسکون کرنے کا حکم دے کر انگریزوں سے اپنی وفاداری کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد کے مہینوں میں شریف حسین نے اپنے خلوص کا ٹھوس ثبوت پیش کیا۔ اُس نے مصر میں اپنے اعلیٰ درجہ کے پیروکاروں اور انقلابی قوتوں کی صفوں میں اپنے متبعین کو خطوط بھیجے جن میں انہیں یہ بتایا کہ اُسے برطانوی حکومت کی طرف سے یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ فلسطین میں یہودی آبادکاری عربوں کی آزادی سے متصادم نہیں ہو گی۔ اُس نے ان کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ 'برطانیہ عظمیٰ' کے وعدوں پر اعتماد کریں۔ اس نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے پیروکاروں میں بالفور اعلامیہ سے پائے جانے والے خوف کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ اُس نے اِس طرح کی ہدایات دے کر العقبہ میں فیصل کو ایلچی بھیجا۔ اُس نے (باغیوں کے) رسمی مجلہ میں ایک مضمون شائع کرنے کی تجویز دی جس میں فلسطینی عربوں کو ان کی مقدس کتابوں اور روایات کے مطابق مہمان نوازی اور رواداری کے احکام یاد دلائے گئے ہوں۔ اس نے ان کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ یہودیوں کو اپنے بھائیوں کے طور پر خوش آمدید کہیں اور مشترکہ مفادات کے تحفظ کے لیے ان کے ساتھ تعاون کریں۔

جہاں تک اس کے بیٹے فیصل بن حسین کا تعلق ہے تو جنوری ۱۹۱۹ء میں اس نے صیہونی تنظیم کے نمائندہ 'حاییم ویزمین' کے ساتھ مل کر غداری کا معاہدہ کیا جسے 'فیصل–ویزمین معاہدہ' کہا جاتا ہے۔

اس معاہدہ کے مندرجات پر سرسری نگاہ ڈالنے سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

- فیصل نے یہودی ریاست کو عرب ریاست کے برابر تسلیم کیا۔ در حقیقت اس نے دونوں فریقوں کے درمیان واضح طور پر متعین کردہ حدود کے وجود کو تسلیم کیا۔ لہٰذا انور سادات اور یہودیوں کے درمیان امن معاہدہ کرنے والا یہ پہلا شخص نہیں تھا۔
- اس معاہدہ نے فلسطین میں وسیع پیمانہ پر یہودی ہجرت کی حوصلہ افزائی پر زور دیا۔ اس میں بالفور اعلامیہ کو واضح طور پر قبول کرنا بھی تھا۔ سادہ الفاظ میں فلسطین کو مکمل طور پر فروخت کرنے کے عوض فیصل اپنا تخت انگریزوں سے خریدنا چاہتا تھا۔

دوسرے الفاظ میں اس نے شیطان کے ساتھ ایک عرب سلطنت بنانے کے لیے معاہدہ کیا۔ اور اس طرح وہ بجا طور پر ایسی سزا کا مستحق تھا جو اس دنیا کی خاطر شیطان کے ساتھ اتحاد کرنے والوں کے لیے ضروری ہے، یعنی دنیا اور آخرت کا نقصان۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

”ان کی مثال شیطانوں کی سی ہے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ: ’کافر ہو جا‘ پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ: ’میں تجھ سے بری ہوں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے‘۔“ (سورۃ الحشر: 16)

جب پہلی جنگِ عظیم کے بعد دولتِ عثمانیہ کا سقوط ہوا تو اتاترک کے سیکولر نظام نے اس کی جگہ لے لی۔ اس مرحلہ پر خیانت کا نقاب اتر گیا، اسرائیل کو تسلیم کر لیا گیا، ترکی میں صیہونی ریاست کے لیے سفارت خانہ کھولا گیا اور سیکیورٹی اور فوجی معاہدوں کا ایک سلسلہ مکمل ہوا۔ مشترکہ فوجی مشقیں قائم ہوئیں اور وسیع تجارتی تعلقات بھی قائم ہوئے۔ اتاترک کی ریاست نیٹو کی رکن بن گئی اور بعد میں اس نے عراق، افغانستان اور صومالیہ میں مسلمانوں کے خلاف جارحیت میں حصہ لیا۔ آج تک ترکی کی حکومت کی طرف سے انہی پالیسیوں پر عمل کیا جا رہا ہے۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد ایک امن کانفرنس منعقد ہوئی۔ سائیکس-پیکو معاہدہ کی بنیاد پر سابق دولتِ عثمانیہ کے علاقے فرانس اور برطانیہ کے درمیان تقسیم کیے گئے۔

عبد العزیز آل سعود نے برطانیہ اور فرانس کے درمیان شام، عراق اور فلسطین کی تقسیم کا خیر مقدم کیا جیسا کہ اس نے بحرین میں برطانوی ایلچی کو لکھے گئے اپنے خط میں ذکر کیا تھا۔ اس نے لکھا:

”مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ یہ زمینیں برطانیہ اور اس کے اتحادی فرانس کے کنٹرول میں آگئی ہیں۔ میں اس لیے یہ کہتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ان سرزمینوں میں امن اور سلامتی کی ضمانت کا یہی واحد راستہ ہے۔“

پھر ۱۹۴۸ء کی تباہی آئی۔ جنگ کے بعد فروری ۱۹۴۹ء میں عارضی جنگ بندی ہوئی جس کے مقدمہ میں یہ واضح کیا گیا کہ یہ دستخط کرنے والے فریقوں کے درمیان ایک مستقل امن معاہدہ ہے۔ بعد ازاں لوزان اجلاس ہوئے جن کا آغاز اقوامِ متحدہ کے نمائندہ کے فراہم کردہ پروٹوکول سے ہوا۔ جس میں ۱۹۴۷ء کی سرحدوں کی حد بندی کو واضح طور پر تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

پروٹوکول کے متن میں یہ بیان کیا گیا کہ:

”اقوامِ متحدہ کی جانب سے مہاجرین کے حقوق کے تحفظ اور ان کی املاک کے تحفظ اور اس کے ساتھ دیگر مقاصد کے متعلق جنرل اسمبلی کی ۱۱ دسمبر کی قرارداد میں بیان کردہ مقاصد کو فوری طور پر محفوظ بنانے کے لیے اقوامِ متحدہ کی تشکیل کردہ فلسطینی مصالحتی کمیٹی نے عرب ریاستوں کے وفود اور اسرائیلی وفد کو تجویز دی ہے کہ وہ منسلک دستاویز کو کمیٹی کے ساتھ مذاکرات کی بنیاد کے طور پر اپنائیں“۔

زیرِ بحث دستاویز وہ قرارداد تھی جس میں ۱۹۴۷ء میں فلسطین کی تقسیم کے فیصلہ کا اعلان کیا گیا تھا اور نقشے میں علاقوں کی تقسیم کا خاکہ پیش کیا گیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں لوزان کانفرنس میں عرب ریاستوں کی شرکت کا مطلب یہ تھا کہ فلسطین کو تقسیم کرنے کے فیصلہ کو ’خاموش قبولیت‘ دے دی گئی ہے۔

لوزان کانفرنس کے بعد اسرائیل باضابطہ طور پر اقوامِ متحدہ کا رکن بن گیا۔ اس قدم کے ساتھ اقوامِ متحدہ کے تمام رکن ممالک (بشمول عرب اور مسلم دنیا کی ریاستوں) نے اسرائیل کو قانونی طور پر تسلیم کیا اور رکن ممالک ہونے کی وجہ سے وہ اس کے پابند ہیں کہ وہ اقوامِ متحدہ کے اس نئے رکن کی سلامتی اور تقدس کا احترام کریں جیسا کہ اقوامِ متحدہ کے منشور میں بیان کیا گیا ہے۔

اس طرح عرب اور مسلم دنیا کی ریاستوں کی جانب سے اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کے بارے میں پھیلائے گئے جھوٹ کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ یہ ریاستیں اقوامِ متحدہ کے منشور کی پابند ہیں کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کریں، اس کی سالمیت اور سلامتی کا احترام کریں اور اسرائیل کے خلاف طاقت کے استعمال یا دھمکی سے گزار کریں۔

۱۹۵۵ء میں جمال عبد الناصر نے بندونگ کانفرنس کے انتظامات کے دوران برما کے صدر اونو کے ساتھ ٹیلیفون پر بات چیت کرتے ہوئے ۱۹۴۷ء کی تقسیم کو تسلیم کرنے کے اپنے موقف کا اعادہ کیا۔ اپنے ایک پیغام میں اس نے اس بات کا اظہار کیا کہ اگر اسرائیل ۱۹۴۷ء کی حدود کو تسلیم کرتا ہے اور عملی طور پر اس فیصلہ کی پاسداری کرتا ہے تو وہ اس سربراہ اجلاس میں اسرائیلی شرکت قبول کرنے کے لیے تیار ہے کیونکہ اس فیصلہ میں اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کے مطابق اسرائیل کے لیے عالمی برادری کی نشاندہی کی گئی سرحدوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

۱۹۶۷ء کی تباہی کے بعد اسرائیل کے سامنے ہتھیار ڈالنے اور اسے سرکاری طور پر تسلیم کرنے کے پستی کے رجحان نے رفتار پکڑ لی۔

اسی طرح جمال عبد الناصر کی جانب سے اقوامِ متحدہ کی جاری کردہ نومبر ۱۹۶۷ء کی قرارداد ۲۴۲ کو قبول کرنے کا فیصلہ اور بعد ازاں جون ۱۹۷۰ء میں ’راجرز اقدام‘ کو قبول کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ دونوں فیصلوں کا مطلب اسرائیل کی ۱۹۶۷ء سے پہلے کی حدود کو قبول کرنا اور عربوں اور اسرائیلیوں کے درمیان مستقل امن کے لیے جدوجہد کرنے کا پابند ہونا تھا۔

اسی طرح فلسطین کو آزاد کرانے یا فلسطینیوں کی ان کی سابقہ زمین پر واپسی کو یقینی بنانے کے خیال کا انکار: اسی تناظر میں (محمد حسنین) ہیکل نے کہا کہ ناصر ۱۹۶۷ء کی تباہی کے بعد سمجھ گیا تھا کہ اس کے پاس فلسطینی قوم کے ریاست اور سرحدوں والے وطن کی طرف واپس جانے کے حق کے بارے میں بات کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا اس نے اقوام متحدہ کی قرارداد ۲۴۲ کو قبول کر لیا اور سوویت یونین کو اسرائیل سمیت کسی بھی فریق کے ساتھ مذاکرات کا اختیار اس بنیاد پر سونپ دیا کہ مصر دو شرائط پر معاہدہ قبول کرنے کے لیے تیار ہے:

1. اسے قبضہ کے دباؤ میں عرب زمینوں کو ترک کرنے کے لیے نہیں کہا جائے گا۔
2. جب تک اسرائیل ۱۹۶۷ء میں قبضہ کی گئی عرب زمینوں پر قابض ہے اس وقت تک مصر کو اسرائیل کے ساتھ براہ راست مذاکرات کرنے کے لیے نہیں کہا جائے گا۔

پچھلے مقالہ کی بنیاد پر ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ عبد الناصر نے ۱۹۶۷ء کی شکست سے پہلے درج ذیل باتوں کو قبول کر لیا تھا:

- عربوں اور یہودیوں کے درمیان فلسطینی زمینوں کی تقسیم۔
- ۱۹۶۷ء کی تباہی کے بعد اس نے فلسطین کی آزادی یا پناہ گزینوں کی وطن واپسی کے خیال کو ترک کر دیا تھا۔ اس نے اقوام متحدہ کی قرارداد ۲۴۲ کی بنیاد پر امن کو قبول کیا جس (قرارداد) نے اسرائیل کی ۱۹۶۷ء سے پہلے کی حدود کو تسلیم کیا۔

پھر انور سادات آیا جو جدید مصری تاریخ کے سب سے بڑے غداروں میں سے ایک تھا۔ اس نے اسرائیل کے ساتھ معاہدہ کیا۔ سب سے پہلے ۱۷ ستمبر ۱۹۷۸ء کو کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کیا (جس میں امن معاہدہ اور سیلف-زول ایگریمنٹ شامل تھا)۔ دوسرا ۲۶ مارچ ۱۹۷۹ء کو اسرائیل کے ساتھ امن معاہدہ (اس کے تمام ضمیموں اور خفیہ شقوں کے ساتھ)۔

سابق وزیر دفاع عبد الغنی الجمسی انور سادات کا فرمانبردار ملازم ہونے کے باوجود ان غداریوں پر خاموش نہ رہ سکا۔

اس طرح مصر، صلیبیوں کے خلاف اسلام کا سابقہ قلعہ، غداروں کے ایک گروہ کی وجہ سے معرکہ سے نکل گیا۔ تاہم، اسلامی، مجاہد مصر جسے ہم سب جانتے ہیں اس نے ہتھیار نہیں ڈالے۔ مصر کے مخلص بیٹوں کا ایک مجموعہ آگے بڑھا اور اس نے اس غدار فرعون کو قتل کر دیا۔ ہم غداروں اور بیچنے والوں کے فریبی راستے پر بات جاری رکھیں گے۔

سادات کی غداری کے بعد خلیج کی دولت نے ہمیشہ کی طرح پی ایل او کے مختلف عناصر کو برباد اور خراب کرنے میں اپنا مشکوک کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ یہ ایک اہم نکتہ ہے جس کا میں یہاں ذکر کرنا چاہتا ہوں اور ہم بعد میں اس کی طرف لوٹیں گے۔

تنظیم میں غدار عناصر اور بیچنے والوں نے اپنا زہر پھیلانا شروع کر دیا۔ ان لوگوں میں 'ابو مازن' وہ سب سے بڑا دلال تھا، جسے حماس نے 'بڑے بھائی' کے نام سے متصف کیا ہے۔ جو مارچ ۱۹۷۷ء میں قومی فلسطینی کونسل کی طرف سے جاری کردہ ایک فیصلہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ اس فیصلہ میں فلسطینی عوام کے مفادات کے مطابق یہودی طاقتوں سے رابطہ کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ رعایتیں اور سمجھوتے جاری رہے، یہاں تک کہ ۱۵ نومبر ۱۹۸۸ء کو قومی فلسطینی کونسل الجزائر میں اپنے ہنگامی اجلاس میں غزہ اور مغربی کنارہ میں ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کا اعلان کیا، جس کا دارالحکومت القدس تھا۔ اقوام متحدہ کی قراردادوں ۲۴۲ اور ۳۳۸ کی اعلانیہ قبولیت کے ساتھ، اس اعلان میں اسرائیلی ریاست کا خاموش اعتراف شامل تھا۔ ۲۴ اپریل ۱۹۹۶ء کو فلسطینی قومی کونسل نے غزہ میں اپنا ۲۱ واں اجلاس منعقد کیا، جس میں فلسطینی قومی منشور کی ان شقوں کو منسوخ کرنے کے حق میں اکثریت نے ووٹ ڈالے جو پی ایل او اور اسرائیلی ریاست کے باہمی تسلیم کے امکان سے متصادم تھے۔

خیانتیں اور دھوکہ دہی جاری رہی۔ فہد اقدام، پھر عرب امن اقدام، پھر وادی عربہ، پھر موریطانیہ میں سفارت خانہ، قطر، بحرین اور امارات میں وفود اور دفاتر اور آخر میں اسرائیلی وزیر خارجہ کا دورہ قطر۔

اس کے بعد محمد مرسی میدان میں اترے اور اعلان کیا کہ ان کی حکومت اسرائیل کے ساتھ ہتھیار ڈالنے کے معاہدوں اور امریکہ کے ساتھ ہونے والے تمام سابقہ عسکری اور انٹیلی جنس معاہدوں کی پاسداری کرے گی۔ آیئے دو نسلوں کے درمیان حیران کن فرق پر غور کریں۔

حسن البنا نے فوجی یونٹوں کو فلسطین میں جہاد کرنے کے لیے منظم کیا، پھر دوسری نسل کے رہنما اسرائیل کے ساتھ امن اور ذلت کے معاہدوں پر اپنے عزم کا اعلان کرنے کے لیے منظر عام پر آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر رنتیسی پر رحم فرمائے جنہوں نے اوسلو معاہدہ کو مسترد کیا تھا اور انہیں یقین تھا کہ معاہدہ کی روشنی میں تشکیل دی گئی فلسطینی اتھارٹی صرف قبضہ کو فائدہ دینے اور فلسطینی عوام کے خلاف غاصب (اسرائیل) کے ساتھ تعاون کرنے سے متعلق ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر رنتیسی پر رحم کرے جنہوں نے اعلان کیا کہ ہمیں امریکہ کو دہشت سے محصور کرنا ہوگا!

اللہ تعالیٰ شیخ نزار ریان پر رحم کرے جنہوں نے کہا تھا کہ 'حماس' اور 'فتح' کے درمیان جنگ اسلام اور ارتداد کے درمیان جنگ ہے، اور 'فتح' کی قیادت 'امریکہ اور اسرائیل کی پرورش شدہ اور مالی اعانت یافتہ سیکولر ملحدوں کی ہے، (جو چاہتی ہے کہ) ہماری سرزمین سے اسلام کو اکھاڑ پھینکیں'۔

آخر میں نام نہاد 'صدی کی ڈیل' آئی۔ اور پھر کٹھ پتلی، بونا، مسلمانوں کی چوری شدہ دولت پر راج کرنے والا کرائے کی ملیشیاؤں کا لیڈر 'بن زاید' غداروں کے قافلہ میں شامل ہونے کے لیے میدان میں اترتا ہے۔

پھر تنخواہ دار مزدور آیا: سوڈان کا برہان۔ اور اس کے بعد مراکش کا بادشاہ، محمد السادس، جس نے صیہونی ریاست کے ساتھ خفیہ تعلقات کی طویل تاریخ کے بعد اسرائیل کو سرکاری طور پر تسلیم کرنے کا اعلان کیا۔

یہ ایک تکلیف دہ تاریخ تھی... اور ناکامی جاری ہے...

اور جب بھی کوئی غداری کرتا ہے تو وہ اپنے بعد والوں کے لیے بھی ایسا ہی کرنا آسان بنا دیتا ہے۔ اور بہت سے غدار تو دوسرے غداروں پر خود سے زیادہ غدار ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ اور ان سے یہی توقع کی جاتی ہے اگر اس سے بدتر نہیں۔

تاہم، اللہ نے اس امت کے لیے ان لوگوں کو بھیجا جو ان کے پیچھے ہٹنے، رسوائی اور جرائم کو مسترد کرتے ہیں۔

جہاد کے سرخیل عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ سامنے آئے اور اعلان کیا کہ اندلس کے سقوط کے بعد سے آج تک امت پر جہاد فرضِ عین ہے۔

شیخ عمر عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ منظر پر ابھرے اور امریکی طیاروں کو گرانے اور امریکی بحری جنگی جہازوں کو ڈبونے کی حوصلہ افزائی کی۔

پھر اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ آئے جنہوں نے اللہ کی قسم کھائی:

> ”میں عظمت والے اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے کھڑا کیا۔ امریکہ اور وہ جو امریکہ میں رہتے ہیں، کبھی بھی امن کا خواب نہیں دیکھیں گے جب تک کہ ہم فلسطین میں ایک حقیقت کے طور پر اس کا تجربہ نہ کر لیں اور جب تک کافروں کی تمام فوجیں حضرت محمد ﷺ کی سرزمین سے باہر نہ نکل جائیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور عزت اسلام ہی کے لیے ہے۔
> والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“

اس کے بعد عبد العزیز رنتیسی رحمۃ اللہ علیہ آئے جنہوں نے امریکہ کو معاشی طور پر، میڈیا اور سیاحت کے شعبوں میں اور 'دہشت' کے استعمال سے محصور کرنے کی دعوت دی۔

فلسطین اور باقی دنیا میں میرے مسلمان بھائیو! اگر کوئی فلسطین کا ایک انچ بھی ترک کرنے کی کوشش کرتا ہے تو آپ کو ایسے غدار کے خلاف سخت موقف اختیار کرنا چاہیے، چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ مزید یہ کہ آپ کو ان لوگوں کا سامنا بھی کرنا چاہیے جو اس طرح کے غداروں کے لیے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ انہیں بتائیں کہ: فلسطین کے علماء نے مسجدِ اقصیٰ میں شوال ۱۳۵۳ ہجری، ۲۶ جنوری ۱۹۳۵ء کو بلائے گئے اجلاس میں ایک تاریخی فتویٰ جاری کیا تھا۔ اس فتویٰ میں یہودیوں کو زمین بیچنا واضح طور پر حرام قرار دیا گیا ہے۔ فتویٰ میں بیان کیا گیا ہے:

> ”عراق، مصر، ہندوستان، مراکش، شام، فلسطین اور دیگر اسلامی ممالک کے مفیان کرام اور مسلم علماء کی جانب سے جاری کردہ فتاویٰ پر غور کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کو زمین کی فروخت کے حرام ہونے پر اجماع ہے، اس طرح کے معاہدہ میں ہر قسم کی دلالی (آڑھت)، ثالثی یا کسی بھی شکل و صورت میں سہولت کاری حرام ہے اور اس طرح کے معاہدہ کو قبول کرنا یا اس کے بارے میں خاموش رہنا حرام ہے۔
>
> مذکورہ بالا کی بنیاد پر اگر کوئی فلسطینی اس طرح کے معاہدہ میں شامل ہو گا یا اس میں حصہ لے گا تو اس کے عمل کو دانستہ ارادہ پر مبنی اور اس کے نتائج سے پوری طرح آگاہی کے ساتھ انجام دینے سے تعبیر کیا جائے گا۔ اس لیے ایسا کرنے کو حلال جاننا کفر اور ارتداد ہے، جیسا کہ القدس کے مفتی اور اعلیٰ اسلامی کونسل کے سربراہ عزت مآب سید امین الحسینی کے فتویٰ میں بیان کیا گیا ہے۔
>
> مذکورہ بالا احکام کا جائزہ لینے اور غور و خوض کے بعد اور ان فتاویٰ میں مذکور احکام کی بنیاد پر، ہم نے اس حکم پر اتفاق کیا ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کو زمین کی فروخت میں فروخت کنندہ، دلال، ثالث اور سہولت کار (کا حکم ذیل ہے):
>
> 1. ایک ایجنٹ اور محارب جو مسلمانوں کو ان کی سرزمین سے نکالنا چاہتا ہے۔
> 2. ایک مانع جو مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے روکتا ہے اور اس میں فساد چاہتا ہے۔
> 3. یہودیوں کا اتحادی، مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد اور معاونت کرنے کی وجہ سے۔
> 4. ایک ضرر رساں شخص جو اللہ، اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کو تکلیف دیتا ہے۔
> 5. اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا غدار اور سپرد کردہ امانت میں خیانت کرنے والا۔
>
> ان وجوہات، نتائج، اقوال، احکام و فتاویٰ کی بنیاد پر جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، یہ معلوم ہونا چاہیے کہ فلسطین میں یہودیوں کو زمین بیچنے والے کا حکم، خواہ وہ براہِ راست زمین فروخت کرے یا بالواسطہ، نیز دلال، سہولت کار اور اس طرح

کے جرم میں کسی بھی شکل میں معاون، یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ اپنے عمل کے مذکورہ بالا نتائج جانتا ہے، درج ذیل ہے:

ایسے لوگوں کے لیے دعا (نمازِ جنازہ) کرنا یا ان کی تدفین کے لیے مسلمانوں کے طریقہ پر جنازہ کا انتظام کرنا ممنوع ہے۔ انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جانا چاہیے۔ انہیں معاشرتی طور پر بے دخل کیا جانا چاہیے، ان کا بائیکاٹ کرنا چاہیے اور ان کی تحقیر کرنی چاہیے۔ ایسے شخص کے ساتھ خوشگوار تعلقات رکھنا ممنوع ہے چاہے وہ کسی کا باپ، بیٹا، بھائی یا شوہر ہی کیوں نہ ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

"اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ، بھائی کفر کو ایمان کے مقابلہ میں ترجیح دیں تو ان کو اپنا سرپرست (اولیاء، مددگار) نہ بناؤ، اور جو لوگ ان کو سرپرست (ولی، مددگار) بنائیں گے وہ ظالم ہوں گے۔"

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰي يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

"(اے پیغمبر ﷺ! مسلمانوں سے) کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ مال و دولت جو تم نے کمایا ہے، اور وہ کاروبار جس میں نقصان ہونے کا تمہیں اندیشہ ہے اور رہائشی مکان جو تمہیں پسند ہیں، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرما دے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو منزل تک نہیں پہنچاتا"۔ (سورۃ التوبہ: 23-24)

مزید برآں، ان کے اعمال کے بارے میں خاموش رہنا یا ان کے اعمال کو قبول کرنا قطعی حرام ہے۔"

اگر زمین کی فروخت حرام ہے کیونکہ یہ فلسطین کو یہودی بنانے کا سبب ہے تو فلسطین کے یہودیائے جانے کو قبول کرنے والوں اور فلسطینی سرزمین پر یہودی ملکیت کو تسلیم کرنے والوں کا کیا حکم ہوگا؟

فلسطین میں رہنے والے اور دنیا بھر کے مسلمانو! اس فتویٰ کے ساتھ ہر اس شخص کا سامنا کرو جو فلسطین کی سرزمین کے ایک انچ پر بھی سمجھوتہ کرتا ہے یا سمجھوتہ کو جائز قرار دیتا ہے، چاہے وہ کوئی بھی ہو۔

میرے مسلمان بھائیو! ہمیں ان غداروں کی خیانت اور غفلت پر حیران نہیں ہونا چاہیے۔ ہمیں جذباتی ردعمل، مظاہروں اور جوشیلی تقریروں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ معاملہ کہیں زیادہ سنگین ہے۔ یہ ایک صلیبی جنگ ہے جس کی قیادت امریکہ کر رہا ہے اور اسرائیل اس صلیبی جنگ کا ایک اہم ترین ہتھیار ہے۔ اسرائیل عالم اسلام کے دل میں نصب جوہری ہتھیاروں سے لیس ایک صلیبی قلعہ ہے۔ یہ امریکہ کا بنایا ہوا قلعہ ہے، ماضی میں صلیبیوں کے (فلسطین میں) بنائے گئے قلعوں کی طرح۔

یہ ہمارے اور ان کے درمیان تنازع کی حقیقت ہے۔ ہمیں اس تنازعہ میں شامل ہونے کے لیے پوری طرح تیار رہنا چاہیے۔ اور ہمارے پاس اس صلیبی مہم کا مقابلہ کرنے کی زبردست صلاحیت موجود ہے۔ ماضی میں ہماری امت نے صلیبی حملوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا جو منگولوں کی یلغار کے ساتھ وارد ہوئیں تھیں۔ امت نے مسلم سیاست میں تمام کمزوریوں اور بدعنوانیوں کے باوجود ان کا مقابلہ کیا اور غالب آنے میں کامیاب رہی۔ پھر دولتِ عثمانیہ آئی جس نے پانچ صدیوں تک مسلم علاقوں کی حفاظت کی اور نئی سرزمینوں کو فتح کیا۔ غرناطہ کے سقوط سے پچاس سال قبل دولتِ عثمانیہ نے قسطنطنیہ کو، جو کبھی آرتھوڈوکس عیسائیت کا دارالحکومت تھا، اسلام کے دائرہ میں توحید کے جھنڈے کے نیچے لایا۔ اور ہمیں ان اُنیس مجاہدین، اسلام کے شیروں کو نہیں بھولنا چاہیے جنہوں نے امریکہ کے دل میں چھرا گھونپا۔ ایک ایسا زخم جو امریکہ نے پہلے کبھی نہ چکھا تھا... اور آج وہ بیس سال کی جنگ کے بعد خستہ اور شکست خوردہ حالت میں افغانستان سے نکل رہا ہے۔ عظمت اور تعریف صرف اللہ ہی کی ہے۔

لہٰذا ان لوگوں سے ہوشیار رہیں جو ہار مانتے، ڈرتے ہیں اور ہتھیار ڈالنے، ذلت اور سرِ تسلیم خم کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

میرے مسلمان بھائیو! ہمیں اس خبیث جنگ کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس محاذ آرائی میں ہمارا بنیادی ہتھیار آگاہی اور واقفیت ہے۔ ہمیں سمجھنا ہوگا کہ ہمارا دشمن کون ہے اور ہمارا دوست کون ہے۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاۗءَ ۘبَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

"اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو اولیاء (یار و مددگار) نہ بناؤ۔ یہ خود ہی ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں۔ اور تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔ (سورۃ المائدہ: 51)

ہمیں ایک امت کی حیثیت سے متحد ہو کر متعدد محاذوں پر جنگ لڑنی ہو گی۔ چنانچہ فلسطین کشمیر ہے، کشمیر گروزنی ہے، گروزنی ادلب ہے، ادلب کاشغر ہے اور کاشغر وزیرستان ہے۔

ہم ایک امت ہیں، ایک جنگ لڑ رہے ہیں، لیکن متعدد محاذوں پر۔

ہمیں کلمہ توحید کے گرد متحد ہونا چاہیے۔ ہمیں اس حقیقت کا یقین ہونا چاہیے کہ عقائد پر یا اللہ کی حاکمیت پر سودے بازی، اور سیکولر قوانین اور آئین کے ذریعے اپنا کام کرنے سے ہی تباہی ہوتی ہے۔ اور زندہ مثالیں موجود ہیں کہ سب دیکھ سکیں اور غور کریں۔ ہمیں امت کو جہاد کے محاذوں پر لوٹانا ہو گا اور اسے ہتھیاروں اور عسکری قوت کا استعمال سکھانا ہو گا۔ وہ تمام کوششیں جو پیچھے ہٹنے اور ہتھیار ڈالنے کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں... درباری علماء، میرینز اور سینٹکام کے مفتیوں کے جھوٹ... ان سب کا ایک مقصد ہے کہ امت ہتھیاروں کا استعمال ترک کر دے۔

لہٰذا ہمیں صلیبی اتحاد اور اس کے صیہونی اتحادیوں کے خلاف یہ لڑائی ہر سطح پر لڑنی ہو گی، عقائد، افکار، تعلیم، سیاست اور جنگ میں۔ ہمیں متحد ہونا ہو گا اور صفوں کو جوڑنا ہو گا۔ ہماری صفوں کو منتشر کرنے، دراڑیں ڈالنے اور عہد اور حلف کو توڑنے کی ہر کوشش جرم ہے۔ اور جو شخص اس طرح کے کاموں میں ملوث ہوتا ہے وہ مجرم ہے، چاہے وہ بغدادی ہو یا اس کے پیروکار جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ خلیفہ تھا یا اس معاملہ میں کوئی اور ہو۔

صلیبی دشمن کو جو چیز خوفزدہ کرتی ہے وہ مراکش سے کاشغر تک مجاہدین کی ہم آہنگی، اتحاد اور اتفاق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن صفوں اور اتحاد کے اس امتزاج میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے تمام دستیاب ذرائع استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً جنگ، بمباری، رشوت، لوگوں کو خریدنا، دھوکہ دینا، لبھانا وغیرہ۔

ہمیں صبر سے کام لینے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ اس صلیبی حملے کی پسپائی کے لیے لگاتار کئی نسلوں کی کوششیں درکار ہیں، ہر جگہ دشمن کو تھکا دینے کی محنت درکار ہے۔ جدید ترین ہتھیاروں سے لیس دشمن کو تھکا دینے کے لیے زبردست وسائل کی ضرورت نہیں ہے۔ جدید نظریات، سادہ آلات اور ایک ایسی جنگ چھیڑنے سے، جس میں پوری دنیا میدانِ جنگ ہے، اسے موت کے گھاٹ اتارا جا سکتا ہے۔

موجودہ مرحلہ کا تقاضا ہے کہ ہم دشمن کو اتنا تھکا دیں کہ وہ معاشی اور عسکری خون بہنے کی وجہ سے چیخ و پکار اور آہ و بکا کرنے لگے۔ اسی تناظر میں (یہ سمجھنا ضروری ہے کہ) دشمن ہم سے میدان میں کارروائیوں کی توقع کرتا ہے لیکن یہاں میدان سے باہر کارروائیوں کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے، یعنی دشمن کی سرزمین پر اور دشمن کی صفوں کے پیچھے کی کارروائیاں۔ اس سلسلہ میں نمایاں ترین کارروائیوں میں سے ایک ہے (روسیوں کے خلاف شام میں) 'تل السمن' کا آپریشن۔ یہ کاروائی دشمن کے فوجی محاصرہ کو توڑنے کی ایک عملی مثال تھی۔ معمولی مسائل اور اختلافات کو نظر انداز کر کے اور ترجیحات پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے (دیکھا جائے تو) اس آپریشن نے قطب نما کو صحیح سمت میں موڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ اس آپریشن کے شہداء کو قبول فرمائے اور ان تمام لوگوں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے جنھوں نے اس کارروائی میں مدد کی۔ اللہ تعالیٰ شام اور دیگر جگہوں پر ہمارے مسلمان بھائیوں اور مجاہدین کو اپنے متحدہ دشمن کے خلاف اس مشترکہ جنگ میں اپنی امت کے ساتھ متحد ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

'اَلْقُدْسُ لَنْ تُهَوَّدَ' مہم کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے خلاف ہونے والے دشمنوں کو ایک واضح پیغام پہنچایا جائے۔ چونکہ تم نے القدس کے گرد و نواح میں اپنی فارورڈ بیس بنائی ہے، لہٰذا تم اپنی اس حماقت کی قیمت ادا کرتے رہو گے۔

میرے معزز بھائیو! صیہونی-صلیبی دشمن چاہتا ہے کہ ہمارا جہاد ایک 'مقید جہاد' ہو جو اس کی خواہشات کے مطابق جگہ اور وقت کی جہتوں میں محدود ہو۔ یہ بالکل وہی ہے جو انہوں نے فلسطین میں حاصل کیا ہے۔ مغربی کنارہ اسرائیلی انٹیلی جنس کی براہِ راست نگرانی میں ہے۔ غزہ محصور ہے۔ ہر بار جب غزہ مزاحمت پیش کرتا ہے تو دشمن گنجان آبادی والے شہری علاقوں پر شدید بمباری کر کے انتقامی کارروائی کرتا ہے۔ اس طرح دشمن فلسطین میں جہادی مزاحمت پر قابو پانا چاہتا ہے۔ دشمن 'وقت' کے عنصر پر بہت زیادہ انحصار کرتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عارضی جمود قابلِ قبول اور مستقل ہو جاتا ہے۔

فلسطینی زمین بیچنے والے اور غدار 'بڑے بھائی'، 'بھائی' وزیر، 'بھائی' محمد محلان، اور 'بھائی' ابلیس بن شیطان بن جاتے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلہ کو توڑنا ہو گا اور جنگ کو اس حصار سے آگے لے جانا ہو گا۔ جس طرح وہ ہم سے لڑنے کے لیے دنیا کے کونے کونے سے اکٹھے ہوئے ہیں، ہمیں بھی انہیں ہر جگہ سخت مارنا ہو گا۔

پس اے نڈر اور آزاد مسلمان مجاہد! دنیا بھر میں اپنے بھائیوں کے ساتھ (اس مہم میں) شریک ہو، تاکہ ہم یہ دکھا سکیں کہ القدس کبھی یہودیوں کا نہیں ہو سکتا، باذن اللہ!

کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ اے اللہ گواہ رہنا!

وآخرُ دعوانا أن الحمدُ للهِ ربِ العالمين۔ و صلى اللهُ على سيدِنا محمدٍ و آلِه و صحبه وسلم

والسلام عليكم ورحمة الله و بركاته

☆☆☆☆☆

امریکہ... تم نے ابھی تک سبق نہیں سیکھا!

شیخ خبیب سوڈانی حفظہ اللہ کا امریکی عوام سے خطاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي صدق وعده ونصر عبده وأعز جنده وهزم الأحزاب وحده، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله وصفيه من خلقه وخليله، أرسله الله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره الكافرون، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه الأخيار الأطهار الأبرار وعلى من اقتفى أثره وصار على سنته ما تعاقب الليل والنهار!

ابتداء میں، میں تمام مسلمانوں کو بالعموم اور افغانستان کے عوام، طالبان تحریک، ان کے امیر شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ اور تمام قائدین اور سپاہیوں کو بالخصوص اس نصرِ عظیم اور فتحِ مبین پر مبارکباد دینا چاہتا ہوں، جس نے تمام دنیا اور اس کے سیاسی کارپردازوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ یہ فتح کثرتِ تعداد اور قوت ووسائل کی فراوانی کے سبب نہیں ملی، بلکہ یہ محض اللہ کے فضل سے ملی ہے، اور پھر مومنوں کے مضبوط ایمان، عزیمت کے جذبات، پیہم محنت وہمت کے نتیجے میں ملی ہے جن کے (حوصلوں کے) سامنے پہاڑوں کی بلندیاں بھی ہیچ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اس دین کے مزاج کو سمجھا اور اس جنگ کی حقیقت کو جانا، پھر دین کے مقابلے میں ذرہ بھر بھی ذلت قبول نہ کی، اور اس راستے میں ایسی قربانی دی کہ کسی انسان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھوں افغانستان کی زمین میں تیسری سلطنت دفن ہوئی، اور انھی کے ہاتھوں امارتِ اسلامیہ افغانستان بحال ہوئی، تاکہ شریعت کی حاکمیت قائم کرے، چاہے امریکہ اور اس کے حواریوں کو ناگوار ہی گزرے، اور انھی کے ہاتھوں امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کے وہ کلمات سچے ثابت ہوئے، جبکہ انھوں نے کہا تھا:

> ”اللہ تعالیٰ نے ہم سے فتح کا وعدہ کیا ہے اور بش نے ہم سے شکست کا وعدہ کیا ہے، اب دیکھتے ہیں کہ کس کا وعدہ سچا ثابت ہوتا ہے“۔

پس اے افغان قوم! یہ عظیم فتح تمہیں مبارک ہو اور تمہیں حق ہے کہ اس بات پر فخر کرو کہ تمہیں طالبان جیسے بیٹے عطا ہوئے ہیں۔

میں اس مختصر پیغام میں امریکی صدر جو بائیڈن کے اس بیان پر بھی مختصر تبصرہ کرنا چاہوں گا جو اس نے آخری امریکی فوجی کے نکلنے کے بعد دیا، جس میں اس نے انتہائی حسرت اور غم کے ساتھ اپنے اس ناکام تجربے پر بات کی اور اس جنگ میں امریکی خساروں پر بات کی۔ اس نے بتایا کہ اس بیس سالہ جنگ میں یومیہ ۳۰ کروڑ امریکی ڈالر کے حساب سے اخراجات ہوئے ہیں، یعنی پوری جنگ میں ۲۰ کھرب ڈالر سے زیادہ خرچ ہوئے۔ اسی طرح اس نے بتایا کہ اس جنگ میں انھوں نے ۶۰۰۰ سے زائد امریکی فوجی اور دیگر ٹھیکے دار (contractors) گنوائے ہیں، اور بیس ہزار سے زائد زخمی اور اپاہج دیے ہیں۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ جنگ سے واپس جانے والے فوجیوں کی کثیر تعداد ایسی ہے جو مختلف امراض کا شکار ہو گئی ہے۔ اور شاید سب سے بڑا خسارہ، جانی ومادی نقصان کے علاوہ، جو امریکہ کو اس جنگ میں ہوا ہے، وہ بطورِ واحد سپر پاور، امریکہ کی ساکھ اور عزت کا نقصان ہے۔

لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ ان ساری باتوں کے اقرار کے بعد بھی امریکی صدر دعویٰ کرتا ہے کہ جس مقصد کے لیے انھوں نے جنگ شروع کی تھی، اس میں وہ مطلوبہ اہداف حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں، اور وہ ہدف شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کا قتل اور افغانستان کی زمین کا... طالبان کے ساتھ ہونے والے معاہدات کے مطابق... آئندہ کسی بھی جہادی گروہ کی موجودگی کے سبب امریکہ کے امن کے لیے خطرہ نہ رہنا ہے۔

کیا محض ان دو اہداف کے حصول کے لیے امریکہ کا اتنی بڑی قیمت ادا کرنا مناسب تھا؟ کیا امریکہ کے پاس ان دو اہداف کے حصول کے لیے کوئی دوسرا راستہ نہ تھا کہ اسے اتنے بڑے خساروں سے دوچار ہونا پڑا؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مصداق ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭفَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝
>
> ”بے شک کفار دوسرے لوگوں کو دین سے روکنے کے لیے اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔ پس یہ ضرور خرچ کریں گے، پھر یہ خرچ کرنا ان کے لیے باعثِ ندامت ہوگا، پھر یہ (شکست کھا کر) مغلوب ہو جائیں گے۔ اور (بالآخر) کافر لوگ جہنم کی طرف جھونکے جائیں گے“۔ [الانفال: ۳۶]

۱۶ اگست ۲۰۲۱ء کے دن... کابل پر طالبان کے قبضے کے بعد اگلے دن... ساری دنیا نے براہِ راست امریکی صدر جو بائیڈن کو دیکھا کہ اس نے امریکہ اور اس کے حواریوں کی شکست کا اعتراف کیا۔ اس نے کہا:

> ”ہم جو واقعات ابھی دیکھ رہے ہیں، وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ کسی قسم کی عسکری قوت افغانستان میں استحکام نہیں لا سکتی، کہ یہ تو سلطنتوں کا قبرستان مشہور ہے“۔

اس بیان میں ہمارا محور امریکی صدر کے جملے کا ایک ٹکڑا ہے، جس میں اس نے کہا:

''ہم نے بیس سالوں میں بہت مشکلات اٹھانے کے بعد یہ سبق سیکھا''۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر اعتبار سے یہ بہت قیمتی سبق ہے جس کا اعتراف امریکی صدر نے انتہائی غم واندوہ سے اپنے دونوں بیانات میں کیا ہے۔ لیکن اگر امریکی صدر نے صرف یہی سبق سیکھا کہ افغانستان... سلطنتوں کے مقبرے... میں اس کا داخل ہونا اسٹراٹیجک غلطی تھی جو اس شرمناک شکست تک لے گئی، تو اس کا مطلب ہے کہ امریکہ نے ابھی تک سبق نہیں سیکھا اور نہ ہی ہر اعتبار سے کامل سبق سیکھا ہے۔

اگر امریکہ ہر زاویے سے کامل سبق سیکھنا چاہتا ہے، تاکہ اسے امن حاصل ہو، تو چاہیے کہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات کی طرف رجوع کیا جائے جن میں انھوں نے امریکی عوام کو مخاطب کیا، بالخصوص ۱۳ ستمبر ۲۰۰۹ء کا بیان جس میں آپ نے کہا:

''اے امریکی عوام! میرا آج تم سے مخاطب ہونا خاص اس موضوع پر ہے کہ میں تمہیں ۱۱ ستمبر کے حملوں کے اسباب سے آگاہ کروں، اور اس کے نتیجے میں جو جنگیں ہوئیں اور جو عواقب پیش آئے، (اس کے اسباب بتلاؤں) اور اس سارے کے حل کے راستے پر بات کروں۔ میں بالخصوص ان خاندانوں کا ذکر کر رہا ہوں جن کے پیارے ان واقعات میں متاثر ہوئے اور جنہوں نے حال ہی میں ان واقعات کے اسباب کی تحقیق و تفتیش کا مطالبہ کیا ہے۔ اور یہ اسباب کی تحقیق یقیناً درست سمت میں پہلا قدم ہے، ان بہت سے اقدام میں سے جو قصداً ان آٹھ سالوں میں نہیں اٹھائے گئے ہیں جو تم پر سخت گزرے ہیں۔ اور تمام امریکی عوام کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ اس سمت میں آگے بڑھیں، کیونکہ ان واقعات کے اسباب کے بارے میں تمہیں آگاہی نہ ہونے کے سبب تم ایسا بوجھ ڈھو رہے ہو جس کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں۔ اگر وائٹ ہاؤس نے... جو جنگ کے دو فریقوں میں سے ایک ہے... تمہیں ان سالوں میں بتایا تھا کہ تمہارے امن کے لیے یہ جنگ ناگزیر ہے۔ سو عقلمند شخص کو یہی مناسب ہے کہ وہ حق جاننے کے لیے دونوں فریقین کی بات سنے۔ لہٰذا میری بات بھی سنو! سب سے پہلے میں کہتا ہوں کہ ہم نے ان ڈھائی دہائیوں سے زائد سالوں میں بہت بار واضح کیا ہے کہ ہمارے تم سے اختلاف کا سبب تمہارا اس اسرائیل کے ساتھ تعاون ہے جس نے ہماری فلسطین کی زمین پر قبضہ کر رکھا ہے۔ تمہارے اس موقف نے... دیگر مظالم کے علاوہ... ہمیں ۱۱ ستمبر کے حملوں پر مجبور کیا۔ اگر تم ہم پر یہود کے مظالم کی حد جان جاؤ جو تمہارے ریاستی ادارے کے تعاون سے ہو رہے ہیں تو تم سمجھ جاؤ گے کہ ہم اور تم دونوں 'وائٹ ہاؤس' کی سیاست کا شکار ہیں... وہ وائٹ ہاؤس جو درحقیقت بعض پریشر گروپوں، بالخصوص بڑی تجارتی کمپنیوں اور یہودی لابی کے ہاتھ یرغمال ہے...۔ اور سب سے بہتر شخص جو تمہارے سامنے ۱۱ ستمبر کی وضاحت کرتا ہے، وہ تمہارا ایک ہم وطن ہے، سی آئی اے کا سابقہ اہلکار، جس کا ضمیر اپنی زندگی کی آٹھویں دہائی میں جاگ گیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ خطرات کے باوجود حقیقت بیان کرے گا اور تمہارے سامنے ۱۱ ستمبر کے واقعات کے اسباب بیان کرے گا۔ اس نے اسی غرض سے کچھ کام بھی کیا، بالخصوص 'ایک کرائے کے قاتل کا عذر' نامی کتاب لکھی۔......

میں تم سے آخر میں کہتا ہوں کہ خلاصہ قول یہ ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ تم اپنے آپ کو 'نیو کنزرویٹو' (Neo Conservatives) اور یہودی لابی کے خوف اور فکری دہشت گردی سے باہر نکالو اور اسرائیل کے ساتھ اپنے تعاون کو نقاش اور بحث کا موضوع بناؤ، تاکہ تم اپنے موقف پر نظر ثانی کر سکو۔ کیا تمہارا امن، تمہارا خون، تمہاری اولاد، تمہارے اموال، تمہاری نوکریاں، تمہارے گھر بار، تمہاری معیشت اور تمہاری ساکھ تمہیں محبوب ہے، یا اسرائیلیوں کا امن، ان کی اولاد اور ان کی معیشت تمہیں زیادہ محبوب ہے؟ پس اگر تم اپنے امن اور جنگ کے خاتمے کا انتخاب کرتے ہو... جیسا کہ استصواب میں رائے عامہ بھی سامنے آرہی ہے... تو اس کا تقاضا ہے کہ تمہاری طرف سے جو لوگ ہمارے امن کو خراب کرتے ہیں، ان کے ہاتھ روکو۔ ہم اس انتخاب پر بات کے لیے تیار ہیں اگر ان سلیم و منصف بنیادوں پر ہو جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے''۔

اے امریکیو! تمہارا امن ابھی بھی خطرے میں ہے کیونکہ تم نے پورا سبق نہیں سیکھا ہے، اور اس وقت تک خطرے میں رہے گا جب تک تم ان اسباب کی روک تھام نہ کرو جن کی بنیاد پر ۱۱ ستمبر کے حملے ہوئے تھے اور جنھیں شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیانات میں واضح کیا تھا۔ اے امریکیو! تم یہ مت سوچو کہ اگر تم نے القاعدہ کا آخری فرد بھی مار دیا تو تم امن وامان سے ہو جاؤ گے، جیسا کہ سابق امریکی صدر بش نے کہا تھا۔

اے امریکیو! تمہارا امن اس وقت تک خطرے میں ہے جب تک تم ...دہشت گردی جیسے... مختلف ناموں کے تحت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لڑ رہے ہو۔ اے امریکیو! تمہیں جاننا چاہیے کہ آج مجاہدین جغرافیائی حدود سے باہر نکل چکے ہیں اور تمہارے ظلم کے مقابلے کے لیے کسی بھی اقدام کے لیے کسی بھی جگہ سے حرکت کر سکتے ہیں۔ زمین پر موجود ہر مسلمان اب تو مجاہد ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۹۶ پر)

کشمیر ہمارا ہے!

وادیٔ کشمیر سے تعلق رکھنے والے مجاہد میر محب اللہ کی مجاہدین برصغیر کی ایک محفل سے گفتگو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحده والصلوٰة والسلام علیٰ من لا نبی بعده

رَب اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِرْلِی اَمْرِیْ وَحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِّسَانِي يَفْقَهُوْ قَوْلِيْ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میرا نام میر محبّ اللہ ہے اور میرا تعلق وادیٔ کشمیر سے ہے اور میں آج، اپنے بھائیوں، مجاہدینِ برِّصغیر کی ایک محفل میں مسلمانان برِّصغیر اور خصوصاً کشمیر کے اہل ایمان کے سامنے کچھ گفتگو کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں...... میں نے مشرک ہندوؤں کے زیرِ قبضہ وادیٔ جنت نظیر کے ضلع بڈگام میں آنکھ کھولی اور بچپن سے جوانی اور جوانی سے ہجرت و جہاد تک اپنے آبائی وطن میں ہی رہا۔ بنیادی طور پر دو وجوہات میرے جہاد میں آنے کا باعث بنیں۔ ایک اللہ رب العزت کا حکم اور دوسرا بھارتی سفاک فوج اور بے رحم ہندوؤں کی جانب سے کیے جانے والے مظالم۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

انْفِرُواْ خِفَافاً وَثِقَالاً وَجَاهِدُواْ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ○ (سورۃ التوبۃ: ۴۱)

’’نکلو، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ، اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔‘‘

حکمِ الٰہی کے بعد جہاد میں آنے کا دوسرا سبب بھارتی فوج کے مظالم تھے۔ نہتے مظلوموں کے خلاف ظالم بھارتیوں کے ایسے مظالم کہ نہ عزت محفوظ، نہ سفید رِیش بزرگوں کی بزرگی کا لحاظ اور نہ ہی معصوم بچوں کی معصومیت کا احساس۔ نہ مال محفوظ، نہ جان۔ غرض ہر طرف مظالم ہی مظالم!

بھارتی فوج کے مظالم کی میری ذاتی یادداشت ۶ دسمبر انیس سو بانوے (۱۹۹۲ء) کے دن سے شروع ہوتی ہے، جب ناپاک ہندوؤں کے ناپاک قدم بابری مسجد کے پاکیزہ گنبدوں پر چڑھے...... بابری مسجد کو شہید کیا گیا...... اور اس کے بعد مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کا قتل عام ہوا۔

اسی طرح مجھے جہاد کے لیے تیار کرنے والی، تحصیل بیروہ کے آڈیونہ گاؤں کے مسلمان بچوں، خواتین اور بزرگوں کی وہ جلی ہوئی لاشیں ہیں...... جب بھارتی فوج نے دو بستیوں کو آگ لگادی جس میں کئی بچے، خواتین اور سفید ریش بزرگ جل کر شہید ہو گئے اور ہزاروں مسلمان اپنے گھروں سے بے گھر ہو گئے۔

اسی طرح میرے جہاد میں شامل ہونے میں بڈگام کے منظور احمد کی چیخوں کا بھی کردار ہے۔ جب بھارتی ظالم فوج نے اُس کے علاقے کا محاصرہ کیا۔ منظور احمد چند ہی دن پہلے بھارتی جیل سے رہا ہو کے گھر آیا تھا۔ بھارتی فوج نے اس کو دوبارہ اٹھایا اور اپنے ساتھ ایک پہاڑی پر لے جا کر شدید تشدد کا نشانہ بنایا اور جب ان ظالموں کا اس سے دل نہ بھرا تو آگ کا الاؤ تیار کر کے منظور احمد کی ٹانگیں جلا دیں۔

بھارتی فوج کے ظلم کی بات کی جائے تو کہامہ کا عبد القادر بھی یاد آتا ہے جو رات کو گھر میں سو رہا تھا۔ ظالم اور غاصب ہندو فوج نے عبد القادر کو گھر سے نکالا اور سڑک پر لے جا کر اُس کے سر میں گولیاں مار کر شہید کر دیا۔

وادی میں بھارتی فوج کا عام لوگوں کو اُٹھانا، سخت تشدد کر کے شہید کرنا اور خواتین کی عزتوں کو پامال کرنا معمول بن چکا ہے۔ ظاہر ہے انسان تو انسان جانوروں کے ساتھ بھی ایسا سلوک کیا جائے تو جانور بھی اپنے دفاع میں حملہ کرتے ہیں۔

ہمیں جہاد میں لانے والی اپنی مظلوم بہنوں کی آہیں ہیں۔ جن کے سروں سے ناپاک ہندو فوجیوں نے اُن کی چادریں کھینچی، جن کے دوپٹوں پر سنگینوں کے وار ہوئے...... اُن کی عزتوں کو پامال کیا گیا۔

بہت سے واقعات ہیں جنہوں نے ہمیں بھارتی فوج کے خلاف جہاد کی صف میں کھڑا ہونے کے لیے تیار کیا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ستمبر ۲۰۰۱ء میں پیش آیا، جب ہمارے علاقے کا بھارتی فوج نے محاصرہ کیا اور کئی نوجوانوں کو اٹھایا جن میں، میں اور میرے دو دوست بھی شامل تھے، بھارتی فوج نے ہماری قمیصیں اتروائیں اور ڈھال کے طور پر تلاشی کے لیے ہمیں اپنے ساتھ لے گئے، اس دوران کئی نوجوانوں پر تشدد کیا گیا، خواتین کے پردے کے تقدس کو پامال کیا گیا اور بزرگوں کو مختلف طریقوں سے بے عزت کیا گیا۔ بالآخر مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ مارٹر گولے کے پارچے لگنے سے ایک مجاہد بھائی کی آنکھیں زخمی ہوئیں۔ وہ انتہائی پیاسا تھا۔ میرے ایک دوست نے اُس مجاہد بھائی کا سر اپنی گود میں لیا...... وہ زخمی مجاہد پانی مانگ رہا تھا کہ اتنے میں ایک ہندو فوجی آگے بڑھا اور اس مجاہد بھائی کے منہ میں پانی کے بجائے

گولیاں اتار دیں۔ اس طرح اُس دن کمانڈر عبد المجید سمیت ہمارے چار انتہائی محبوب مجاہد بھائی شہید ہوگئے۔ اللہ پاک اُن کی شہادت قبول فرمائے اور اُن کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی مقبول ترین شہادت نصیب فرمائے۔ آمین!

اس واقعہ کے بعد ہم تینوں دوستوں نے جہاد کی تیاری کے لیے ہجرت کا ارادہ کیا۔ سات دنوں اور سات راتوں کا طویل و کٹھن سفر، جس میں سخت سردی میں برف پوش پہاڑوں کو عبور کرنا، خوراک کی کمی اور فوج کی پوسٹوں کے درمیان سے گزرنے کی مشکلات تھیں۔ بہر حال یہ تمام مشکلات اللہ نے آسان بنائیں اور اللہ رب العزت کی مدد و نصرت سے ہم ہجرت کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ لیکن بڑی امیدوں کے ساتھ ہجرت کرنے کے بعد جب جہادِ کشمیر کو ہم نے قریب سے دیکھا تو ہمیں دُکھ ہوا کہ یہ جہاد بالکل بے اختیار ہے اور اس کا کنٹرول ایسی طاغوتی قوتوں کے ہاتھوں میں ہے کہ جن کا اصل مطمع نظر بس اپنے مفادات کا تحفظ ہے۔ یہ وہ قوتیں ہیں کہ جو ہماری قربانیوں کو بس اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتی ہیں اور جہاد سے ان کی کوئی غرض نہیں، حالانکہ جہاد فی سبیل اللہ اپنے واضح مقاصد رکھتا ہے، جن میں بنیادی مقصد اللہ رب العزت کے دین کا غلبہ، شریعت کا نفاذ اور مظلومین کی نصرت ہے... اور یہ وہ مقاصد ہیں کہ اگر جہادی تحریک کسی شریعت سے باغی قوت کے ماتحت ہو اور بس اس کی ہدایات پر عمل کر رہی ہو تو یہ کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ جہاد تو ایک دینی فریضہ ہے، اللہ کی عبادت کا ایک طریقہ ہے، جیسا کہ بھائی ریحان خان نے کہا کہ نماز کا اپنا طریقہ اور اپنی شرائط ہیں، ایسے ہی جہاد کی بھی اپنی شرائط ہیں۔ اور جہاد کی بنیادی شرائط میں شریعتِ مطہرہ کی اتباع اور ماتحتی ہے۔ جب ہمارا جہاد شریعت کا پابند ہوتا ہے تب ہی اللہ رب العزت کے دین کا غلبہ، مظلوم مسلمانوں کی جان، مال اور عزتوں کی حفاظت ممکن ہوتی ہے۔

ہمیں واضح نظر آیا کہ ان ایجنسیوں کی ماتحتی کے سبب جہاد کے ثمرات ضائع ہو رہے ہیں۔ لاکھوں شہدا کی قربانیاں رائیگاں جا رہی ہیں اور اپنی پالیسی کے تحت جہاد کو کبھی گرم اور کبھی سرد کر دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ہم مہاجر مجاہدین کو جہاد چھوڑنے اور کاروباروں میں لگنے کا راستہ دکھایا جانے لگا اور کاروبار شروع کرنے کے لیے بنیادی رقوم کی آفر یا بعض کو نوکریوں کی پیشکش کی جانے لگیں۔

وہاں حکومتِ ہند نے بھی جہاد چھوڑ کر واپس آنے والوں کے لیے معافی اور نوکریاں دینے کا اعلان کیا۔ یوں بعض کشمیری مجاہدین مایوس ہو کر واپس کشمیر چلے گئے۔

ہم تو اس راہ میں فی اللہ آئے تھے۔ ہمارا مقصد تو اعلائے کلمۃ اللہ، غلبۂ دین کے لیے تن من دھن وارنا تھا، اب کیسے ممکن تھا کہ اپنی جان بچانے کے لیے اور مال بنانے کے لیے آرام سے بیٹھ جاتے۔ یہ زمانہ ہمارے لیے نہایت مشکل اور بے چینی کا زمانہ تھا۔

ایسے میں ہم بہت پہلے سے کسی ایسی جماعت کی تلاش میں تھے جو کسی طاغوت کے اوامر کی پابند نہ ہو، بلکہ شریعت کے ماتحت ہو، اب اس کا تقاضا اور بھی بڑھ گیا تھا کہ جلد از جلد یہاں سے نکلا جائے۔ اللہ رب العزت کی خصوصی مدد اور فضل و احسان سے میرا اور شہید بھائی اشرف ڈار کا جماعت القاعدہ کے ساتھیوں سے رابطہ بن گیا اور ان ساتھیوں نے ہمیں مطالعے کے لیے کچھ کتابیں دیں، جن میں شیخ عبد اللہ عزام شہید کی کتاب 'ایمان کے بعد اہم ترین فرض عین'، شیخ احسن عزیز شہید کی کتاب 'اک فرض جسے ہم بھول گئے' اور 'جہاد فی سبیل اللہ کے اساسی مقاصد' بھی شامل تھیں۔

چونکہ ایک دفعہ ٹھوکر کھا چکے تھے، لہٰذا ہم مزید اطمینان چاہتے تھے۔ اس دوران اللہ پاک سے دعائیں مانگتے رہے اور استخارہ کرتے رہے۔ اللہ رب العزت نے ہماری مدد فرمائی۔ میں نے شیخ اسامہ کو خواب میں دیکھا۔ شیخ ایک بلند چوٹی پر بیٹھے تھے میں نے ان کے سامنے یہ سوال رکھا کہ آپ کی جماعت حق پر ہے یا نہیں؟ تو شیخ نے اپنے سر کے بال مجھے دکھائے جو سفید ہو چکے تھے۔ کہا اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو میں اپنے بال اس جہاد میں سفید نہ کرواتا۔ اس کے بعد خواب میں شیخ اسامہ نے مجھے وہی کتابیں دیں جو جماعت کے ساتھیوں نے مجھے دی تھیں۔ یہ خواب میرے لیے سراسر اللہ رب العزت کی مدد تھی۔ اس خواب سے مجھے الحمدللہ اطمینان ہوا۔ یہ خواب بس اطمینانِ قلب کے لیے اللہ نے دکھایا، ورنہ جہاد کے لیے کیا راستہ اپنایا جائے؟ کن اصولوں کے تحت جہاد کامیاب ہوتا ہے؟ اس کا اصل معیار اللہ کا دین ہے، شریعت ہے اور جو دعوت ہمیں ملی، یہ اس لحاظ سے نئی نہیں تھی، اس کا پیغام ہی یہ تھا کہ ہم اپنے جہاد کو بس شریعتِ مطہرہ کے پابند کر لیں اور الحمدللہ ہم نے اسی پر لبیک کہا۔

بفضل اللہ آج پورے برِّ صغیر میں ہم دشمنانِ دین کے خلاف صف آرا ہیں اور سید احمد شہید کے اس قافلے کی یہاں برصغیر میں، اس صف بندی کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ بھارت کی ظالم فوج اور اس کے اسلام دشمن حکمرانوں کو لگام ڈالی جائے، ان ظالموں کے خلاف کشمیر و ہند سمیت پوری دنیا میں میدان قتال گرم ہو اور اُس زبان میں انہیں سمجھا دیا جائے کہ جس زبان کو یہ سمجھتے ہیں اور جس زبان کے استعمال کا اللہ ہمیں حکم دیتا ہے، لہٰذا اللہ کے اذن سے ہماری یہ جنگ، یہ مبارک جہاد، اُس وقت تک جاری رہے گا یہاں تک کہ کشمیر آزاد ہو جائے، کشمیر میں شریعتِ الٰہی قائم ہو جائے، وہاں ہماری ماؤں اور بہنوں کی عزتیں محفوظ ہو جائیں اور ہندوستان بھر کے مسلمان بھی حقیقی امن، عزت اور اسلام کے ساتھ زندگی گزارنے لگیں۔

وادیٔ کشمیر میں موجود تمام تنظیموں کے مجاہدین ہمارے بھائی ہیں اور اللہ کے اذن سے وقت دکھا دے گا کہ مسلمانانِ کشمیر کی نصرت اور یہاں اللہ کے دین، اس کی شریعت کو حاکم بنانے کے اس سفر میں ہم ہر ہر گھاٹی اور ہر ہر موڑ پر ان شاء اللہ اپنے ان بھائیوں کے ساتھ ہوں گے اور 'شریعت یا شہادت' کو اپنا مقصد بنا کر منزل کی طرف قدم بڑھائیں گے۔ ہمارا راستہ نیا نہیں، یہ وہی ہے جسے شہید غازی بابا، کمانڈر الیاس کشمیری، شیخ احسن عزیز، شیخ افضل گورو، برہان

مظفر وانی، سبزار احمد بھٹ، مفتی ہلال، ذاکر موسیٰ، ریحان خان، عبد الحمید للہاری، برہان مجید اور...... عمر کشمیری، عمر مختار، داؤد ادریس اور فیاض رحمہم اللہ اور اُن بے شمار شہداء نے اپنے خون سے سینچا ہے کہ جو کشمیر کو شرک و کفر کے تسلط سے آزاد کرنا چاہتے تھے۔ یہ سب وہ شہداء تھے جنہوں نے اپنے جان کا نذرانہ دے کر اپنی محبوب قوم کے لیے نفاذِ شریعت کے راستے کو واضح کیا اور تمام طواغیت سے اعلانِ برأت کر کے اللہ رب العزت کی وحدانیت کا اعلان کیا اور شریعت یا شہادت کا نعرہ لگایا۔

مبارک چُھ تمن موءذنن
یمو دیت نا د توحیدک چمنس منز
آفرین چُھ تمن نو جوانن
یمو ہِزراو وتھ جہادچ چمنس منز
ون ییہ ضرور بہار ددمتن ونن
ون لُگ نعرہ خلافتک چمنس منز
سان چھِ سلام تمن سر فروشن
یمو لیوکھ توحید خون سات چمنس منز
یمن دِژ بشارت پانہ نبین ﷺ
وجبـــــت لهـــــم الجنـــــه

مبارک باد کے مستحق ہیں وہ نعرہ بلند کرنے والے
جنہوں نے چمن میں توحید کا نعرہ لگایا
آفرین ہو ان نوجوانوں پر
جنہوں نے جہاد کے راستے کو اپنے خون سے سینچا
اب ضرور بہار آئے گی خزاں رسیدہ درختوں پر
کیونکہ اب چمن میں خلافت کا نعرہ لگا
ان سرفروشوں کو ہمارا سلام ہو
جنہوں نے چمن میں کلمۂ توحید کو اپنے خون سے لکھا
جن کے لیے نبی ﷺ کی بشارت ہے
کہ ان کے لیے جنت واجب ہو گئی

میری محبوب قوم! بھارتی فوجیوں کے خلاف آپ کے پتھروں سے جہاد نے، آپ کے مجاہدین کے ساتھ بھر پور نصرت نے اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کے ذریعے حصولِ آزادی کے بودے طریقے کو رد کرنے نے ہمارے سروں کو فخر سے بلند کیا۔ اللہ رب العزت آپ کو حق پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔

آپ خوب جانتے ہیں آپ جس جہاد میں مصروفِ عمل ہیں یہ نہ صرف برائے آزادی بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہے۔ آپ شیطانی لشکر کے خلاف رحمانی لشکر ہیں۔

میری اپنی محبوب قوم کے ہر فرد سے گزارش ہے خصوصاً سنگ باز نوجوانوں سے جیسا کہ شہید ذاکر موسیٰ رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ جب آپ شیطانی لشکر کے خلاف پتھر اٹھائیں تو آپ کے سامنے یہ مقصد واضح ہو کہ آپ یہ پتھر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے مار رہے ہیں۔ تا کہ آپ، نبیٔ کریم ﷺ کے اس فرمانِ مبارک کے مصداق ٹھہریں:

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

”جس نے اللہ کے کلمے کی سر بلندی کے لیے جہاد کیا پس وہی اللہ کے راستے میں ہے۔“

میری اپنے سنگ باز بھائیوں سے دوسری گزارش یہ ہے کہ جس قدر آپ کو موقع ملے آپ براہِ راست جہاد میں شریک ہو جائیں، پتھروں کو کلاشن کوفوں میں بدل لیجیے، فدائی جیکٹوں اور فدائی گاڑیوں میں بدل دیجیے، تا کہ آپ یہ مقدس جہاد منظم انداز میں ادا کر سکیں اور گائے کے پجاریوں کو اللہ وحدہ لاشریک کے سپاہیوں کی ضربوں کا مزہ چکھائیں۔

مبارک باد کے مستحق ہیں وہ مجاہدین جنہوں نے اللہ رب العزت پر توکل کر کے شریعت یا شہادت کا نعرہ لگایا۔ اقوام متحدہ کی کھوکھلی قراردادوں کو رد کر کے ’الجهادُ المسلح هو الحل‘ کا طریقہ اپنایا۔ یقیناً آپ کے اس اقدام نے مومنین کے دلوں کو ٹھنڈک بخشی۔ اللہ رب العزت آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے، آمین۔

انتہائی محبوب مجاہدین بھائیو! میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اپنے لیے علمائے جہاد کی اطاعت کو لازم جانیے۔ علمائے جہاد کی رہنمائی کے بغیر ایک قدم نہ اٹھائیے۔ جب ہم شریعت کی پیروی میں چلیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے جہاد میں برکتیں ڈالے گا۔ ہماری نصرت کا سامان پیدا کرے گا۔ پھر ہم نہ صرف کشمیر بلکہ پورے ہند اور پورے عالم میں غلبۂ اسلام کی محنت میں حصہ ڈال سکیں گے۔

دوسری درخواست میری اپنے محبوب مجاہدین بھائیوں سے یہ ہے کہ ہم (اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ) بن جائیں۔ کفر کا کلمہ پڑھنے والوں پر قہرِ الٰہی بن کر ٹوٹیں اور اہلِ ایمان کے ساتھ انتہائی نرمی کا سلوک کیجیے۔

اے مسلمانانِ برِّ صغیر! سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کا کاروانِ دعوت و عزیمت جو کل رائے بریلی سے چل کر سرحد و کشمیر کی وادیوں اور گڑھیوں میں اترا تھا، وہی قافلۂ سرفروشاں آج ایک بار پھر مجاہدینِ برِّ صغیر کی صورت میں پیر پنجال کی چوٹیوں پر آ پہنچا ہے۔ آیئے نبیٔ مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ مبارک کے مصداق اس غزوۂ ہند کے سپاہی بنیں جس جنگ کے شہدا افضل ترین شہدا ہیں اور جس جنگ کے غازیوں کا مقدر جہنم سے آزادی ہے۔

☆☆☆☆☆

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہ

یہ مضمون حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہ کی تصنیف 'خاتم النبیین ﷺ' کے مختلف اقتباسات ہیں، جن کا انتخاب مولوی خوشی محمد اعجاز صاحب نے کیا۔ یہ مضمون انوارِ مدینہ (لاہور)، ربیع الاول ۱۳۹۳ھ کے شمارے میں چھپا تھا، افادیت کے پیشِ نظر ہم اسے یہاں نشر کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ جو کمالات انبیائے سابقین کو الگ الگ دیے گئے تھے، وہ سب کے سب اکٹھے کر کے اور ساتھ ہی اپنے انتہائی اور فائق مقام کے آپ کو عطا کیے گئے۔ اور جو آپ میں مخصوص کمالات ہیں وہ الگ ہیں۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

چنانچہ ذیل کی چند مثالوں سے... جو شانِ خاتمیت کی ہزاروں امتیازی خصوصیات میں سے چند کی ایک اجمالی فہرست اور سیرتِ خاتم الانبیاء کے بے شمار ممتاز اور خصوصی مقامات میں سے چند کی موٹی موٹی سرخیاں ہیں... اس حقیقت کا اندازہ لگایا جاسکے گا کہ اولین و آخرین میں سے جس باکمال کو جو کمال دیا گیا، اس کمال کا انتہائی نقطہ حضور ﷺ کو عطا فرمایا گیا۔ مثلاً،

اگر اور انبیاء نبی ہیں تو آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ [الاحزاب:۴۰]

اگر اور انبیاء کی نبوتیں مرجعِ اقوام و ملل ہیں تو آپ ﷺ کی نبوت اس کے ساتھ ساتھ مرجعِ انبیاء و رسل بھی ہے۔

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾

"اور یاد کرو کہ جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب ہو یا حکمت، پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتاوے تمہاری پاس والی کتاب کو تو اس پر ایمان لاؤ گے اور اسکی مدد کرو گے"۔ [آل عمران:۸۱]

اگر اور انبیاء عابد ہیں تو آپ ﷺ کو ان عابدین کا امام بنایا گیا۔

ثم دخلت بيت المقدس فجمع لي الأنبياء فقدمني جبريل حتى أممتهم۔ [نسائی عن أنس]

"پھر میں داخل ہوا بیت المقدس میں اور میرے لیے تمام انبیاء کو جمع کیا گیا تو مجھے جبریل علیہ السلام نے (امامت کے لیے) آگے بڑھایا، یہاں تک کہ میں نے تمام انبیاء کی امامت کی"۔

اگر اور انبیاء اور ساری کائنات مخلوق ہیں تو آپ ﷺ مخلوق ہونے کے ساتھ ساتھ سببِ تخلیق کائنات بھی ہیں۔

فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنة ولا النار۔ [المستدرك]

"اگر محمد ﷺ نہ ہوں (یعنی میں انھیں پیدا نہ کروں) تو آدم کو پیدا کرتا اور نہ جنت و نار کو"۔

اگر اور انبیاء کو شفاعتِ صغریٰ یعنی اپنی اپنی قوموں کی شفاعت دی جائے گی تو حضور ﷺ کو شفاعتِ کبریٰ یعنی تمام اقوامِ دنیا کی شفاعت دی جائے گی۔

اذهبوا إلى محمد فيأتون فيقولون يا محمد أنت رسول الله وخاتم النبيين غفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر فاشفع لنا إلى ربك۔ [مسند أحمد عن أبي هريرة]

شفاعت کے سلسلہ میں اس طویل حدیث میں ہے کہ اولین و آخرین کی سرگردانی پر اور طلبِ شفاعت پر سارے انبیاء جواب دیں گے کہ ہم اس میدان میں نہیں بڑھ سکتے اور لوگ آدم سے لیکر تمام انبیاء و رسل تک سلسلہ وار شفاعت سے عذر سنتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچیں گے، اور طالبِ شفاعت ہوں گے تو فرمائیں گے کہ 'جاؤ محمد ﷺ کے پاس' تو آدم کی ساری اولاد آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوگی، اور عرض کرے گی کہ اے محمد ﷺ! آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں، (گویا آج سارے عالم کو رسالتِ محمدی ﷺ اور ختمِ نبوت کا اقرار کرنا پڑے گا) آپ ﷺ کی اگلی اور پچھلی لغزشیں سب پہلے ہی معاف کر دی گئی ہیں (یعنی آپ ﷺ کے لیے اس عذر کا موقع نہیں جو ہر نبی نے کیا کہ میرے اوپر فلاں لغزش کا بوجھ ہے، میں شفاعت نہیں کر سکتا، کہیں مجھ سے ہی باز پرس نہ ہونے لگے) اس لیے آپ ﷺ پروردگار سے ہماری شفاعت فرمائیں، تو اسے آپ ﷺ بلا جھجک اور بلا معذرت کے قبول فرمالیں گے اور شفاعتِ کبریٰ کریں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ) تمام انبیاء قیامت کی ہولناکی کے سبب شفاعت سے بچنے کی کوشش کریں گے اور لست لها، لست

لها (میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں) کہہ کر پیچھے ہٹ جائیں گے، تو حضورِ اقدس ﷺ اس دعوے کے ساتھ أنا لها، أنا لها (میں اس کا اہل ہوں) کہہ کر آگے بڑھیں گے اور شفاعتِ عامہ کا مقام سنبھالیں گے۔

اگر اور انبیاء متبوعِ امم واقوام تھے تو حضور ﷺ متبوعِ انبیاء ورسل تھے۔

لو كان موسى حيا ما وسعه إلا إتباعي۔ [مشكوة]

''اگر موسیٰ علیہ السلام آج زندہ ہوتے تو انھیں میرے اتباع کے سوا چارہ کار نہ تھا''۔

اگر اور انبیاء اپنے قبیلوں اور قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ تمام اقوام اور تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔

كان النبي يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى الناس كافة۔

''ہر نبی خصوصیت سے اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، اور میں سارے انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں''۔

قرآن میں ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ﴾ [سبأ:۲۸]

''اور نہیں بھیجا ہم نے تمھیں اے پیغمبر مگر سارے انسانوں کے لیے''۔

اگر انبیاء محدود حلقوں کے لیے رحمت تھے، تو آپ ﷺ سارے جہانوں کے لیے رحمت تھے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ [الأنبياء:۱۰۷]

اگر اور انبیاء کو 'ذکر' دیا گیا کہ مخلوق انھیں یاد رکھے، تو آپ ﷺ کو 'رفعتِ ذکر' دی گئی کہ زمینوں اور آسمانوں، دریاؤں اور پہاڑوں، میدانوں اور غاروں میں آپ کا نام علی الاعلان پکارا جائے۔ اذانوں اور تکبیروں، خطبوں اور خاتموں، وضو و نماز، اوراد واشغال اور دعاؤں کے افتتاح واختتام میں آپ کے نام اور منصبِ نبوت کی شہادت دی جائے۔

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ [النشراح:۴]

''اور ہم نے اے پیغمبر تمہارا ذکر اونچا کیا''۔

اور حدیثِ ابوسعید خدری:

قال لي جبريل قال الله إذا ذكرت ذكرت معي۔ [ابن جرير وابن حبان]

''مجھے جبریل نے کہا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ (اے پیغمبر) جب آپ کا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ کیا جائے گا، میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہو گا''۔

اگر اور انبیاء کو عملی معجزات (عصائے موسیٰ، ید بیضاء، احیائے عیسیٰ، نارِ خلیل، ناقۂ صالح، ظُلّہ شعیب وغیرہ) دیے گئے جو آنکھوں کو مطمئن کر سکے، تو آپ ﷺ کو ایسے سینکڑوں معجزات کے ساتھ علمی معجزہ (قرآن) بھی دیا گیا، جس نے عقل و قلب اور ضمیر کو مطمئن کیا۔ اگر اور انبیاء کو ہنگامی معجزات ملے جو ان کی ذات کے ساتھ ختم ہو گئے، تو حضور ﷺ کو دوامی معجزہ دیا گیا، جو تا قیامت اور بعد القیامت باقی رہنے والا ہے۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾

اگر محشر میں اور انبیاء کے محدود جھنڈے ہوں گے، جن کے نیچے صرف انھی کی قومیں اور قبیلے ہوں گے تو آپ ﷺ کے عالمگیر جھنڈے کے نیچے جس کا نام 'لواء الحمد' ہو گا، آدم علیہ السلام اور ان کی ساری ذریت ہو گی۔

آدم ومن دونه تحت لوائي يوم القيامة ولا فخر۔

اگر حضرت ابرہیم علیہ السلام کو حقائقِ ارض وسماء دکھلائی گئیں:

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾

''اور ایسے ہی دکھلائیں گے ہم ابرہیم کو آسمان وزمین کی حقیقتیں''

تو حضور ﷺ کو ان آیات کے ساتھ حقائقِ الٰہیہ دکھلائی گئی:

﴿لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا﴾

''تاکہ ہم دکھلائیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج میں اپنی خاص نشانیاں قدرت کی۔''

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود اثر نہ کر سکی تو حضور ﷺ کے کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آگ نہ جلا سکی جس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

الحمد لله الذي جعل في أمتنا مثل إبراهيم الخليل۔

''خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری امت میں ابراہیم خلیل کی مثالیں پیدا فرمائیں''۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مشرکینِ مکہ نے آگ میں پھینک دیا، حضور ﷺ ان کے پاس سے گزرے، تو ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

يا نار كوني بردا وسلاما على عمار كما كنت على إبراهيم۔ [عن عمرو بن ميمون، خصائص کبریٰ]

''اے آگ! عمار پر بردو سلام ہو جا، جیسے تو ابراہیم پر ہو گئی تھی''۔

ذؤیب ابن کلیب کو اسود عنسی نے آگ میں ڈال دیا اور آگ اثر نہ کر سکی۔ ایک خولانی کو (جو قبیلہ خولان کا فرد تھا) اسلام لانے پر اسکی قوم نے آگ میں ڈال دیا تو آگ اسے نہ جلا سکی۔ (ابن عساکر عن جعفر ابی وحشیہ)

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو بحر قلزم میں راستے بنا کر بمعیتِ موسیٰ گزار دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بعد وفاتِ نبوی دریائے دجلہ کے بہتے ہوئے پانی میں سے راہیں بنا کر گھوڑوں سمیت گزارا گیا (فتح مدائن کے موقع پر)۔

اگر حضرت روح اللہ کے ہاتھ پر قابلِ حیات پیکروں مثلاً پرندوں کی ہیئت یا انسانوں کی مردہ نعش میں جان ڈالی گئی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر نا قابلِ حیات کھجور کے سوکھے تنے میں حیات آفرینی کی گئی۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز سے دروازہ کے کواڑوں نے تسبیح پڑھی، اور دستِ مبارک میں کنکریوں کی تسبیح کی آوازیں سنائی دیں۔ (خصائصِ کبریٰ)

اگر حضرت مسیح کے ہاتھ پر زندہ ہونے والے پرندوں میں پرندوں ہی کی سی حیات آئی اور وہ پرندوں ہی کی سی حرکات کرنے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جی اٹھنے والے کھجور کے سوکھے تنے میں انسانوں بلکہ کامل انسانوں کی سی حیات آئی کہ وہ عارفانہ گریہ وبکاء اور عشق الٰہی میں فنائیت کی باتیں کرتا ہوا اٹھا۔ وہاں حیوان کو حیوان ہی نمایاں کیا گیا اور یہاں سوکھی لکڑی کو کامل انسان بنا دیا گیا۔

حس اسطنِ حنانہ از ہجرِ رسول
نالہ ہامی زد چو ارباب عقول

یہ سارے امتیازی فضائل و کمالات جو جماعتِ انبیاء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ غلامی سے امتوں میں اس امت کو دیے گئے تو اس کی بناء ہی یہ ہے کہ اور انبیاء نبی ہیں اور آپ خاتم الانبیاء ہیں، اور امتیں امم اور اقوام ہیں اور یہ امت خاتم الامم اور خاتم الاقوام ہے۔ اور انبیاء کی کتب آسمانی کتب ہیں اور آپ کی لائی ہوئی کتاب خاتم الکتب ہے۔ اور ادیان ادیان ہیں اور یہ دین خاتم الادیان ہے۔ اور شرائع شریعتیں ہیں اور یہ شریعت خاتم الشرائع ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کا اثر آپ کے سارے کمالات و آثار میں رچا ہوا ہے۔ پس یہ امتیازی خصوصیات محض نبوت کے اوصاف نہیں بلکہ ختم نبوت کی خصوصیات ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم!

☆☆☆☆☆

بقیہ: غزوۂ ہند میں شرکت کیجیے!

غزوہ ہند کا آغاز کب ہو گا؟

سچ تو یہ ہے کہ غزوہ ہند کا آغاز ہو چکا ہے اور اس مبارک جہاد میں اسلام کا ہر اول دستہ کشمیری مجاہدین ہیں جو مشرکین ہند پر کاری ضربیں لگانے کا آغاز کر چکے ہیں آیئے اس مبارک لشکر کا حصہ بن کر غزوہ ہند میں شریک ہو جائیں۔

مسلمانانِ ہند کو غور و فکر کی دعوت

غزوہ ہند کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ ''کسی زمانے میں کوئی لشکر آئے گا جس کے ساتھ فرشتے اتریں گے تو پھر ہم بھی انکے ساتھ مل کر جہاد میں حصہ لیں گے''۔ ایسے خیالات و جذبات ذہنی غلامی، اللہ کے حکم جہاد سے غفلت، اور لاشعوری طور پر غلامی کی زندگی پر راضی ہونے کا نتیجہ ہیں۔

اللہ کے بندو، بھلا آپ وہ لشکر کیوں نہیں ہو سکتے جو غزوہ ہند لڑے گا؟ خود ظلم و ستم کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرنا، یا امن و سلامتی اور وطن پرستی کے بہانے جہاد نہ کرنا اور پھر کسی مرد مجاہد کے آنے کا انتظار کرنا کتنی حماقت کی بات ہے؟

یاد رکھیے! غزوۂ ہند ہندوستاں کے مسلمان ہی بپا کریں گے۔ یہ ممکن ہے دوسرے مسلمان بھی ان کی نصرت کے لیے آئیں، مگر ہر اول دستہ تو مقامی مسلمان ہی ہوں گے۔ آپ چاہیں تو اس مبارک جہاد میں حصہ لیکر احادیث میں مذکور ان عظیم بشارات کے مستحق بن سکتے ہیں۔

عزیز بھائیو!

کیا آپ نے یہ عظیم معجزہ نہیں دیکھا کہ افغانستان کے بے سرو سامان مسلمانوں پر جدید ٹیکنالوجی کے حامل طاغوت اکبر امریکہ نے اپنے درجنوں اتحادی ممالک کے ساتھ مل کر حملہ کیا مگر مسلمانوں کے عَلَم جہاد بلند کرنے کی برکت سے ٹیکنالوجی کی طاقت کا بت پاش پاش ہو گیا؟ امریکہ اور اس کے طاقتور اتحادی چند فقیر منش مجاہدین سے شکست کھا کر ذلیل و رسوا ہوئے اور اللہ کا کلمہ بلند ہو گیا۔ ایمان کی طاقت، اللہ کی نصرت کا مظاہرہ ساری دنیا نے کھلی آنکھوں سے دیکھا۔ اہل ایمان کے دل ٹھنڈک اور سکون سے بھر گئے۔

اٹھیے! خدارا اللہ کے حکم جہاد پر لبیک کہیے، اللہ کی مدد و نصرت آپ کی منتظر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ان تنصروا الله ينصركم﴾

''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے (یعنی اس کے حکم کے مطابق اللہ کے کلمے کی سربلندی اور مظلوم مسلمانوں کی اعانت کے لیے جہاد کرو گے) تو وہ تمہاری مدد کرے گا''۔

☆☆☆☆☆

سیرت محمدی ﷺ کی عملی عزیمت

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

کام اور عمل

صاحبو! محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کس چیز میں اور کیوں کرنی چاہیے اس کے لیے آج ہم کو سیرۃ نبوی علی صاحبہا السّلام کا عملی پہلو دکھانا ہے، یہ انبیائے کرام اور بانیان مذاہب کی موجودہ سیرتوں کا وہ باب ہے جو تمام تر خالی اور سادہ ہے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا یہی باب سب سے بڑا اور ضخیم ہے اور تنہا یہی ایک معیار اس فیصلہ کے لیے کافی ہے کہ نبیوں کا سردار اور رسولوں کا خاتم کون ہو سکتا ہے، مفید نصیحتوں، میٹھی باتوں اور اچھی اچھی تعلیموں کی دنیا میں کمی نہیں، کمی جس چیز کی ہے وہ کام اور عمل ہے۔

موجودہ مذاہب کے شارعوں اور بانیوں کی سیرتوں کے تمام صفحے پڑھ جاؤ، دلچسپ تھیوریاں ملیں گی، دلآویز حکایتیں ملیں گی۔ خطیبانہ بلند آہنگیاں ملیں گی۔ تقریر کا زور و شور اور فصاحت و بلاغت کا جوش نظر آئے گا، مؤثر تمثیلیں تھوڑی دیر کے لیے خوش کر دیں گی، مگر جو چیز نہیں ملے گی، وہ عمل، کام اور اپنے احکام و نصائح کو آپ برت کر اور کر کے دکھانا ہے۔

اخلاق کا عظیم مرتبہ

انسان کی عملی سیرت کا نام "خلق" (اخلاق) قرآن کے سوا اور کس مذہب کے صحیفہ نے اپنے شارع کی نسبت اس بات کی گواہی دی ہے کہ وہ اپنے عمل کے لحاظ سے بھی بدرجہا بلند انسان تھا۔ لیکن قرآن نے صاف کہا اور دوست دشمن کے مجمع میں علی الاعلان کہا:

﴿وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ۝وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ۝﴾

"(اے محمد ﷺ!) بے شک تیری مزدوری نہ ختم ہونے والی ہے اور بے شک تو بڑے (درجہ کے) اخلاق پر ہے۔" [القلم: ۳،۴]

یہ دونوں فقرے گو نحو میں معطوف و معطوف علیہ ہیں، لیکن در حقیقت اپنے اشارۃ النص اور ترکیب کلام کے لحاظ سے علت و معلول ہیں، یعنی دعویٰ اور دلیل ہیں، پہلے ٹکڑے میں آپ ﷺ کے اجر کے نہ ختم ہونے کا دعویٰ ہے اور دوسرے ٹکڑے میں آپ ﷺ کے عمل اور اخلاق کو دلیل میں پیش کیا گیا ہے، یعنی آپ ﷺ کے اعمال اور آپ ﷺ کے اخلاق خود اس کی دلیل ہیں کہ آپ ﷺ کے اجر کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو گا۔ مکہ کا اُمی معلّم ﷺ پکار کر کہتا تھا۔

﴿لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾

کیوں تم کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ [الصف: ۲]

اور اس اعلان کا اس کو حق تھا کیونکہ وہ جو کچھ کہتا تھا اس کو کر کے دکھا دیتا تھا۔

آنحضرت ﷺ کی شفقت و مہربانی

یہ آنحضرت ﷺ کی نرم دلی کا متواتر بیان ہے، جو دعویٰ اور دلیل کے ساتھ خود صحیفۂ الٰہی میں موجود ہے، کہ اگر آپ نرم دل اور رحیم نہ ہوتے تو یہ وحشی، نڈر، بے خوف اور درشت مزاج عرب کبھی آپ کے گرد جمع نہ ہوتے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۝﴾

"تمہارے پاس خود تم میں سے ایک پیغمبر آیا جس پر تمہاری تکلیف بہت شاق گزرتی ہے، تمہاری بھلائی کا وہ بھوکا ہے، ایمان والوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔" [التوبہ: ۱۲۸]

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ان ترحمانہ جذبات کا ذکر فرمایا ہے جو تمام بنی نوع اور تمام بنی آدم کے ساتھ تھے، چنانچہ فرمایا کہ اے لوگو! تمہارا تکلیف و مصیبت اٹھانا، حق کو قبول کرنے سے انکار کرنا اور اپنی حالت گنہگاری پر اس طرح ڈٹے رہنا رسول ﷺ پر شاق ہے اور تمہاری بھلائی اور خیر طلبی کا وہ بھوکا ہے۔ بنی نوع انسان کے ساتھ یہی خیر خواہی تمہاری دعوت و تبلیغ اور نصیحت پر اس کو آمادہ کرتی ہے اور جو لوگ اس کی دعوت اور پکار کو سن لیتے ہیں وہ ان کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آتا ہے۔ غرض اس آیت پاک میں اس بات کی شہادت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ تمام بنی نوع انسان کے خیر خواہ اور خیر طلب تھے اور مسلمان پر خصوصیت کے ساتھ مہربان اور شفیق تھے۔

یہ آپ کے عملی اخلاق کے متعلق آسمانی شہادتیں ہیں۔

قرآن کی عملی تفسیر

قرآن پاک، اسلام کے احکام اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے جو تعلیمات انسانوں کو پہنچائی گئیں، ان کا مجموعہ ہے بحیثیت ایک عملی پیغمبر کے آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارک در حقیقت قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے، جو حکم آپ ﷺ پر اتارا گیا، آپ ﷺ نے خود اس کو کر کے بتایا۔ ایمان، توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، خیرات، جہاد، ایثار، قربانی،

عزم، استقلال، صبر، شکر، ان کے علاوہ اور حسن عمل و حسن خلق کی باتیں جس قدر آپ ﷺ نے فرمائیں ان کے لیے سب سے پہلے آپ نے اپنا ہی نمونہ پیش فرمایا۔ جو کچھ قرآن میں تھا، وہ سب مجسم ہو کر آپ ﷺ کی زندگی میں نظر آیا۔ چند صحابیؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا ام المومنین حضور ﷺ کے اخلاق اور معمولات بیان فرمایئے۔ ام المومنین جواب میں کہتی ہیں، کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے؟

کان خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم القرآن

''رسول اللہ ﷺ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا۔'' [ابوداؤد]

قرآن الفاظ و عبارت ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اس کی عملی تفسیر۔

بعثت سے قبل آپ کے اوصاف

انسان کی اخلاق، عادات اور اعمال کا بیوی سے بڑھ کر کوئی واقف کار نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس وقت حضرت خدیجہؓ کے نکاح کو ۱۵ برس ہو چکے تھے اور یہ اتنی بڑی مدت ہے جس میں ایک انسان دوسرے کے عادات و خصائل اور طور طریقہ سے اچھی طرح واقف ہو سکتا ہے۔ اس واقفیت کا اثر حضرت خدیجہؓ پر یہ پڑتا ہے کہ ادھر آپ ﷺ کی زبان سے اپنی نبوت کی خبر نکلتی ہے اور ادھر حضرت خدیجہؓ کا دل اس کی تصدیق کو آمادہ ہو جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ جب نبوت کے بار گراں سے گھبراتے ہیں تو حضرت خدیجہ تسکین دیتی ہیں کہ:

> ''یا رسول اللہ! خدا آپ کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑے گا کیونکہ آپ قرابت والوں کا حق پورا کرتے ہیں، مقروضوں کا قرض ادا کرتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں، مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں، حق کی طرفداری کرتے ہیں، مصیبتوں میں آپ لوگوں کے کام آتے ہیں۔'' [بخاری]

غور کیجیے، یہ آپ کی وہ عملی مثالیں ہیں جو نبوت سے پہلے آپ ﷺ میں موجود تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گواہی

آنحضرت ﷺ کی تمام بیویوں میں حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے زیادہ محبوب حضرت عائشہؓ تھیں۔ حضرت عائشہؓ نو برس متصل آپ ﷺ کی صحبت میں رہیں، وہ گواہی دیتی ہیں کہ حضور کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی آپ ﷺ برائی کے بدلہ میں برائی نہیں کرتے تھے بلکہ معاف کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ گناہ کی بات سے کوسوں دور رہتے تھے، آپ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنا بدلہ نہیں لیا، آپ ﷺ نے کبھی کسی غلام، لونڈی، عورت یا خادم یہاں تک کہ کسی جانور تک کو کبھی نہیں مارا۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی کی جائز درخواست اور فرمائش کو رد نہیں فرمایا۔

رؤف ورحیم پیغمبر

رشتہ داروں میں حضرت علیؓ سے بڑھ کر کوئی آپ ﷺ کے دن رات کے حالات اور اخلاق سے واقف نہ تھا۔ وہ بچپن سے جوانی تک آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہے تھے۔ وہ گواہی دیتے ہیں کہ:

> ''آپ ہنس مکھ، طبیعت کے نرم اور اخلاق کے نیک تھے، طبیعت میں مہربانی تھی، سخت مزاج نہ تھے، کوئی برا کلمہ کبھی منہ سے نہیں نکالتے تھے، لوگوں کے عیب اور کمزوریوں کو نہیں ڈھونڈھا کرتے تھے، کسی کی کوئی فرمائش اگر مزاج کے خلاف ہوئی تو خاموش رہ جاتے، نہ اس کو صاف جواب دے کر مایوس کر دیتے تھے اور نہ اپنی منظوری ظاہر فرماتے تھے، واقف کار اس اندازِ خاص سے سمجھ جاتے تھے کہ آپ ﷺ کی منشا کیا ہے، یہ اس لیے تھا کہ آپ کسی کا دل توڑنا نہیں چاہتے تھے، دل شکنی نہیں کرتے تھے، بلکہ دلوں پر مرہم رکھتے تھے کہ آپ ﷺ رؤف ورحیم تھے۔''

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ:

> ''آپ نہایت فیاض، بڑے سخی، راست گو، نہایت نرم طبع، لوگ آپ ﷺ کی صحبت میں بیٹھتے تھے تو خوش ہو جاتے، آپ کو پہلی دفعہ جو دیکھتا وہ مرعوب ہو جاتا، لیکن جیسے جیسے وہ آپ ﷺ سے ملتا جاتا آپ سے محبت کرنے لگتا۔'' [شمائل ترمذی]

آپ ﷺ کی سیرت پڑھ کر بعینہ یہی خیال انگلینڈ کے سب سے مشہور مؤرخ گبن نے ظاہر کیے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے سوتیلے فرزند حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر سے صاحبزادہ حضرت ہندؓ جو گویا آپ کے پروردہ تھے، گواہی دیتے ہیں کہ:

> ''آپ کی طبیعت میں نرمی تھی، سخت مزاج نہ تھے، کسی کا دل نہ دکھاتے تھے، کسی کی عزت کے خلاف کوئی بات نہیں کہتے تھے، کھانا جیسا سامنے آتا کھا لیتے، اس کو برا نہیں کہتے۔ آپ کو اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی غصہ نہیں آتا تھا، نہ کسی سے بدلہ اور انتقام لیتے تھے اور نہ کسی کی دل شکنی گوارا کرتے تھے، لیکن اگر

کوئی حق بات کی مخالفت کرتا، تو حق کی طرفداری میں آپ ﷺ کو غصہ آجاتا تھا اور اس حق کی آپ ﷺ پوری حمایت فرماتے تھے۔" [شمائل]

یہ آپ ﷺ کے حق میں ان لوگوں کی شہادتیں ہیں جو آپ ﷺ سے بہت نزدیک اور آپ ﷺ سے بہت زیادہ واقف تھے، اس سے یہ معلوم ہوگا کہ آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کی عملی حیثیت کیسی بلند تھی۔

سیرت کا ایک روشن پہلو

آپ ﷺ کی سیرت کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بحیثیت ایک پیغمبر کے اپنے پیروؤں کو جو نصیحت فرمائی اس پر سب سے پہلے خود عمل کر کے دکھادیا۔

کثرتِ ذکر

آپ ﷺ نے لوگوں کو خدا کی یاد اور محبت کی نصیحت کی، صحابہؓ کی زندگی میں اس تلقین کا جو اثر نمایاں ہوا وہ تو الگ چیز ہے، خود آپ ﷺ کی زندگی کہاں تک اس کے مطابق تھی، اس پر غور کرو، شب و روز میں کم کوئی ایسا لمحہ تھا، جب آپ ﷺ کا دل اللہ کی یاد سے اور آپ ﷺ کی زبان اللہ کے ذکر سے غافل ہو۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، پہنتے اوڑھتے، ہر حالت میں اور ہر وقت اللہ کا ذکر اور اس کی حمد زبان مبارک پر جاری رہتی تھی۔ آج حدیث کی کتابوں کا ایک بڑا حصہ انہی مبارک کلمات اور دعاؤں کے بیان میں ہے جو مختلف حالات اور مختلف وقتوں کی مناسبت سے آپ ﷺ کی زبان فیض اثر سے ادا ہوئیں۔ حصن و حصین دو سو صفحوں کی کتاب صرف ان کلمات اور دعاؤں کا مجموعہ ہے، جن کے فقرہ فقرہ سے خدا کی محبت، عظمت، جلالت اور خشیت نمایاں ہیں اور جن سے ہر وقت زبانِ اقدس تر رہتی تھی۔

قرآن نے اچھے بندوں کی یہ تعریف کی ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ﴾

"جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہر وقت اللہ کو یاد کیا کرتے ہیں۔"

[آل عمران: ۱۹۱]

یہی آپ ﷺ کی زندگی کا نقشہ تھا، چنانچہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، آپ ﷺ ہر وقت اور ہر لمحہ اللہ کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔

نماز سے تعلق

آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز کا حکم دیا، مگر خود آپ ﷺ کا حال کیا تھا، عام پیروؤں کو تو پانچ وقتوں کی نماز کا حکم تھا، مگر خود آپ ﷺ آٹھ وقت نماز پڑھتے تھے، طلوع آفتاب کے بعد اشراق، کچھ اور دن چڑھنے پر چاشت، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشاء پھر تہجد، پھر صبح۔ عام مسلمانوں پر تو صبح کی دو رکعتیں، مغرب کی تین اور بقیہ اوقات کی چار چار رکعتیں فرض ہیں، کل شب و روز میں سترہ رکعتیں ہیں، مگر آنحضرت ہر روز کم و بیش پچاس ساٹھ رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے۔ پنج وقتہ نماز کی فرضیت کے بعد تہجد کی نماز عام مسلمانوں سے معاف ہو گئی تھی۔ مگر آنحضرت ﷺ اس کو بھی تمام عمر شب ادا فرماتے رہے اور پھر کسی نماز کہ رات رات بھر کھڑے کے کھڑے رہ جاتے، کھڑے کھڑے پاؤں مبارک میں ورم آجاتا۔ حضرت عائشہؓ عرض کرتیں، اللہ جل جلالہ نے تو آپ کو ہر طرح معاف کر دیا ہے پھر اس قدر کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں، فرماتے "اے عائشہؓ! کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔" یعنی یہ نماز خشیت الٰہی سے نہیں، بلکہ محبت الٰہی اس کا منشاء ہے۔ رکوع میں اتنی دیر جھکے رہتے کہ دیکھنے والے کہتے کہ شاید آپ ﷺ سجدہ کرنا بھول گئے۔

نبوت کے آغاز ہی سے آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے۔ کفار آپ ﷺ کے سخت ترین دشمن تھے مگر بایں ہمہ عین حرم میں جا کر سب کے سامنے نماز پڑھتے تھے۔ کئی دفعہ نماز کی حالت میں دشمنوں نے آپ ﷺ پر حملہ کیا مگر اس پر بھی اللہ کی یاد سے باز نہ آئے۔

سب سے سخت موقع نماز کا وہ ہوتا تھا، جب کفار کی فوجیں مقابل ہوتیں، تیر و خنجر چلتے ہوتے لیکن ادھر نماز کا وقت آیا اور ادھر صفیں درست ہو گئیں۔ بدر کے معرکہ میں تمام مسلمان دشمنوں کے مقابل کھڑے تھے، مگر خود ذاتِ اقدس ﷺ اللہ کے آگے سجدہ میں جھکی ہوئی تھی، تمام عمر میں کوئی نماز عموماً اپنے وقت سے نہیں ہٹی اور نہ دو وقتوں کے علاوہ کبھی کسی وقت کی نماز قضاء ہوئی۔ ایک تو غزوہ خندق میں کافروں نے عصر کی نماز کا موقع نہیں دیا، اور ایک دفعہ اور کسی غزوہ کے سفر میں رات بھر چل کر صبح کو تمام لوگ سو گئے تو آپ ﷺ نے رات کو نماز قضا ادا کی۔ اس سے زیادہ یہ کہ مرض موت میں شدت کا بخار تھا، تکلیف بہت تھی، مگر نماز حتیٰ کہ جماعت بھی ترک نہ ہوئی۔ قوت جواب دے چکی تھی مگر دو صحابیوںؓ کے کندھوں پر سہارا دے کر مسجد تشریف لائے، وفات سے تین دن پہلے جب آپ ﷺ نے اٹھنے کا قصد کیا تو غشی طاری ہوئی اور یہی حالت تین دفعہ پیش آئی، اس وقت نماز باجماعت ترک ہوئی۔

یہ تھا اللہ کی عبادت گزاری اور یاد کا عملی نمونہ۔

روزہ کے بارے میں آپ کے معمولات

آپ ﷺ نے روزہ کا حکم دیا، عام مسلمانوں پر سال میں تیس دن کے روزے فرض ہیں، مگر خود آپ ﷺ کی کیفیت کیا تھی؟ کوئی ہفتہ اور کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہیں تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، ”جب آپ ﷺ روزے رکھنے پر آتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی افطار نہ کریں گے۔“ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو دن بھر سے زیادہ روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی مگر خود آپ ﷺ کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی دو دو تین تین دن بیچ میں کچھ کھائے پیے بغیر متصل روزہ رکھتے تھے اور اس عرصہ میں ایک دانہ بھی منہ میں نہیں جاتا تھا۔ صحابہؓ اس کی تقلید کرنا چاہتے تو فرماتے، ”تم میں سے کون میری مانند ہے، مجھ کو تو میرا آقا کھلاتا پلاتا ہے“۔ سال میں دو مہینے شعبان اور رمضان کے پورے کے پورے روزوں میں گزرتے۔ ہر مہینہ کے ایام بیض (۱۳،۱۴،۱۵) میں اکثر روزے رکھتے۔ محرم کے دو دن اور شوال کے چھ دن روزوں میں گزرتے، ہفتہ میں دوشنبہ اور جمعرات کا دن روزوں میں بسر ہوتا۔

یہ تھا روزوں کے متعلق آپ ﷺ کا عملی نقشہ زندگی

زکوٰۃ و صدقات اور آپ کی عملی زندگی

آپ ﷺ نے لوگوں کو زکوٰۃ اور خیرات کا حکم دیا تھا تو پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ حضرت خدیجہؓ کی شہادت تم سن چکے ہو کہ انہوں نے کہا، ”یارسول اللہ! آپ قرض داروں کا قرض ادا کرتے ہیں، غریبوں اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں“، گو آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم سب کچھ چھوڑ کر میرے پیچھے آؤ، نہ گھر بار لٹا دینے کا حکم فرمایا، نہ آسمان کی بادشاہت کا دروازہ دولت مندوں پر بند کیا، بلکہ صرف یہ حکم دیا کہ اپنی کمائی میں سے کچھ دوسروں کو دے کر اللہ کا حق بھی ادا کرو۔ وممارزقنہم ینفقون۔ مگر خود آپ ﷺ کا عمل یہ رہا کہ جو کچھ آیا اللہ کی راہ میں خرچ ہو گیا۔ غزوات اور فتوحات کی وجہ سے مال واسباب کی کمی نہ تھی۔ مگر وہ سب غیروں کے لیے تھا، اپنے لیے کچھ نہ تھا۔ وہی فقر وفاقہ تھا۔ فتح خیبر کے بعد یعنی ۷ھ سے یہ معمول تھا کہ سال بھر کے خرچ کے لیے تمام ازواجِ مطہراتؓ کو غلہ تقسیم کر دیا جاتا تھا، مگر سال تمام بھی نہیں ہونے پاتا تھا کہ غلہ ختم ہو جاتا تھا کیونکہ غلہ کا بڑا حصہ اہل حاجات کی نذر کر دیا جاتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور سب سے زیادہ سخاوت آپ ﷺ رمضان المبارک میں فرماتے تھے، تمام عمر کسی سوالی کے جواب میں نہیں کا لفظ نہیں فرمایا، کبھی کوئی چیز تنہا نہیں کھاتے تھے، کتنی ہی تھوڑی چیز ہوتی مگر آپ ﷺ سب حاضرین کو اس میں شریک کر لیتے تھے۔ لوگوں کو عام حکم تھا کہ ”جو مسلمان قرض چھوڑ کر مر جائے اس کی اطلاع مجھے دو کہ میں اس کا قرض ادا کروں گا اور اس نے ترکہ چھوڑا ہو تو اس کے حق دار اس کے وارث ہوں گے“۔ ایک دفعہ ایک بدو نے کہا، ”اے محمد ﷺ! یہ مال نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا ہے میرے اونٹ پر لاد دے۔“ آپ ﷺ نے اس کے اونٹ کو جو اور کھجور سے لدوا دیا اور اس کے کہنے کا برا نہ مانا۔ خود فرمایا کرتے:

انما انا قاسم وخازن والله يعطي

”میں تو بانٹنے والے اور خزانچی کی حیثیت رکھتا ہوں، اصل دینے والا تو اللہ ہے“۔

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کو میں آپ ﷺ کے ساتھ گزر رہا تھا، راہ میں آپ ﷺ نے فرمایا ”ابوذر! اگر احد کا یہ پہاڑ میرے لیے سونا ہو جائے تو میں کبھی پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں گزر جائیں اور اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس رہ جائے، البتہ یہ کہ کسی قرض ادا کرنے کے لیے کچھ رکھ چھوڑوں۔“

دوستو! محمد رسول اللہ ﷺ کے صرف خوشنما الفاظ نہ تھے بلکہ یہ آپ ﷺ کے عزم صادق کا اظہار تھا اور اسی پر آپ ﷺ کا عمل تھا۔ بحرین سے ایک دفعہ خراج کا لدا ہوا خزانہ آیا۔ فرمایا کہ صحن مسجد میں ڈال دیا جائے، صبح کی نماز کے لیے آپ تشریف لائے تو دیکھنے والے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خزانہ کے انبار کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، نماز کے بعد ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے اور تقسیم کرنا شروع کر دیا، جب سب ختم ہو گیا تو دامن جھاڑ کر اس طرح کھڑے ہو گئے کہ یہ گویا کوئی غبار تھا، جو دامن مبارک پر پڑ گیا تھا۔ ایک دفعہ فدک سے چار اونٹوں پر غلہ لد کر آیا، کچھ قرض تھا وہ دیا گیا، کچھ لوگوں کو دیا گیا۔ حضرت بلالؓ سے دریافت کیا کہ بچ تو نہیں رہا، عرض کی اب کوئی لینے والا نہیں اس لیے بچ رہا ہے۔ فرمایا جب تک دنیا کا یہ مال باقی ہے میں گھر نہیں جا سکتا۔ چنانچہ رات مسجد میں بسر کی، صبح کی تو حضرت بلال نے آکر بشارت دی کہ ”یارسول اللہ! اللہ نے آپ کو سبکدوش کر دیا۔“ یعنی جو کچھ تھا وہ تقسیم ہو گیا۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد خلاف معمول فوراً اندر تشریف لے گئے اور پھر باہر آ گئے لوگوں کو تعجب ہوا، فرمایا مجھ کو نماز میں یاد آیا کہ سونے کا چھوٹا سا ٹکڑا گھر میں پڑا رہ گیا ہے، خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ رات آ جائے اور محمد ﷺ کے گھر میں پڑا رہ جائے۔ امّ سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ”ایک دفعہ آپ ﷺ ملول اور رنجیدہ اندر تشریف لائے، میں نے سبب دریافت کیا، فرمایا: امّ سلمہؓ! کل جو سات دینار آئے تھے شام ہو گئی اور وہ بستر پر پڑے رہ گئے“۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ مرض الموت میں ہیں، بیماری کی سخت تکلیف ہے، نہایت بے چینی ہے، لیکن اسی وقت یاد آتا ہے کہ کچھ اشرفیاں گھر میں پڑی ہیں، حکم ہوتا ہے کہ ”انہیں خیرات کر دو، کیا محمد ﷺ اپنے رب سے اس طرح ملے گا کہ اس کے پیچھے اس کے گھر میں اشرفیاں پڑی ہوں۔“

یہ تھی اس باب میں آپ ﷺ کی زندگی کی عملی مثال۔

زہد و قناعت میں حضور ﷺ کا طرزِ عمل

آپ ﷺ نے زہد و قناعت کی تعلیم دی، لیکن اس راہ میں آپ ﷺ کا طرزِ عمل کیا تھا، سن چکے ہو کہ عرب کے گوشہ گوشہ سے جزیہ، خراج، عشر و زکوٰۃ و صدقات کے خزانے لدے چلے آتے تھے، مگر امیر عرب کے گھر میں وہی فقر تھا اور وہی فاقہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کہا کرتی تھیں، کہ حضور اس دنیا سے تشریف لے گئے، مگر دو وقت بھی سیر ہو کر آپ کو کھانا نصیب نہ ہوا وہی بیان کرتی ہیں کہ جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو گھر میں اس دن کے کھانے کے لیے تھوڑے سے جو کے سوا کچھ موجود نہ تھا اور چند سیر جو کے بدلہ میں آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں رہن تھی، آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

"فرزندِ آدم کو ان چند چیزوں کے سوا کسی چیز کا حق نہیں۔ رہنے کو ایک جھونپڑا، تن ڈھانپنے کو ایک کپڑا، پیٹ بھرنے کو روکھی سوکھی روٹی اور پانی"۔[ترمذی]

یہ محض الفاظ کی خوشنمابندش نہ تھی بلکہ یہی آپ ﷺ کی طرزِ زندگی کا عملی نقشہ تھا۔ رہنے کا مکان ایک حجرہ تھا جس میں کچی دیوار اور کھجور کے پتوں اور اونٹ کے بالوں کی چھت تھی، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، آپ ﷺ کا کپڑا کبھی تہہ کر کے نہیں رکھا جاتا تھا، یعنی جو بدن مبارک پر ہوتا تھا، اس کے سوا کوئی اور کپڑا ہی نہیں ہوتا تھا، جو تہہ کیا جاتا۔ ایک دفعہ ایک سائل خدمتِ اقدس میں آیا اور بیان کیا کہ سخت بھوکا ہوں، آپ ﷺ نے ازواجِ مطہرات کے پاس کہلا بھیجا کہ کچھ کھانے کو ہو تو بھیج دیں، ہر جگہ سے یہی جواب آیا کہ "گھر میں پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔" ابو طلحہؓ کہتے ہیں ایک دن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ مسجد میں زمین پر لیٹے ہیں اور بھوک کی تکلیف سے کروٹیں بدل رہے ہیں۔ ایک دفعہ صحابہؓ نے آپ کی خدمت میں فاقہ کشی کی شکایت کی اور پیٹ کھول کر دکھائے کہ ان پر ایک پتھر بندھا ہے۔ آپ ﷺ نے شکم مبارک کھولا تو ایک کی بجائے دو پتھر بندھے تھے یعنی دو دن سے فاقہ تھا۔ اکثر بھوک کی وجہ سے آواز میں کمزوری اور نقاہت آجاتی تھی، ایک دن دولت خانہ سے نکلے تو بھوکے تھے، حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے گھر تشریف لے گئے، وہ نخلستان سے کھجور توڑ لائے اور کھانے کا سامان کیا۔ کھانا جب سامنے آیا تو آپ ﷺ نے ایک روٹی اور تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا، یہ فاطمہؓ کے گھر بھجوا دو! کئی دن سے اُس کو کھانا نصیب نہیں ہوا ہے۔

آپ کو اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے بڑی محبت تھی، مگر یہ محبت امیر عرب ﷺ نے بیش قیمت کپڑوں اور سونے چاندی کے زیوروں کے ذریعہ سے ظاہر نہیں فرمائی۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ کا دیا ہوا ایک سونے کا ہار حضرت فاطمہؓ کے گلے میں دیکھا تو فرمایا! اے فاطمہ تم کیا لوگوں سے یہ کہلوانا چاہتی ہو کہ محمد کی بیٹی گلے میں آگ کا طوق ڈالے ہوئے ہے، حضرت فاطمہؓ نے اسی وقت وہ طوق اتار کر بیچ ڈالا اور اس کی قیمت سے ایک غلام خرید کر آزاد کیا۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے سونے کے کنگن پہنے، تو اتروا دیے کہ محمد کی بیوی کو یہ زیبا نہیں، فرمایا کرتے تھے کہ "انسان کے لیے دنیا میں اتنا ہی کافی ہے جس قدر ایک مسافر کو زادِ راہ! یہ قول تھا اور عمل یہ تھا کہ ایک دفعہ کچھ جانثار ملنے آئے تو دیکھا کہ پہلو میں چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں، عرض کی یا رسول اللہ! ہم لوگ ایک نرم گدا بنا کر حاضر کرنا چاہتے ہیں، فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا غرض؟ مجھ کو دنیا سے اسی قدر تعلق ہے جس قدر اس سوار کو جو راستہ چلتے تھوڑی دیر کے لیے کہیں سایہ میں آرام کرتا ہے اور پھر آگے بڑھ جاتا ہے۔ ۹ھ میں جب اسلام کی حکومت یمن سے شام تک پھیلی ہوئی تھی آپ ﷺ کے توشہ خانہ کی مالیت یہ تھی، جسم مبارک پر ایک تہبند، ایک کھڑی چارپائی، سرہانے ایک تکیہ جس میں خرمے کی چھال بھری تھی، ایک طرف تھوڑے سے جو، ایک کونے میں ایک جانور کی کھال، کھونٹی میں پانی کے مشکیزے۔

یہ تھا زہد و قناعت کی تعلیم کے ساتھ اس پر آپ ﷺ کا عمل۔

ایثار اور صحیفہ سیرت

دوستو! ایثار کا وعظ کہنے والوں کو تم نے بہت دیکھا ہو گا مگر کیا کسی ایثار کے وعظ کہنے والے کے صحیفہ سیرت میں اس کی مثال بھی دیکھی ہے اس کی مثال مدینہ کی گلیوں میں ملے گی۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو ایثار کی تعلیم دی تو ساتھ ہی ان کے سامنے اپنا نمونہ بھی پیش کیا۔ حضرت فاطمہؓ سے آپ کو جو محبت تھی وہ ظاہر ہے مگر ان ہی حضرت فاطمہؓ کی عسرت اور تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ چکی پیستے پیستے ہتھیلیاں گھس گئی تھیں اور مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینہ پر نیل کے داغ پڑ گئے تھے۔ ایک دن انہوں نے حاضر ہو کر پدر بزرگوار سے ایک خادمہ کی خواہش ظاہر کی۔ ارشاد ہوا۔ "اے فاطمہؓ! اب تک صفہ کے غریبوں کا انتظام نہیں ہوا ہے، تو تمہاری درخواست کیونکر قبول ہو۔" دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا، "فاطمہؓ! بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے" ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس چادر نہ تھی۔ ایک صحابیہؓ نے لا کر پیش کی۔ اسی وقت ایک صاحب نے کہا، کیسی اچھی چادر ہے، آپ نے فوراً اتار کر ان کی نذر کر دی۔ ایک صحابیؓ کے گھر کوئی تقریب تھی، مگر کوئی سامان نہ تھا۔ ان سے کہا، عائشہؓ کے پاس جا کر آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ۔ وہ گئے اور جا کر لے آئے، حالانکہ آپ ﷺ کے گھر میں آٹے کے سوا، رات کے کھانے کو کچھ نہ تھا۔ ایک دن صفّہ کے غریبوں کو لے کر حضرت عائشہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ کھانے کو ہو لاؤ۔ چونی کا پکا ہوا کھانا حاضر کیا گیا وہ کافی نہ ہوا، کوئی اور چیز طلب کی، تو چھوہارے کا حریرہ پیش ہوا۔ پھر پیالہ میں دودھ آیا، مگر یہی سامان مہمانی کی آخری قسط گھر میں تھی۔ یہ تھا ایثار اور اس پر عمل۔

(جاری ہے ان شاءاللہ)

درود شریف کی اہمیت

یہ تحریر ادارہ حطین کے کتابچہ أنس الغريب بالصلاة على النبي الحبيب صلّى الله عليه وسلّم سے لی گئی ہے۔(ادارہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله نحمده حمدا كثيرا طيبا كريما ونصلي على رسوله الحبيب صلاة دائمة مستمرة ونسلم تسليما ونصلي على آله الطيبين وأهل بيته الطاهرين وصحابته أجمعين ومن تبعهم من بعدهم إيمانا ويقينا، وبعد

ایک مومن کے لیے سب سے بڑھ کر محبوب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول، پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ اس کے بغیر تو ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا۔ محبت کیا چیز ہوتی ہے اور محبوب کے لیے محب کے کیا جذبات ہوتے ہیں، اس کا فیصلہ تو ہر انسان کر سکتا ہے، کیونکہ اس کے دل میں محبت کے جذبات ودیعت کیے گئے ہیں۔ اسی بنا پر ہم جانتے ہیں کہ محبوب سے محبت کی دو بنیادی علامتیں ہیں جن سے محب کی محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ پہلی علامت محبوب کا ذکر (یعنی محبوب کی یاد)۔ محبت کے جانچنے کا پہلا امتحان یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ محبوب کو کوئی شخص کتنا یاد کرتا ہے۔ مومن خاں مومن کا شعر ہے:

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

اور جب محبت اپنی انتہاء کو پہنچے تو محبوب کی یاد کے علاوہ کوئی یاد دل میں نہیں رہتی۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ کے شعر میں اسی کا ذکر ہے:

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آ جا، اب تو خلوت ہو گئی

عرب شاعر نے اس کے لیے یہ پیرایہ اختیار کیا:

عجبت لمن يقول ذكرت حبي
وهل أنسى فأذكر من نسيت[1]

میں اس شخص کی بات پر حیران ہوتا ہوں جو کہتا ہے کہ میں نے محبوب کو یاد کیا، بھلا میں کبھی اپنے محبوب کو بھولا ہوں کہ کہوں کہ میں نے بھولے ہوئے کو یاد کیا۔
وہ شخص اپنی محبت میں کیسے سچا ہو سکتا ہے جو اپنے محبوب کو یاد نہ کرتا ہو اور جو سب سے بڑھ کر کسی کو محبوب رکھنے کا دعویدار ہو تو لازم ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر اسے یاد رکھتا ہو۔

محبت کی دوسری علامت محبوب کی فرمانبرداری ہے، اطاعت و تابعداری ہے۔ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی بات بھی سنتا اور مانتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے دیوان میں ان کا ایک شعر ہے:

لو كان حبك صادقا لأطعته
إن المحب لمن يحب مطيع

اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم اس (محبوب) کی فرمانبرداری کرتے،
بے شک محب جس سے محبت کرتا ہے، اس کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

اس کا فیصلہ اور پھر مشاہدہ خود انسانوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اب جب ایک مومن کے لیے سب سے بڑھ کر محبوب اللہ تعالیٰ اور آپ کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، تو اب ان کی یاد اور اطاعت کا کیا مقام ہونا چاہیے، ہر مسلمان خود سمجھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد کے لیے مسلمانوں کو اپنا ذکر سکھایا۔ دل، زبان اور پھر اعضاء سے ذکر کرنا۔ دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا، اس کا استحضار کرنا، اس کی کائنات میں غور و تدبر کرنا، پھر زبان سے ذکر کے کلمات ادا کرنا جسے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک نقل فرمایا، اور پھر اعضاء سے نماز و عبادات کر کے اللہ کو یاد کرنا۔ اور اطاعتِ الٰہی تو اس کے ہر حکم کو ماننا ہے۔

اب پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے یاد کیا جائے۔ یہ معاملہ بالعموم مسلمانوں میں کم اہمیت ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تو مسلمان سمجھتے ہیں، مگر یاد کرنا کیسے ہو، یہ قلب و ذہن سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ طریقہ بتلایا کہ وہ اپنے نبی پر درود و سلام بھیجیں۔ اور اس حکم کو ایسا معظم بالشان نازل فرمایا کہ اپنی محبت کی دلیل بھی ساتھ ذکر کر دی کہ خود اللہ تعالیٰ بھی اپنے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اور ساتھ فرشتوں کو بھی مامور فرمایا ہے کہ وہ بھی بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾[الأحزاب:٥٦]

”بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو، اور خوب سلام بھیجا کرو“۔

پس جس بندۂ مومن کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ ہے، اس کے پاس

[1] ذكرها الإمام ابن القيم في جلاء الأفهام في فضل الصلاة والسلام على محمد خير الأنام

اپنے دعوے کو جانچنے کا یہ طریقہ ہے کہ وہ دیکھ لے کہ وہ اپنے شب وروز میں کتنی بار پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتا ہے، اور کتنی بار اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے۔

یہ کام تو ہم اس لیے کریں کہ ہم اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ سے محبت کے دعویدار ہیں اور روزِ محشر آپ کے ہاتھ سے حوضِ کوثر کا جام پینے کے متمنی ہیں، لیکن اگر پھر بھی دل میں داعیہ کمزور ہو تو انعام کو جان کر شاید ہم سے میں سے کوئی اس کی کثرت پر تیار ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا:

من صلى علي واحدة صلى الله عليه عشراً.[2]

"جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے تو اللہ تعالیٰ اس بندے پر دس مرتبہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں"۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد کے حامل کے لیے فرمایا:

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾

"تم لوگ مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا"

جبکہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنے اور آپ پر درود بھیجنے والے کے لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ایک کے بدلے دس بار رحمتیں نازل فرمائیں گے، یعنی نہ صرف یاد کریں گے، بلکہ دس بار رحمتوں بھرا یاد کریں گے۔ علامہ فاکہانی رحمہ اللہ نے تو فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے پر ایک مرتبہ نظرِ رحمت فرمائیں تو یہ اس کے لیے دنیاومافیھا سے بہتر ہے، اور کہاں اس موقع پر دس بار نظرِ رحمت فرمائی جارہی ہے۔

نہ صرف اللہ تعالیٰ یاد کریں گے، بلکہ فرشتوں کو بھی مامور فرمایا کہ وہ بھی ایسے شخص پر درود بھیجیں، رحمتوں کا سوال کریں، جیسا کہ مسند احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے[3]۔

اس پر مزید مستزاد یہ کہ محب کا یہ یاد کرنا خود محبوب تک پہنچا دیا جائے گا، بلکہ آپ بھی جواب میں یاد فرمائیں گے اور سلام کا جواب دیں گے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صلى علي بلغتني صلاته وصليت عليه.[4]

"جو مجھ پر درود بھیجے تو اس کا درود مجھے پہنچتا ہے اور میں اس پر جواب میں درود بھیجتا ہوں"۔

ما من أحد يسلم علي إلا رد الله إلي روحي حتى أرد عليه.[5]

"کوئی بھی مسلمان جب مجھے سلام بھیجتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے میری روح مجھے لوٹادی ہے، (چنانچہ) میں اس (سلام بھیجنے والے) کے سلام کا جواب دیتا ہوں"۔

یہاں تک بعض روایات میں آتا ہے کہ فرشتے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے درود بھیجنے والے کا نام لے کر بتاتے ہیں کہ فلاں آپ پر درود وسلام بھیجتا ہے[6]۔

کیا یہ انعام کم تھا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس یاد کرنے پر دس بار رحمت کی نظر سے دیکھا، بلکہ فرشتوں کی مجلس میں یاد کیا گیا، مگر مزید یہ انعام کہ خود درود بھیجنے والے کا نام پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جواب میں یاد فرمایا، سلام بھیجا۔ صلی اللہ علیہ وسلم!

یہ تو چند انعامات کا ذکر ہوا، ورنہ انعامات کی ایک فہرست ہے جو علمائے کرام نے ذکر کی ہے۔ ہمارا مقصد تو بس اہلِ ایمان کی توجہ اس طرف مبذول کرانا ہے کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے کہ ہم انھیں یاد کریں، جس طرح ہم اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہوئے اس کا ذکر کرتے ہیں، اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنے کا بہترین ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہے۔ اب جو اپنے شب وروز میں جس قدر کثرت سے درود بھیجے گا، وہ اتنا ہی بڑا محب ہو گا۔ ہاں! چاہیے کہ شوق ومحبت سے درود کے کلمات ادا کیے جائیں، لاپرواہ دل سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دیں۔

پھر آج کے زمانے میں ... جب کفر وکفار کا شوکت ودبدبہ ہے، اور اسلام اور اہلِ اسلام کی مغلوبیت ہے... ایسے میں ایمان کو مضبوطی سے تھامنے والوں کے لیے باطنی سکون اور ظاہری فتح وکامرانی کے حصول کے لیے بھی یہ ایک وسیلہ ہے، جسے تھامنے میں کمی نہیں کرنی چاہیے اور جس کی اہمیت دل میں خوب راسخ ہونی چاہیے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله تعالىٰ على نبينا وحبيبا وسيدنا محمد وعلى آله وصحبه وأمته وعلينا أجمعين، آمين۔

☆☆☆☆☆

امت کی زندگی

امت کی زندگی علماء کے قلم کی روشنائی اور شہیدوں کے خون سے عبارت ہے، مگر جب خون اور روشنائی یک رنگ ہو جائیں، قلم میں روشنائی بھرنے والے ہاتھ ہی امت کو جگانے اور اپنا خون پیش کرنے کے لئے آگے بڑھنے لگیں تو پھر امت بلندیوں کا سفر طے کرنے لگتی ہے، اس میں زندگی کی حرارت رواں دواں ہو جاتی ہے۔

(شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ)

---

[2] أخرجه مسلم وأحمد وأبو داود والنسائي

[3] عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما قال: من صلى على النبي صلى الله عليه وسلم واحدة صلى الله عليه وملائكته بها سبعين صلاة، فليقل عبد من ذلك أو ليكثر۔ حسنه الهيثمي والسخاوي وقال السخاوي: وحكمه الرفع، إذ لا مجال للاجتهاد فيه۔

[4] أخرجه الطبراني في الأوسط وحسنه السخاوي

[5] أخرجه أبو داود وأحمد وحسنه جمع من المحدثين أمثال النووي والعراقي والحافظ وغيرهم

[6] أخرجه إسحاق بن راهويه في مسنده وابن عدي في الكامل عن ابن عباس رضي لله عنهما

حُبّ رسول ﷺ کا اظہار اور شعر گوئی

عارف ابوزید

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کائنات، تمام موجودات ومخلوقات میں جو مقام ومرتبہ عطا فرمایا، وہ کسی بھی دوسرے فرد کو نہ ملا۔ خالق ومالک، رب واللہ نے جو کچھ تخلیق کیا، اور اس تخلیق میں جس قدر کمالات رکھے، اس کی سب سے اعلیٰ اور اکمل صورت اپنے سب سے محبوب پیمبر، ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص جس قدر صفات سے متصف ہو، وہ اسی قدر قابلِ حمد وستائش بھی ہوتا ہے۔ اور جو دنیا میں ہر اعتبار سے کامل ہو، اسی کا حق ہے کہ سب سے بڑھ کر محبوب بھی ہو۔ مسلمانوں کے یہاں تو یہ محبوبیت شرطِ ایمان ہے، کہ اس کے بغیر ایمان کامل ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ ایمان اپنے اللہ کی محبت کے بعد سب سے بڑھ کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی محبت کرتے ہیں۔ اپنی جان سے بڑھ کر، اپنے والدین، بیوی بچوں سے بڑھ کر، کل اقارب سے بڑھ کر، اپنے مال واسباب سے بڑھ کر... محبت کرتے ہیں۔ اور پھر وہ محبت کیسی کہ جس کا اظہار نہ ہو، وہ محب ہی کیسا کہ اپنے محبوب سے اپنی محبت کا اظہار نہ کرتا ہو، نہ کرنا جانتا ہو۔ ایسی محبت تو دعوے سے آگے عمل کی دنیا میں آ ہی نہیں سکتی جس میں اظہار کی صفت ہی نہ ہو۔ دنیا کی رسم ہے کہ محب اپنے محبوب سے محبت کا اظہار کرتا ہے اور اس میں خوب داد لیتا ہے۔ اور جب معاملہ انسانوں کے سب سے بڑے محبوب کا ہو، تو کیسے ممکن تھا کہ اس کے اظہار کی زبان میسر نہ ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ اپنے محبوب پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے اظہار میں کمی نہیں کی، بلکہ اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ دنیا کے ادب میں کسی کی محبت میں اس قدر مواد نہیں موجود جتنا کہ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں موجود ہے تو اس کی صداقت میں کوئی شک نہ کرے گا۔ یہ اظہار جہاں نثر کی صورت میں بہ کثرت موجود ہے، وہاں اس اظہار کے لیے شعر گوئی کا بھی خوب استعمال کیا گیا ہے۔ انسانی دنیا میں شاعری تو وہ سب سے بہترین وسیلہ ہے جس کے ذریعے انسانی جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ الحمد للہ، اس باب میں مسلمانوں نے ادب کو اتنا نوازا ہے، کہ کسی دوسری قوم ومذہب کے ماننے والے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

جب ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک، ہمارے دلوں کے سکون، ہمارے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو اسی وقت سے اہلِ ایمان نے آپ کی حمد وتعریف میں شعر گوئی شروع کی۔ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچنے ہی والے تھے کہ مدینہ کی گلیوں میں یہ اشعار پڑھے جا رہے تھے:

طلع البدر علينا من ثنيات الوداع
وجب الشكر علينا ما دعا لله داع
ايها المبعوث فينا جئت بالأمر المطاع
جئت شرفت المدينة، مرحبا يا خير داع

[چودھویں کا چاند 'وداع' کی چوٹیوں سے ہم پر طلوع ہوا ہے، ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے جب تک اللہ کو کوئی پکارنے والا باقی ہے، اے وہ مبارک ذات کہ جو ہم میں پیغمبر بنا کر بھیجے گئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے امور کو لے کر آئے جن کی اطاعت واجب ہے، آپ نے مدینہ کو اپنی تشریف آوری سے شرف بخشا، مرحبا! اے بہترین پکار لگانے والے!]

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو شعراء تھے، وہ بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار کہتے تھے۔ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعرِ رسول کہلائے۔ آپ کے بعض اشعار ہیں:

وأَحسنُ منكَ لم ترَ قطُّ عيني
وَأجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النّسَاءُ
خلقتَ مبرأً منْ كلّ عيبٍ
كأنكَ قدْ خلقتَ كما تشاءُ

[اور آپ سے بڑھ کر اچھا میری آنکھ نے کوئی نہیں دیکھا، اور آپ سے بڑھ کر حسین کسی عورت نے نہیں جنا۔ آپ تمام عیبوں سے پاک پیدا کیے گئے، گویا آپ ایسا پیدا ہوئے کہ جیسا آپ نے خود چاہا]

جب رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین میں سے شعراء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو بیان کی تو سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے خود رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی [علیٰ صاحبہ الصلاۃ والسلام] میں منبر لگوایا، اور آپ رضی اللہ عنہ نے دفاع کا خوب حق ادا کیا اور اپنی محبت وجان سپاری کے جذبات کا خوب اظہار کیا۔

هجوتَ محمداً، فأجبتُ عنهُ،
وعندَ اللهِ في ذاكَ الجزاءُ
هجوتَ مباركاً، براً، حنيفاً،
أمينَ اللهِ، شيمتهُ الوفاءُ
فَإنّ أبي وَوَالِدَهُ وَعِرْضي
لعرضِ محمدٍ منكمْ وقاءُ

[تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی تو میں تمہیں جواب دیتا ہوں، اور اس پر اپنے اللہ سے اجر کا خواستگار ہوں۔ تم نے ایک مبارک، نیکی کے پیکر، اپنے رب کے لیے یکسو، اللہ کے امین کی برائی بیان کی، اس کی برائی بیان کی وفاشعاری جس کی طبیعت ہے۔ پس میرا باپ، اس کا بھی باپ اور میری عزت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے تم سے دفاع میں قربان ہو]

محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر دور میں مسلمانوں کے دلوں کے تسکین وطمانیت کا سامان کرتی رہی۔ ایک اعرابی نے روضہ مطہرہ [علی صاحبھا الصلاۃ والسلام] پر حاضری کے وقت یہ مشہور اشعار کہے:

يا خير من دفنت في الترب أعظمه
فطاب من طيبهن القاع والأكم
نفسي الفداء لقبر أنت ساكنه
فيه العفاف وفيه الجود والكرم
أنت الحبيب الذي ترجى شفاعته
عند الصراط إذا ما زلت القدم

[اے وہ صاحبِ خیر جس کا جسد اس مٹی میں مدفون ہے، جس کی مہک سے یہ زمین اور چوٹیاں گل وگلزار بنی ہوئی ہیں۔ جس قبر میں آپ آرام فرمارہے ہیں، میری جان اس پر قربان ہو، کہ اس میں عفت، سخاوت اور کرم کے کمال کا حامل مدفون ہے۔ اے نبی! آپ ہی تو وہ محبوب ہیں کہ جس سے شفاعت وسفارش کی امید ہے، اس وقت جب پلِ صراط پر قدموں کے ڈگمگانے کا لمحہ آئے۔]

علامہ بوصیری نے جب مدحِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں قصیدہ کہا تو اتنا مشہور ہوا کہ آج تک اس کی شرح اور اس پر تضمین کی جارہی ہے۔ وہ اشعار ایسے بابرکت تھے کہ ان کی بدولت خواب میں پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی بردہ عطا فرمائی اور اس بردہ سے آپ کو مرض سے شفا ملی۔ آج بھی انھیں برکت کی غرض سے اور حبِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ بعض اشعار یہ ہیں:

قامت به وهو قبل الكون علتها
لولاه لم تخرج الدنيا من العدم
محمد سيد الكونين والثقلين
والفريقين من عرب ومن عجم
نبينا الآمر الناهي فلا أحد
إلا ومنه له سهم من النعم

[کائنات آپ ہی کے دم سے وجود میں آئی، اور آپ اس کے وجود سے پہلے ہی اس کی علتِ وجود تھے، اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا نیست سے ہست میں نہ آتی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو دونوں جہانوں کے سردار، جن وانس کے سردار اور عرب وعجم کے سردار ہیں۔ ہمارے نبی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والے ہیں، پس جسے بھی نعمت پہنچتی ہے تو اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ضرور ہوتا ہے۔]

عربی زبان کے علاوہ اردو زبان میں بھی اہلِ ایمان کی طرف سے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے اظہار کا خوب مظاہرہ کیا گیا۔ اور ایسے اشعار کہے گئے جو آج تک زبان زدِ عام ہیں۔ اقبال مرحوم کی زبان سے یہ اشعار نکلے:

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا
نگاہِ عشق ومستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

ماہر القادری مرحوم نے جب نذرانہ سلام کہا تو ایسا خوب کہا کہ اس کی مثیل لانا آج بھی مشکل ہے۔

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دست گیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

مظفر وارثی مرحوم ساری زندگی عشق ومحبت کی باتیں کرتے رہے، حبِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار عجیب اشعار کہتے رہے۔

مفلسِ زندگی اب نہ سمجھے کوئی، مجھ کو عشقِ نبی اس قدر مل گیا
جگمگائے نہ کیوں میرا عکسِ دروں، ایک پتھر کا آئینہ گر مل گیا
کمالِ خلّاق ذات اس کی، جمالِ ہستی حیات اس کی
بشر نہیں، عظمتِ بشر ہے، مرا پیمبر عظیم تر ہے

احسن عزیز شہید تو فراقِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں غم سے نڈھال رہے، یہاں تک کہ کاسہ شہادت پی کر انھی کے در پر پہنچ گئے، نحسبہ کذلک۔

میں تری مفارقت میں یہ جاں نہ کیوں جلاؤں
ترا غم ملے تو کیونکر کوئی اور غم اٹھاؤں

غرض، اہلِ ایمان نے اپنے پیارے حبیب، بلکہ محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والہانہ محبت اور عشق کے اظہار میں شعر گوئی کا خوب استعمال کیا۔ شعر کہنے والا اپنے جذباتِ عشق بیان کرتا رہا، اور شعر سننے والے اپنے زمزمہ محبت کی تسکین کرتے رہے۔ یقیناً یہ تو پیارے

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے کہ آپ کے محبین کی آنکھیں آپ کی یاد میں اشکبار ہوں، دل جوشِ محبت سے گرفتار ہوں، زبانیں ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہوں۔ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے اظہار میں اشعار کہنا اور سننا خود ایک عبادت ہے۔ جو شعر گوئی کی صلاحیت سے متصف ہے، اس کے لیے خود نعت کہنا عبادت ہے، اور جو اس سے محروم ہے، اس کے لیے ایسے اشعار پڑھنا اور سننا عبادت ہے۔ جو شعر گوئی کی صلاحیت سے متصف ہے، اس کے لیے خود نعت کہنا عبادت ہے، اور جو اس سے محروم ہے، اس کے لیے ایسے اشعار پڑھنا اور سننا عبادت ہے۔ ہاں! آخر میں اتنا عرض کرتے چلیں کہ اس میں افراط و تفریط... دونوں سے بچنا انتہائی ناگزیر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ عبادت سنت کے طریقے سے ہٹ کر بدعت کے درجے میں چلی جائے، والعیاذ باللہ۔ اس واسطے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اظہار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و فضائل کے بیان میں ایسا غلو نہ ہو کہ خالق و مخلوق کا فرق مٹ جائے، جیسا کہ نصاریٰ نے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ کیا۔ باقی دائرہ مخلوق میں موجود ہر قسم کا کمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔ کسی کا یہ قول اس کا صحیح اظہار ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ لہٰذا اس میں کوئی قباحت نہیں۔ رہ گئے واقعات و معجزات کا اظہار تو اس میں یہ اضافی قید بھی ہے کہ اس کا ثبوت تاریخ میں موجود ہونا چاہیے، تاکہ بے ثبوت چیزوں کی نسبت پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ ہو جائے۔ دوسری طرف اس انتہا سے بھی بچا جائے کہ محبت کے اظہار میں جہاں اشعار کہے جائیں، تو وہاں بدعت کے حکم لگانے میں بھی غلو نہ کیا جائے، بلکہ شاعر کے مافی الضمیر کو سمجھا جائے کہ وہ استغاثہ کر رہا ہے، یا اپنی محبت کا اظہار کر رہا ہے۔ آج ایک فرقہ اس باب میں بھی ایسی سختی کرتا ہے کہ اہل السنۃ کے یہاں مقبول توسل تک کو شرک کہہ کر رد کر دیتا ہے، اور اپنی محبت و عشق میں اگر کوئی شعر میں پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اپنے گناہوں کا ذکر کر دیتا ہے، اور آپ سے شفاعت کی درخواست کر دیتا ہے، تو اسے فوراً شرک کہہ کر اس پر حکم لگا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ کہنے والے کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ وہ حقیقت میں یہ گزارش کر رہا ہے، بلکہ وہ تو تخیل میں کر رہا ہوتا ہے۔ شعر گوئی سے شغف نہ رکھنے کی بنیاد پر لوگ اس غلطی کا مرتکب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا خصوصی حصہ نصیب فرمائیں، اور ہمیں افراط و تفریط ہر دو سے محفوظ فرمائیں، آمین۔

فداه نفسي وأمي وأبي وزوجتي وولدي، فصل الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم۔

☆☆☆☆☆

لا الہ الا اللہ کا عملی اظہار

اللہ کے نازل کردہ دین کا فطری اور لازمی تقاضہ ہے کہ فیصلے بھی اللہ ہی کے نازل کردہ قانون کے مطابق کیے جائیں کیونکہ یہی زمین پر اللہ کی حاکمیت کا مظہر ہے، یہی اللہ سبحان و تعالیٰ کی سلطانی کا عکاس ہے اور یہی لا الہ الا اللہ کا عملی اظہار ہے۔ پس اللہ کے نازل کردہ دین کو ماننا اور اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے کرنا (الحکم بغیر ما انزل اللہ) باہم لازم و ملزوم ہیں ان کا یہ لازم و ملزوم ہونا محض اس بناء پر نہیں کہ اللہ کا نازل کردہ دین انسانوں کے اپنے لئے خود سے گھڑے ہوئے قوانین، نظاموں اور مناہج سے بہتر ہے، یہ تو ان دونوں کے لازم و ملزوم ہونے کی ایک وجہ ہے لیکن نا تو یہ اس کی اساسی وجہ ہے نا ہی اہم تر وجہ۔ بلکہ اس کی اہم تر اور اساسی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ہی فیصلے کرنا دراصل اللہ کی الوہیت کا اقرار ہے اور اللہ کے ماسوا ہر ایک کی الوہیت اور خدائی کا انکار۔ یہ ہے اسلام اپنے لغوی معنی یعنی سر تسلیم خم کرنے کے اعتبار سے بھی اور یہ ہے اسلام اپنے اصطلاحی معنی میں بھی جیسا کہ تمام ادیان نے بیان کیا ہے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ ہی کا ہو جانا اور اللہ کے ساتھ کسی اور کی خدائی اور الوہیت کو تسلیم کرنے سے انکار کرنا، اور الوہیت کی اہم ترین خصوصیت یعنی سلطانی اور حاکمیت میں کسی اور کی شرکت قبول نہ کرنا اور محض اللہ سبحان و تعالیٰ ہی کا یہ حق ماننا کہ وہ بندوں سے اپنی اطاعت کروائیں اور بندوں کو اپنی نازل کردہ شریعت اور اپنے اطاع کردہ قانون کی پابندی کا حکم دیں۔ چنانچہ یہ کافی نہیں کہ انسان اپنے لئے ایسے قوانین اختیار کر لیں جو اللہ کی نازل کردہ شریعت سے کچھ مشابہت رکھتے ہوں نہ ہی اللہ کو محض یہ مطلوب ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کو انسان من و عن تسلیم کر لیں لیکن اس کو اس بنیاد پر تسلیم کریں کہ انسانوں نے اس کو منظور کیا ہے، بجائے اس کے کہ اس بنیاد پر تسلیم کریں کہ وہ محض اللہ کا حکم ہونے کی وجہ سے مانی جا رہی ہے۔ پس اللہ کو مطلوب صورت حاصل نہیں ہوتی جب تک شریعت الٰہیہ کو محض اس وجہ سے نافذ نہ کر دیا جائے کہ وہ اللہ کا حکم ہیں اور حاکمیت اللہ ہی کا حق ہے اور الٰہ و معبود بھی بس اللہ ہی ہے اور اللہ کے سوا اس میں کوئی شریک نہیں۔ پس جب شریعت کو اس انداز میں اللہ کے لئے خالص کر کے نافذ کیا جائے تو انسانوں سے سلطانی اور حاکمیت اعلیٰ کا حق چھن جاتا ہے الا یہ کہ وہ اللہ کے حکم کے تحت اللہ ہی کی شریعت کو نافذ کرنے کے لئے حکمرانی پر فائز ہوں۔

(سید قطب شہید رحمہ اللہ)

حضورِ رسالت مآب ﷺ میں… عرضِ احوال

نبیِؐ اکرمؐ، شفیعِ اعظمؐ! دکھے دلوں کا پیام لے لو!
تمام دنیا کے ہم ستائے کھڑے ہوئے ہیں، سلام لے لو!
شکستہ کشتی ہے، تیز دھارا، نظر سے روپوش ہے کنارا
نہیں کوئی ناخدا ہمارا، خبر تو عالی مقام لے لو!
عجیب مشکل میں کارواں ہے، نہ کوئی جادہ، نہ پاسباں ہے
بشکلِ رحمت چھپے ہیں رہزن، اٹھو ذرا انتقام لے لو!
قدم قدم پہ ہے خوفِ رہزن، زمیں بھی دشمن، فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بد ظن، تمہی محبت سے کام لے لو!
کبھی تقاضا وفا کا ہم سے، کبھی مذاقِ جفا ہے ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم سے، خبر تو عالی مقام لے لو!
یہ کیسی منزل پہ آگئے ہم، نہ کوئی اپنا، نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا! تمام اپنے غلام لے لو!
یہ دل میں ارماں ہے اپنے طیب، مزارِ اقدس پہ جاکے اک دن
سناؤں ان کو میں حال دل کا، کہوں میں ان سے، سلام لے لو!

[حضرت حکم الاسلام قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہ]

☆☆☆☆☆

کل ایک شوریدہ خواب گاہِ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر وہندوستاں کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں
یہ زائرانِ حریمِ مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں
غضب ہیں یہ 'مرشدانِ خود بیں'، خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں
سنے گا اقبال کون ان کو، یہ انجمن ہی بدل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں

[علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ]

☆☆☆☆☆

ہے مضطرب سی تمنا کہ ایک نعت کہوں
میں اپنے زخموں کے گلشن سے تازہ پھول چنوں
پھر ان پہ شبنمِ اشکِ سحر گہی چھڑکوں
پھر ان سے شعر کی لڑیاں پرو کہ نذر کروں
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں؟

کھڑا ہوں صدیوں کی دوری پہ خستہ وحیراں
یہ میرا ٹوٹا ہوا دل، یہ دیدۂ گریاں
یہ منفعل سے ارادے، یہ مضمحل ایماں
یہ اپنی نسبتِ عالی، یہ قسمتِ واژوں
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں؟

یہ تیرے عشق کے دعوے، یہ جذبۂ بیمار
یہ اپنی گرمئ گفتار، پستئ کردار
رواں زبانوں پہ اشعار، کھو گئی تلوار
حسین لفظوں کے انبار، اڑ گیا مضموں
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں؟

نہ سامنے کوئی منزل، نہ راستہ معلوم
نہ رہزنوں کی خبر ہے، نہ راہنما معلوم
یہ کیا مقام ہے، اپنا نہیں پتہ معلوم
یہ کیا زمین ہے، آخر یہ کون سا گردوں
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں؟

پہن کے تاج بھی غیروں کے ہم غلام رہے
فلک پہ اڑ کے بھی شاہیں اسیر دام رہے
بنے تھے ساقی، مگر پھر شکستہ جام رہے
دل ونگاہ پہ طاری فرنگیوں کا فسوں
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں؟

ترے مقام کی عظمت بھلا کے بیٹھے ہیں
ترے پیام کی شمعیں بجھا کے بیٹھے ہیں
ترے نظام کا خاکہ اڑا کے بیٹھے ہیں
ضمیرِ شرم سے پُر داغ، قلب ہے محزوں
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں؟

عقیدتیں بھی ترے ساتھ، کافری بھی پسند
قبول نکتہ توحید، بت گری بھی پسند

تیرے عدو کی گلی میں گداگری بھی پسند
نہ کارساز خرد ہے، نہ حشر خیز جنوں
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں

یہاں کہاں سے مجھے رفعتِ خیال ملے
کہاں سے شعر کو اخلاص کا جمال ملے
کہاں سے قال کو گم گشتہ رنگِ حال ملے
حضور ایک ہی مصرعہ یہ ہوسکا موزوں
میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں

[نعیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ]

☆☆☆☆☆

اے میرے نبیؐ صدق وصفا! جب دل پہ شبِ غم چھاتی ہے
اور دل کی شبِ غم میں کوئی جب برقِ بلا لہراتی ہے
اور برقِ بلا جب بن کے گھٹا بارانِ شرر برساتی ہے
ایسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تری یاد آتی ہے
اے میرے نبیؐ صدق وصفا! جب دل پہ شبِ غم چھاتی ہے

جب چاندی کے بت خانوں میں انساں کے لہو کی بھینٹ چڑھے
نشہ ہو مہنتوں پر طاری، ہر بت کا قد کچھ اور بڑھے
ان بت خانوں میں چیخ کوئی جب گونج کے دل دہلاتی ہے
ایسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تری یاد آتی ہے
اے میرے نبیؐ صدق وصفا! جب دل پہ شبِ غم چھاتی ہے

یاں جھوٹ گواہی دیتا ہے جب سچ کا غازہ رخ پہ ملے
کرتا ہے امامت کفر یہاں جب تقویٰ کی محراب تلے
طاغوت کی جب بے باک ہنسی غیرت کو ضرب لگاتی ہے
ایسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تری یاد آتی ہے
اے میرے نبیؐ صدق وصفا! جب دل پہ شبِ غم چھاتی ہے

بن باپ کے عاجز بچے جب افلاس کے گھر میں پلتے ہیں
اور ان کے افسردہ چہرے جب پیٹ کی آگ میں جلتے ہیں
کچھ جھوٹی امیدوں سے ان کو جب بیوہ ماں بہلاتی ہے
ایسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تری یاد آتی ہے
اے میرے نبیؐ صدق وصفا! جب دل پہ شبِ غم چھاتی ہے

عشرت کی پری کے غمزے جب ہر عزم کو گھائل کرتے ہیں
جب ترکِ سفر پر راہی کو رہبر ہی مائل کرتے ہیں
تہذیبِ بشر کُش اترا کر ہر موڑ پہ جب بہکاتی ہے
ایسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تری یاد آتی ہے
اے میرے نبیؐ صدق وصفا! جب دل پہ شبِ غم چھاتی ہے

جب تخت بچھاتے ہیں اپنا، نمرود نئے، شداد نئے
شمشیریں جب لہراتے ہیں مقتل میں کھڑے جلاد نئے
نازک سے ضمیرِ انساں پر سِل جبر کی جب لدھ جاتی ہے
ایسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تری یاد آتی ہے
اے میرے نبیؐ صدق وصفا! جب دل پہ شبِ غم چھاتی ہے

جب حرفِ نگفتہ در پسِ لب، اک اخگر بن کے دہکتا ہے
قرطاس سے شعلے اٹھتے ہیں، خامہ سے خون ٹپکتا ہے
اظہار کی حسرت بھنّا کر، اپنا ہی کلیجہ کھاتی ہے
ایسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تری یاد آتی ہے
اے میرے نبیؐ صدق وصفا! جب دل پہ شبِ غم چھاتی ہے

جب دردِ تضادِ قول وعمل رگ رگ کے فزوں ہوجاتا ہے
جب زیرِ نفاقِ پنہاں سے غایات کا خوں ہوجاتا ہے
غداری کے بازاروں میں جب حبِ وطن بک جاتی ہے
ایسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تری یاد آتی ہے
اے میرے نبیؐ صدق وصفا! جب دل پہ شبِ غم چھاتی ہے

ماحول کی چکی میں پڑ کر جذبات مرے جب پستے ہیں
ایمان کو چوٹیں لگتی ہیں، جب زخمِ تمنا رستے ہیں
صد ہا فتنوں کے گھیرے میں، جب طبعِ حزیں گھبراتی ہے
ایسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تری یاد آتی ہے
اے میرے نبیؐ صدق وصفا! جب دل پہ شبِ غم چھاتی ہے

جب ساتھی سب کھو جاتے ہیں، جب میں تنہا رہ جاتا ہوں
انجانے دکھ کی لہروں میں بے بس ہو کر بہہ جاتا ہوں
جب سہمی سہمی میری خودی لہروں میں غوطے کھاتی ہے
ایسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تری یاد آتی ہے
اے میرے نبیؐ صدق وصفا! جب دل پہ شبِ غم چھاتی ہے

[نعیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ]

☆☆☆☆☆

تحفظِ ناموسِ رسالت اور تحریکِ لبیک

مولانا محمد مثنیٰ حسّان حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان دنوں ایک مرتبہ پھر تحریکِ لبیک کے کہنے پر پاکستان کے عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ سڑکوں پر نکلے ہیں۔ اس مرتبہ ریاستِ پاکستان کی طرف سے پولیس اور سیکیورٹی اداروں کو ان کے ساتھ سختی سے نمٹنے کے احکامات تھے، جس کے سبب کئی شہادتیں بھی ہوئی ہیں اور زخمیوں کی کثیر تعداد ہے جو سیکیورٹی اداروں کی فائرنگ اور تشدد سے زخمی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی قربانیاں اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور مسلمانوں کو مزید ہمت واستقامت عطا فرمائیں کہ وہ تحفظِ ناموسِ رسالت کی خاطر ڈٹے رہیں۔ پاکستان میں حالیہ دنوں میں رونما ہونے والے واقعات، بڑھتے ہوئے سیاسی انتشار اور تحریکِ لبیک کی کوششوں کے تناظر میں ہم بالخصوص تحریکِ لبیک کی قیادت اور کارکنان کے سامنے اور بالعموم پاکستانی عوام کے سامنے بعض نکات پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

اول: تحفظِ ناموسِ رسالت ہمارے دور کے اہم ترین مسائل میں سے ایک ہے۔ اس وقت دنیا میں عالمِ کفر نے اسلامی شعائر کی توہین کو عام مشغلہ بنالیا ہے۔ ایسی فضا بنائی جاتی ہے کہ جس میں توہینِ قرآن، توہینِ رسالت اور توہینِ اسلام پر شہ دی جاتی ہے۔ پھر جب کوئی بدبخت ایسا کام کرتا ہے تو اکثر اسے اجتماعی شکل دینے کی کوشش کی جاتی ہے، اور جب اس کی مخالفت ہوتی ہے تو اسے سرکاری دفاع فراہم کیا جاتا ہے۔ بعض ممالک میں تو سرکاری سطح پر ایسے گھناؤنے افعال کی سرپرستی بھی کی گئی ہے۔ لہٰذا آج اسلام و کفر کے جھگڑے میں، صلیبی صہیونی جنگ میں ناموسِ رسالت کا دفاع اور تحفظ مسلمانوں کا اہم ترین محاذ ہے اور بنیادی نعرہ ہے۔ اس نعرے پر اٹھنا اس وقت ہر مسلمان پر عائد واجبات میں سے اہم واجب ہے۔ یہ کسی علاقہ، قوم اور مسلک کے ساتھ مقید نہیں ہے، اور اس کام کے لیے کھڑے ہونے میں مسالک و مکاتب کی بحث میں پڑنا...اس اہم ترین ایمانی مسئلے میں کوتاہی کے مترادف ہے۔

دوم: ریاستِ پاکستان میں رائج نظام اور حالیہ سیاسی اور فوجی قیادت، بلکہ بیوروکریسی... سبھی مغربی طاقتوں کے پروردہ اور بیشتر سیکولر نظریات کے حامل ہیں، جن کے بارے میں یہ خوش گمانی نہیں ہونی چاہیے کہ وہ ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے کچھ قدم اٹھائیں گے، بلکہ وہ ہر بار وہی مواقف اختیار کریں گے جو مغرب کو پسند ہوں، اور وہی قانون سازی کریں گے جس سے عالمِ کفر کے قوانین کی مخالفت لازم نہ آئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ پاکستانی نظام، حکومت واسٹبلشمنٹ مغربی طاقتوں کے گستاخانہ اقدامات کی مخالفت تو درکنار، ان کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف اقدامات کرے گی۔ یہی ابھی تک ہوا ہے اور آئندہ بھی ہر مسلمان کو یہی توقع ہونی چاہیے۔ لہٰذا حکومت واسٹبلشمنٹ کے بارے میں یہ رائے عام ہونی چاہیے کہ یہ ناموسِ رسالت کے دفاع میں رکاوٹ ڈال کر مجرم بن چکے ہیں۔ یہ دوست نہیں، دشمن ہیں۔

سوم: مذکورہ بالا دونوں نکتوں کی روشنی میں پاکستان میں مسلمان عوام کو ناموسِ رسالت کے دفاع کے لیے اکھٹا کرنا ہر دینی جماعت کو اپنے منشور میں شامل کرنا چاہیے۔ یہ کام محض تحریکِ لبیک کا نہیں، بلکہ سبھی جماعتوں اور اہلِ دین کو مشترکہ محنت کرنی چاہیے، اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔

چہارم: وہ کیا اقدامات ہوسکتے ہیں جو ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے پاکستان کے مسلمانوں کو اٹھانے چاہئیں؟ اس نکتے میں ہم خاص طور پر تحریکِ لبیک کے قائدین سے مخاطب ہیں، اور اپنے فہم اور تجربے کی بنیاد پر جو مناسب سمجھتے ہیں، وہ عرض کر رہے ہیں۔ اس میں تحریکِ لبیک کی محنت کا تجزیہ بھی ہے اور اصلاح کی تجاویز بھی ہیں۔ چونکہ یہ نعرہ اور یہ محنت تمام مسلمانوں کی مشترکہ محنت ہے، اس لیے اس محنت میں ہم سب کو ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے اور ایک دوسرے سے مشاورت کی راہ ہموار کرنی چاہیے۔

تحریکِ لبیک کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس نے تحفظِ ناموسِ رسالت کے موضوع کو زندہ کیا، اس پر مسلمانوں کو اکھٹا کیا اور انھیں میدان میں نکالا۔ بلاشبہ یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے بہترین اجر کے خواستگار ہیں۔ اس سے جس طرح پاکستانی حکومت اور اداروں پر اس موضوع کے حوالے سے پریشر بنا، وہ اہم قدم تھا۔ تاہم یہ ایک خامی دیکھنے میں آئی کہ اِس آخری عرصے میں جب بھی قربانی دینے کے بعد مذاکرات کی میز سجی تو ہر دفعہ تحریکِ لبیک کچھ حاصل کیے بغیر لوٹ گئی، جبکہ حکومت اپنی مرضی پر قائم رہی۔ یوں تحفظِ ناموسِ رسالت کے مطلوبہ نتائج کے حصول میں ناکامی ہوئی۔ اسی بات نے بہت سے حلقوں میں تحریکِ لبیک کے بارے میں مختلف شبہات پیدا کر دیے، اور بہت سی جگہوں سے یہ الزام لگنے لگا کہ یہ تحریک دراصل فوج کے زیرِ اثر ہے، اور جب وہاں سے اشارہ ملتا ہے تو یہ حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لیے نکلتے ہیں اور آخر کار فوج ریاست میں اپنی گرفت مضبوط کرنے میں انھیں کام میں لاتی ہے۔ اگرچہ ہم تحریک کے بارے میں نہ یہ سوچ رکھتے ہیں اور نہ اس سوچ کی پذیرائی کو پسند کرتے ہیں، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جو لوگ نکل رہے ہیں، وہ اخلاص سے عشقِ رسول ﷺ کے جذبہ سے نکل رہے ہیں اور دل سے ناموسِ رسالت کا دفاع چاہتے ہیں۔ البتہ ہم تحریکِ لبیک کے قائدین کو یہ توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اگر یہ صورتحال برقرار رہی اور آئندہ بھی مذاکرات میں کماحقہ نتائج کے حصول میں ناکامی ہوئی تو ایک وقت آئے گا کہ یہی عوام

آپ کے گریبان پکڑے گی، اور خدانخواستہ آئندہ یہ نعرہ بھی بے اثر ہو جائے گا اور اس کے لیے اٹھنے والا بھی کوئی نہ ہو گا، خاکم بدہن۔ لہٰذا تحریکِ لبیک کے قائدین کو اس حوالے سے سنجیدگی سے سوچنا چاہیے۔ ہم جو مناسب اقدامات سمجھتے ہیں، وہ یہاں عرض کرتے ہیں:

الف) اس نعرے اور اس نعرے پر اٹھنے والی تحریک کو 'دعوتی' رنگ میں ڈھالنا چاہیے۔ اس نعرے اور موضوع کو ہر مسجد اور ہر مدرسے میں دعوت کا عنوان بنانا چاہیے۔ اس کے لیے محلے اور علاقوں کی سطح پر مجالس ہونی چاہییں اور اجتماعات منعقد ہونے چاہییں۔ اس کے لیے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء و داعی حضرات کے ساتھ مجلسیں ہونی چاہییں اور سب کو اس موضوع کو اپنی دعوت کی بنیاد بنانے کی دعوت دینی چاہیے۔ تاکہ ایک طرف دینی طبقے میں یہ موضوع بحث کا عنوان بنے، اور دوسری طرف پوری عوام میں شعور اور آگاہی کی فضا قائم ہو۔ اس معاملے میں ہر طبقے، ہر مسلک اور ہر جماعت کو اپنی اپنی انفرادی سیاست کی قربانی لازم ہے، ورنہ ہم خدانخواستہ خود ناموسِ رسالت جیسے اہم اور نازک ترین فریضے سے خیانت کرنے والے نہ بن جائیں، والعیاذ باللہ۔

ب) رسولِ محبوب ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے مغرب اور مغربی طاقتوں کی شناعت اور خباثت مسلمانوں کو سمجھانی چاہیے، اور ان کے خلاف نفرت و بغض عام کرنا چاہیے۔ یہ خود ناموسِ رسالت کے تحفظ کا اہم حصہ ہے۔ اس کے زیرِ اثر ان مغربی طاقتوں کے ساتھ تعامل کے احکام مسلمانوں کو سمجھانے چاہییں۔ اور ان ممالک کے بائیکاٹ کی دعوت عام کرنی چاہیے:

1. ان ممالک کے سفر سے مسلمانوں کو روکنا چاہیے، جو تعلیم یا کاروبار وغیرہ کے سلسلے میں جانا چاہتے ہوں۔ ہم علاج وغیرہ کسی ضرورت سے جانے سے روکنے کی بات نہیں کر رہے ہیں، کہ اضطرار کے احکام شریعت میں الگ ہیں۔ ہم برضا اور بغیر شرعی مجبوری کے جانے کی بات کر رہے ہیں کہ اس سے روکنے کی دعوت عام کرنی چاہیے۔
2. ان ممالک کا اقتصادی بائیکاٹ کرنے کی تحریک چلانی چاہیے، جن میں ان کی تمام چیزوں کی خریداری سے بچنے کی تعلیم دینی چاہیے کہ عام پاکستانی ان ممالک کی درآمد کردہ چیزوں کی خرید و فروخت سے رک جائیں، تاکہ ان ممالک کو اقتصادی نقصان پہنچایا جا سکے۔ عوام کو سمجھانا چاہیے کہ یہ کام کرنا ناموسِ رسالت کے تحفظ کی ایک صورت ہے۔
3. ان ممالک سمیت ہر وہ ملک جو مسلمانوں کے خلاف عملاً جنگ کر رہا ہے، ان کے خلاف ہونے والے جہاد کی حمایت کی دعوت عام کرنی چاہیے، کہ یہ جہاد گستاخانِ رسالت ﷺ سے بدلہ لینے کا سب سے اعلیٰ و اولیٰ درجہ ہے۔ اسی طرح اس کی خصوصی دعوت دینی چاہیے کہ جو کوئی ان مغربی ممالک میں جا کر ان گستاخانِ رسول ﷺ کو خود اپنے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اتار سکے، اسے یہ کام کر کے تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کا حقیقی قدم اٹھانا چاہیے۔

ج) پاکستان میں تحریک کو اس انداز میں چلانا چاہیے کہ حکومت و اسٹبلشمنٹ کے لیے مستقل ایک پریشر ہو، مگر کوئی بھی قدم اٹھاتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ آپ کا وہ قدم کامیاب ہو۔ یعنی اس کے لیے ایک تو اپنے اہداف اور مطالبات میں تدریج رکھنی چاہیے، اور پھر تدریج سے اپنا وہ ہدف لے کر میدان میں نکلنا چاہیے جس کے بارے میں غالب گمان ہو کہ آپ حکومت و اسٹبلشمنٹ سے اپنا مطالبہ منوانے میں کامیاب ہو جائیں گے، اور اس کے لیے پھر آخر وقت تک ڈٹنا چاہیے۔ تاکہ کارکنان میں ایک تو یہ احساس زندہ رہے کہ وہ تحفظِ ناموسِ رسالت میں کامیاب ہو رہے ہیں اور دوسرا ان کا ولولہ اور جذبہ کم ہونے کی بجائے مزید بڑھتا جائے۔ مثلاً ایک ہدف یہ ہے کہ اپنے ملک میں گستاخی کا قانون [Blasphemy Law] درست کیا جائے اور اسے عملی بنایا جائے، ایک ہدف یہ ہے کہ گستاخی کے مرتکب ممالک کے ساتھ حکومتی سطح پر اقتصادی بائیکاٹ کیا جائے، تیسرا ہدف یہ ہے کہ ان ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات بھی قطع کیے جائیں، اسی طرح دیگر اہداف۔ ان میں تدریج رکھی جا سکتی ہے اور حکومت کو پریشر میں لایا جا سکتا ہے۔

یہ بنیادی طور پر قیادت کا کام ہے، اور اس کی ساری ذمہ داری قیادت پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اس میں کوئی متعین قرار دادیں نہیں پیش کی جا سکتیں، بلکہ یہ قیادت کے فہم اور سیاسی سوجھ بوجھ پر کھڑا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے قائدین کو درست فہم عطا فرمائیں، آمین۔

د) اس ساری تحریک کے دوران اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے کہ منافقین اور شیطان صفت لوگ قیادت کے قریب نہ پھٹک سکیں۔ کیونکہ آج کے دور میں یہ ریاستیں اس قدر تجربہ کار ہو چکی ہیں کہ یہ اپنی استخباراتی چالوں سے کسی بھی تحریک کو ہائی جیک کر کے اپنے مفاد میں استعمال کرنے لگتی ہیں، اور اس سے نہ صرف تحریک ناکام ہوتی ہے، بلکہ لوگ آئندہ ایسی کسی بھی تحریک سے مایوس بلکہ خائف ہو جاتے ہیں۔ اور یوں خیر و بھلائی کے مقاصد فوت ہو جاتے ہیں۔ اس کے لیے ایسی ہر دینی تحریک کی قیادت کو بیدار اور چوکس رہنا چاہیے کہ ان کے قریبی لوگوں اور مشیرین میں کوئی ایسا فرد تو نہیں آ گیا جو منافق ہے، آپ کے مقصد سے مخلص نہیں بلکہ آپ کے دشمنوں کا ایجنٹ ہے۔ ناموسِ رسالت کی اس ساری تحریک میں لازم ہے کہ پاکستان کی خفیہ اداروں کے لوگ اس میں جگہ نہ بنا سکیں، اور نہ ہی ایسے لوگ اس میں قیادت کے قریب ہو سکیں جو حکومت و اسٹبلشمنٹ سے قربت رکھتے ہوں۔

ر) اس ساری تحریک کو اس انداز میں چلانا چاہیے کہ اپنے وطنِ عزیز میں برسرِ عمل ہر دینی تحریک کے ساتھ یہ تحریک ہم آہنگ ہو جائے۔ پھر اس ساری محنت کے ذریعے اپنے وطن میں اہلِ دین معزز ہوں اور اہلِ کفر و شرک ذلیل ہوں، اسلامی احکام پر عمل کے راستے ہموار ہوں اور غیر شرعی قوانین اور طور طریقوں کی روک تھام ہو، اور پاکستان جس مقصد کے لیے وجود میں آیا تھا، یعنی لا الہ الا اللہ، تو اس کی حقیقی منزل کا حصول ممکن ہو سکے۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۱۲ پر)

نظریاتی جنگیں

مولانا محمد اسماعیل ریحان

مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب (زید مجدہٗ) کی تالیف ’أصول الغزو الفكري‘ یعنی ’نظریاتی جنگ کے اصول‘، نذرِ قارئین ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو اہلِ باطل کی جانب سے ایک ہمہ گیر اور نہایت تند و تیز فکری و نظریاتی یلغار کا سامنا ہے۔ اس یلغار کے مقابلے کے لیے ’الغزو الفکری‘ کو دینی و عصری درس گاہوں کے نصاب میں شامل کرنا از حد ضروری ہو چکا ہے۔ دینی و عصری درس گاہوں میں اس مضمون کو شامل کرنے کے ساتھ ساتھ ’الغزو الفکری‘ یعنی نظریاتی جنگ کے مضمون و عنوان کو معاشرے کے فعال طبقات خصوصاً اہلِ قلم، اسلامی ادیبوں اور شاعروں، اہلِ دانش، صحافیوں، پیشہ ور (پروفیشنل) حضرات نیز معاشرے کہ ہر مؤثر طبقے میں بھی عام کرنا از حد ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے ’اصول الغزو والفکری‘ کے عنوان سے اس علم کے اہم مباحث کو مختصر طور پر مولانا موصوف نے پیش کیا ہے۔ مولانا موصوف ہی کے الفاظ میں ’در حقیقت یہ اس موضوع پر تحریر کردہ درجنوں تصانیف کا خلاصہ ہے جس میں پاک و ہند کے پس منظر کا نسبتاً زیادہ خیال رکھا گیا ہے‘۔ یہ تحریر اصلاً نصابی انداز میں لکھی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود خشکی سے پاک ہے اور متوسط درجۂ فہم والے کے لیے بھی سمجھنا آسان ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہم مسلمانوں کو نظریاتی و عسکری محاذوں کو سمجھنے، ان محاذوں کے لیے اعداد و تیاری کرنے اور پھر ہر محاذ پر اہلِ باطل کے خلاف ڈٹنے کی توفیق ملے۔ اللہ پاک مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب کو جزائے خیر سے نوازیں کہ انہوں نے ایسے اہم موضوع کے متعلق قلم اٹھایا، اللہ پاک انہیں اور ہم سب اہلِ ایمان کو حق پر ثبات اور دین کا صحیح فہم عطا فرمائیں، آمین یا ربّ العالمین! (ادارہ)

یہودیت اور یہود

کیمبرج ڈکشنری کے مطابق:

”یہودیت یہودیوں کا مذہب ہے جو ایک خدا اور اُن قوانین پر یقین رکھتا ہے جو تورات اور تلمود میں ہیں۔“

’یہود‘ کی تعریف یہ ہے:

”یہود وہ قوم ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی امت ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔“

یہودیوں کے بنیادی اُصول و معتقدات یہ ہیں:

- یہودی ماں باپ کے ہاں پیدا ہونا،
- ایک خدا پر یقین،
- تورات پر ایمان،
- یوم عہد پر ایمان (یعنی اس وعدہ پر جو خدا نے ابراہیم سے کیا تھا جس میں زمین کی نیابت و بادشاہت دینے کا ذکر ہے)۔

بنیادی عبادات و اعمال یہ ہیں:

- حلال ذبیحہ کھانا،
- پیدائش کے آٹھویں دن ختنہ کرالینا،
- آمدنی کا دسواں حصہ عبادت گاہ یا دین کے لیے مختص کرنا،
- مخصوص ایام اور ضیافتوں کو منانا، جیسے عید فصح اور یوم السبت۔

نیز قیامت سے قبل اولادِ داؤد علیہ السلام میں سے ایک عالمگیر یہودی بادشاہ (دجّال) کے ظہور اور تمام دنیا پر یہود کے تسلط کے تصورات بھی یہود کے عقائد میں شامل ہو چکے ہیں۔

یہود کی تاریخ

یہود کی تاریخ کا آغاز حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانے سے ہوتا ہے، جن کا اصل نام ”اسرائیل“ (عبداللہ) تھا۔ آپ کے بارہ بیٹوں کی اولاد مصر میں پلی بڑھی اور انہی سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے بنے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون سے نجات دلانے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ فرعون ان کا تعاقب کرتے ہوئے اسی سمندر میں غرق ہو گیا۔ فرعون سے نجات پاتے ہی بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانیاں شروع کر دیں۔ بار بار کی تنبیہ کے باوجود باز نہ آئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل اپنے آبائی وطن فلسطین واپس نہ جا سکے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا دور

عہدِ قُضات:

بنی اسرائیل کی اگلی نسل نے یوشع بن نون علیہ السلام کی قیادت میں جہاد کر کے فلسطین واپس حاصل کیا۔ ان کی پہلی خود مختار حکومت ریاست کا یہ زمانہ عہدِ قُضات کہلاتا ہے جو تقریباً ۴۰۰ سال رہا۔

عہدِ ملوک:

اس کے بعد بادشاہوں کے اختیارات کا دور آیا۔ داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے دور میں نبوّت اور بادشاہت یکجا اور یہ قوم عروج پر رہی۔ مگر سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے بعد اس میں سفلی عملیات اور ہر قسم کی برائی عام ہو گئی۔

عہدِ انقسام:

اعتقادی اور عملی خرابیوں کی وجہ سے بنی اسرائیل میں ایسی پھوٹ پڑی کہ دو مستقل حکومتوں میں بٹ گئی۔ بیت المقدس کو قبلہ ماننے والے فرقوں نے مملکتِ ’یہودا‘ کی بنیاد رکھی جس کا

دارالحکومت القدس تھا۔ القدس کو قبلہ نہ ماننے والوں نے شمال میں مملکتِ 'اسرائیل' (گلیل) قائم کی۔ ان دونوں ریاستوں میں شدید دشمنی تھی۔ یہ زمانہ عہد انقسام کہلاتا ہے۔

اسیریٔ بابل:

۵۸۶ قبل مسیح میں عراق کے بادشاہ بُختِ نصر نے ان کی عبادت گاہ کو تباہ کر دیا، بے شمار افراد کو قتل کیا اور تقریباً ۷۰ ہزار کو قیدی بنا کر عراق کے ایک شہر بابل لے گیا۔

عہدِ نجات:

۵۳۸ قبلِ مسیح میں ان کی نجات کا دور شروع ہوا۔ فارس کے بادشاہ قورش نے عراق اور شام پر قبضہ کر لیا اور عراق میں آباد بنی اسرائیلیوں کو واپس بیت المقدس جانے کی اجازت دے دی۔

یونان و روم کے ماتحت:

۳۳۲ قبل مسیح میں سکندرِ اعظم یونانی نے ایشیا پر حملہ کیا اور تقریباً دو سو سال سے زائد عرصہ بنی اسرائیل یونان کے غلام رہے۔ ۶۴ قبلِ مسیح میں روم کے حاکم پومپئی نے یونانیوں کو شکست دے کر فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ یوں بنی اسرائیل ایک قوم کی غلامی سے نکل کر دوسری کی غلامی میں جاتے رہے۔ اس دور میں ان کے علماء دنیوی مفادات کے لیے تورات کی آیات کی من مانی تشریحات کرنے لگے۔ تشریحات کے اختلافات کی وجہ سے ان میں فرقہ بندی زور پکڑتی چلی گئی۔ اصلاح کے لیے آنے والے تمام انبیائے کرام کو وہ جھٹلاتے چلے گئے اور بیسیوں انبیائے کرام کو کذاب قرار دے کر قتل کر ڈالا۔ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسے برگزیدہ پیغمبروں کی بزرگی اور مقام کا بھی کوئی لحاظ نہ کیا۔ آخر میں حضرت عیسی علیہ السلام کی بعثت ہوئی، جب انہوں نے انجیل کے وہ احکام پیش کیے جو شریعتِ موسوی سے بعض چیزوں میں جدا تھے، تو بنی اسرائیل آپ کے دشمن بن گئے اور آپ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور جس شخص نے ان کی مخبری کی تھی اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی شکل دے دی، یہودیوں نے غلط فہمی میں اسی کو گرفتار کر کے سولی پر لٹکا دیا۔

ذلت و مسکنت کا دور:

رفعِ مسیح کے بعد یہود کی سرکشی بہت بڑھ گئی تھی۔ اب وہ اپنی سابقہ عظمت کی بازیافت کے لیے اصلاحِ اعمال کی بجائے دنیا کی اقوام کے خلاف زیرِ زمین سازشیں کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ان کی مفسدانہ حرکتوں سے تنگ آکر رومی حاکم طیطوس نے ۷۰ عیسوی میں یہود کا دل کھول کر خون بہایا اور بیت المقدس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعمیر کردہ بنی اسرائیل کی قدیم عبادت گاہ کو گرا دیا۔

۱۳۵ عیسوی میں ایک اور رومی حاکم اڈریان نے یہود کو بیت المقدس سے نکال دیا اور ان کے داخلے پر سخت پابندی لگا دی۔

یہود... آغازِ اسلام سے دورِ حاضر تک

حضور اکرم ﷺ کے زمانے تک یہود میں ایسے علماء موجود تھے جو تورات میں موجود آخری نجات دہندہ یعنی نبی آخر الزمان ﷺ کی علامات سے واقف تھے۔ تحریفات کے باوجود تورات اور انجیل دونوں میں آپ ﷺ کی نشانیاں موجود تھیں۔ آپ ﷺ کو لڑکپن میں شام کے سفر کے دوران بعض نصرانی راہبوں نے پہچان لیا تھا۔ ہجرت کے بعد مدینہ کے یہودیوں نے بھی آپ کو مخصوص علامات سے پہچان لیا۔

نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو یہود کے فتنے سے بچانے کے لیے نہ صرف یہ اہتمام فرمایا کہ انہیں مدینہ سے نکال دیا بلکہ اپنے آخری ایّام میں یہود و نصاریٰ کو پورے جزیرۂ عرب سے نکال دینے کی وصیت فرمائی۔ یہود نے مسلمانوں کے خلاف کاروائی کی ابتداء میں نئے فرقے پیدا کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں سب سے پہلے اہل تشیُّع کا ظہور ہوا، اِس تحریک کا بانی عبد اللہ بن سبا یہودی النسل تھا۔ آج بھی گمراہ فرقوں کو یہود کی خفیہ سرپرستی یا تعاون ضرور میسر ہے۔

اگلی صدیوں میں یہودی خفیہ تنظیموں اور تحریکوں نے مناسب طاقت حاصل کرنے کے لیے یورپ کے اقتصادی اور علمی منابع پر قبضہ کیا۔ نصرانیوں کے دلوں سے اپنی نفرت کے جذبات دور کیے اور اپنی مظلومیت کا پرچار کر کے ان کی ہمدردیاں حاصل کیں، یورپی حکومتوں اور اقتصادی اداروں میں اپنے کارندوں کو کلیدی عہدوں پر پہنچایا اور اس طرح ۱۹۴۸ء میں فلسطین کی جگہ اسرائیل کے قیام میں کامیاب ہو گئے۔

موجودہ یہودیوں کا نسب:

یہودی خود کو انبیائے بنی اسرائیل کی اولاد قرار دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ زمانۂ حال کے یہودیوں کی اکثریت خالص نسلِ یعقوبی ہرگز نہیں، ان میں کئی قوموں کا خون شامل ہے، ہاں کچھ خصوصیات مثلاً حرص، حسد، تکبر، سود خوری وغیرہ، ان میں ضرور مشترک ہیں مگر انہیں نسلی نہیں، قومی خصوصیات کہنا چاہیے۔

یہودی مذہب کے مآخذ

یہودی اپنے مذہب کے بارے میں بڑی رازداری برتتے ہیں کیونکہ ان کے مذہبی و نسلی تفاخر نے انہیں ساری دنیا سے متنفر کر دیا ہے اور تمام اقوام کو اپنا حریت تصور کرتے ہیں۔ ان کے مذہبی مآخذ تین ہیں:

1. محرف تورات
2. تلمود
3. کبالا

1. تورات

یہود کے نزدیک تورات وہ پانچ صحائف ہیں جو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے لکھے تھے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اصل تورات کی جگہ اب اِن کے پاس مُحرّف تورات ہے۔ اس میں جابجا ایسے عقائد موجود ہیں جن سے اللہ اور رسولوں کی تنقیص لازم آتی ہے۔

یہود کے ہاں خدا کو ''یہوداہ'' کہا جاتا ہے، وہ اس کی وحدانیت کے قائل ہیں مگر اس کی صفاتِ قدرت اور عظمت و جلال سے بے خبر ہیں۔ محرف تورات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی حیثیت ایک دنیا کے بادشاہ جیسی ہے جو بھولتا بھی ہے، غافل بھی ہو جاتا ہے، وہ بہت سی چیزوں سے لاعلم رہتا ہے اور اپنے فیصلوں پر نادم بھی ہوتا ہے[1]۔ وہ تھکتا بھی ہے[2]۔ یہود اللہ کی تجسیم کے بھی قائل ہیں[3]۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے اکابر نے موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ اللہ کو دیکھ لیا تھا[4]۔

تورات میں انبیاءعلیہ السلام کے بارے میں عقائد:

حضرت نوح علیہ السلام نے شراب پی[5]۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں نے اِن سے بدکاری کی[6]۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے بچھڑے کی پوجا کا حکم دیا[7]۔ حضرت سلیمان علیہ السلام عیاش آدمی تھے، ان کی عیاشی نے سلطنت کو تباہ کر دیا[8]۔نعوذ باللہ مل تلک الھفوات۔

شانِ انبیاءؑ میں یہ گستاخیاں اس لیے کی گئیں کہ یہودی اللہ کے پیغمبروں کا دل سے احترام نہیں کرتے تھے اور ان کو ایک جابر حاکم کی مانند تصور کرتے تھے۔

آخرت کے بارے میں عقیدہ:

تمام انبیائے کرامؑ کی تعلیم میں عقیدۂ آخرت بنیادی حیثیت رکھتا ہے مگر تورات آخرت کے ذکر سے خالی ہے۔ اِس میں دی گئی بشارتیں بھی دنیوی کامیابی، ترقی، عروج اور حکومت سے متعلق ہیں۔ غالباً دیگر تحریفات کی طرح علمائے یہود نے آخرت کا ذکر بھی حذف کر دیا تاکہ یہودی صرف دنیوی ترقی کو ملحوظ رکھیں اور تیزی سے آگے بڑھ کر عروجِ دنیا حاصل کر سکیں۔ اس تحریف کا اثر ہے کہ یہودی موت اور آخرت کے ذکر سے بہت بدکتے ہیں، اسی لیے قرآن مجید نے موت سے کراہیت کو اِن کی بہت بڑی بیماری قرار دیا ہے۔

2. تلمود

تلمود کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

> ''یہود کی مذہبی روایات اور آداب کی تعلیم جو سینہ بہ سینہ اور نسل در نسل منتقل ہوئی۔''

یہود کا دعویٰ ہے کہ تلمود ایسی روایات کا مجموعہ ہے جو تورات سے زاید ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نسل در نسل زبانی نقل ہوتی ہوئی ان تک پہنچی ہیں، ان روایات کا مرتبہ تورات سے بھی بلند ہے، اس میں جو کچھ ہے وہ خداوند یہوداہ کا اوّلین واجب التعمیل حکم ہے۔

تلمود دراصل تورات کی پابندیوں سے جان چھڑانے کی کوشش ہے۔ چونکہ محرف تورات اپنی تمام تر تبدیلیوں کے باوجود یہود کے نسلی تفاخر اور اقوام عالم کے بارے میں نفرت و حقارت کے جذبات کا ساتھ نہیں دیتی تھی اس لیے یہودی پیشواؤں نے تلمود تیار کی۔ شروع میں دوسری سے تیسری صدی عیسوی تک تھوڑی تھوڑی کرکے تورات کی ایک شرح ''مِشنا'' لکھی گئی، پھر مشنا کی شروح لکھی گئیں جن کے مجموعے کو ''جمارہ'' کا نام دیا گیا۔ بعد میں آسانی کے لیے مشنا اور جمارہ کو ایک جگہ جمع کر لیا گیا۔ اسی مجموعے کو 'تلمود' کا نام دیا گیا ہے۔ تلمود کے ان نسخوں میں ہر صفحے پر اوپر مشنا کا متن ہے، پھر خطِ فاصل لگا کر نیچے جماراہ کی عبارت ہے۔

تلمود کے چند مشتملات:

- اللہ دن کے ۱۲ گھنٹے کام کرتا ہے جن میں ۳ گھنٹے شریعت کا مطالعہ کرتا ہے، ۳ گھنٹے نفاذِ احکام میں صرف کرتا ہے، ۳ گھنٹے دنیا کے رزق کا اہتمام کرتا ہے، پھر ۴ گھنٹے مچھلیوں کے بادشاہ سے کھیلتا ہے۔
- بعض شیطان و جِنّات آدم و حوّا کی اولاد سے ہیں کیونکہ یہ دونوں مذکر و مؤنث شیطانوں سے ناجائز تعلقات میں ملوث رہے۔ (نعوذ باللہ)

غیر اقوام سے متعلق عقائد:

- یہود کو مارنا اللہ کی عزت پر حملے کے مترادف ہے۔
- یہود دوسری اقوام کے مال و جان کے مالک ہیں۔
- تمام انسان یہود کی خدمت کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔
- جنت صرف یہودیوں کی ہے۔
- غیر یہود کی ارواح شیطانی ارواح ہیں۔

عالمگیر تسلط سے متعلق عقائد:

- جب نجات دہندہ آئے گا تو تمام غیر یہود شر پسندوں کی حکومت ختم ہو جائے گی۔
- یہود پر لازم ہے کہ تمام اقوام کی حکومت ختم کریں۔
- غلبۂ یہود سے قبل ایک بڑی جنگ (ہرمجدون) واقع ہو گی جس میں دو تہائی دنیا ہلاک ہو جائے گی۔

---

[1] خُروج ۳۲:۱۴
[2] تکوین ۲:۲
[3] خُروج ۱۳:۲۱
[4] خروج ۲۴:۹
[5] تکوین ۹:۲۰
[6] تکوین ۱۹
[7] خروج ۱ تا ۳۲.۲۰
[8] اخبار ۹، ۲۳، ۲۸

نصرانیوں سے متعلقہ عقائد:

اپنے سرپرست عیسائیوں کے بارے میں عقائدِ تلمود یہ ہیں:

- عیسیٰ مسیح مذہبِ یہود کا مُرتد، کافر، واجب القتل تھا، اور اس وقت جہنم کے شدید ترین عذاب میں ہے۔
- عیسیٰ کی ماں ''باندار'' نامی سپاہی کے ساتھ ملوّث رہی اور اس سے عیسیٰ پیدا ہوا۔
- نصرانیوں کے گرجے کچرے کے ڈھیر کی مانند ہیں۔ اُن میں تقریریں کرنے والے پادری کُتّوں کی مانند ہیں، جو بھونک رہے ہیں۔

تلمود کے موجودہ غیر عبرانی نسخوں میں یہ باتیں حذف کر دی گئی ہیں۔ آج بھی تلمود کا اصل عبرانی متن یہودی علماء کے سوا کسی کو دستیاب نہیں ہے۔

3. کبالا/قبالا

یہودی مذہب کا تیسرا بنیادی ستون کبالا ہے۔ یہ جادو، ٹونے اور ساحرانہ عملیات کے فلسفے اور اس کے طور طریقوں پر مشتمل مواد ہے۔ جادو کفریہ اور شرکیہ الفاظ و افعال پر مشتمل ایک ناپاک طریقۂ کار ہے، جس سے اللہ تعالیٰ ناراض اور شیطان حد درجے خوش ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے وقتی طور پر شیطان کو ایک محدود طاقت دی ہے، اس لیے شیطان وہی طاقت جادوگر کے ساتھ کر دیتا ہے۔

ہزاروں سال قبل جب بدبخت یہود نے دیکھا کہ وہ اپنے اعمالِ بد کی وجہ سے اللہ کے ہاں مغضوب ہوگئے ہیں، تو انہوں نے توبہ کر کے اُسے راضی کرنے کی بجائے شیطان سے مدد مانگنی شروع کی اور اُسی کے سکھانے پر شیطانی اعمال شروع کیے، اس طرح ان میں جادو کو رواج ملا۔ آہستہ آہستہ یہ علم مدّون ہوتا ہوا کبالا کی شکل اختیار کر گیا۔

اس شیطانی علم میں خونی رسومات کی بڑی اہمیت ہے اس لیے رفتہ رفتہ یہودی جادوگروں کی خونی رسومات یہودی مذہب کا حصہ بن گئیں جن میں سے ایک ''عید فصح'' ہے، اس میں یہودی ایک خاص جادوئی روٹی تیار کر کے کھاتے ہیں، جس کے آٹے میں دس سال سے کم عُمر غیر یہودی بچے کا خون نچوڑا جاتا ہے۔ 'پوریم' کے تہوار میں بچے کی جگہ جوان آدمی کا خون لیتے ہیں۔ بھینٹ چڑھائے جانے والے بچے یا مرد کو زندہ ایک ٹنکی میں ڈالا جاتا ہے جس میں نصب نوکیلی سلاخیں جسم میں پیوست ہو جاتی ہیں اور خون ٹپک ٹپک کر ٹنکی کے نل سے آٹے میں گرتا ہے۔

کبالا کے مقاصد:

یہود کبالا کو بڑے اہداف اور مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں مثلاً:

- حریف شخصیات کے اذہان کو مسخر کرنا، انہیں ذہنی یا جسمانی طور پر مفلوج یا قتل کرنا۔
- طمانینتِ نفس اور شیطان کا قرب حاصل کرنا تاکہ اس کی ناپاک مدد شاملِ حال رہے۔
- اخلاقِ ذمیمہ میں رسوخ پانا تاکہ گھناؤنے سے گھناؤنا کام بھی مشکل نہ لگے۔

صیہونی منصوبہ سازوں کی خفیہ دستاویزات (پروٹوکولز)

یہ وہ دستاویزات ہیں جو عالمگیر صیہونیت کے بانی تھیودور ہرٹزل نے ۱۸۹۷ء میں صیہونیوں کے پہلے عالمی اجتماع میں پیش کیں۔ ان کو 'حکمائے صیہون کے خفیہ پروٹوکولز' کہا جاتا ہے۔

پروٹوکولز میں کیا ہے؟

ان میں کہا گیا ہے کہ:

- ہمارا پاسپورٹ، ہماری شناخت... طاقت، جھوٹ اور دعوے ہوں گے۔
- ہمارا حق ہماری قوت ہو گی (یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس)۔
- ہماری آزادی قانون کے دائرے میں اقدامات اور جدوجہد کرنا ہو گی، لیکن تمام قوانین ہمارے حسبِ منشاء ہوں اور تمام آزادیوں پر ہم قابض ہوں گے، ہم آزادی کی وہ شکلیں پیدا کریں گے جو ہماری مرضی کے مطابق ہوں۔
- قانون سازی، انتخابات، صحافت اور نشر و اشاعت (یعنی میڈیا) ہمارے ہاتھوں میں ہوں۔
- اغیار کی بھوک انہیں ہمارے سامنے ذلیل کرے گی کیونکہ دنیا کے غذائی وسائل ہمارے قبضے میں ہوں۔
- عالمی مسائل کا تجزیہ اُس طرح کریں گے جو ہماری مصلحت اور مفاد کے مطابق ہو۔
- ہم حکومتوں اور رعایا کے درمیان خندق حائل کر دیں گے۔
- ہمارے دو بڑے ہتھیار ہیں: ادب اور صحافت
- ہم حاکم بن کر اپنے عقیدے کے سوا دنیا میں کوئی اور عقیدہ باقی نہیں رہنے دیں گے۔
- پوری دنیا کا یہودی بادشاہ ہی پوپ ہو گا، اور یہ کام کرنے کے لیے ہم دینی راہنماؤں (عیسائی پادری، مسلمان علماء، ہندو پنڈتوں) کے اثرات کو محدود کریں گے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۱ پر)

غزوۂ ہند، کیا اور کہاں؟

مولانا ڈاکٹر عصمت اللہ (زید مجدہٗ)
استاذ الحدیث، الجامعۃ الإسلامیۃ العالمیۃ اِسلام آباد

احادیث غزوہ ہند سے مستنبط ہدایات وار شارات

یہ پانچوں احادیث جن کے ماخذ سمیت ہم صحت و ضعف کے اعتبار سے علم حدیث میں ان کا مقام و مرتبہ پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ان میں سچی پیش گویاں، بلند علمی نکات اور بہت سے اہم ماضی و مستقبل کے حوالے سے واضح اشارات موجود ہیں جن میں عام مسلمانوں کی لئے بالعموم اور بر صغیر کے مسلمانوں کے لئے بالخصوص خوشخبریاں اور بشارتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان بشارتوں اور خوشخبریوں کی حلاوت و لذت کو وہی لوگ پوری طرح محسوس کر سکتے ہیں جنہیں اللہ نے کسی نہ کسی انداز سے اس مبارک غزوہ میں شریک ہونے کی سعادت بخشی ہے۔ ذیل میں ہم ان تمام اشارات و نکات کا بالترتیب ذکر کریں گے جو ان احادیث سے نکالے گئے ہیں۔

1. نبی کریم ﷺ کی محبت ایمان کی شرط اول:

ان احادیث میں نبی کریم ﷺ کی محبت کا بیان ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ کے الفاظ حدثنی خلیلی سے مترشح ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی محبت ایمان کا اولین تقاضا، اس کی دلیل، اس کی علامت اور اس کا ثمرہ ہے۔ محض محبت بھی کافی نہیں بلکہ ایسی والہانہ محبت چاہیے کہ ایک مومن کی نظر میں نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کائنات کی ہر چیز سے بلکہ اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جائے۔

> ”لا یؤمن احدکم حتی أکون أحب الیه من والده و ولده والناس أجمعین[1]“

> ”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ میں اسے، اس کے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب اور پیارا نہ ہو جاؤں۔“

زہرہ بن معبدؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دادا عبد اللہ بن ہشامؓ سے سنا ہے کہ:

> ”کنا مع النبي ﷺ و هو آخذ بید عمر بن الخطاب فقال له عمر یا رسول الله ﷺ لانت احب الي من کل شيء الا من نفسي۔ فقال النبي ﷺ له لا واللذی نفسی بیده متی اکون احب الیک من نفسک۔ فقال له عمر فانه الان والله لانت احب الی من نفسی فقال النبیﷺ الان یا عمر[2]“

> ”ہم ایک موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا کہ حضرت عمرؓ بولے: یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے ہر چیز سے عزیز ہیں سوائے اپنی جان کے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”نہیں عمر! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب تک میں تمہیں تمہاری اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں (تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوگا)“۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: ”اب آپ ﷺ، اللہ کی قسم! مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔“ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: ”اب بات بنی ہے عمرؓ!!“۔

2. نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی والہانہ محبت:

ان احادیث میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی الفت و محبت کا حال بھی بیان ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو آپ ﷺ کے ساتھ والہانہ عقیدت اور بے پناہ محبت تھی اور وہ اس محبت اور تعلق پر فخر کیا کرتے تھے اور اپنی گفتگو میں اور خصوصاً احادیث روایت کرتے وقت اس قلبی تعلق پر فخر کیا کرتے تھے اور یہ محض ایک زبانی دعویٰ ہی نہیں تھا بلکہ ان کی ساری زندگی میں عملاً اس محبت اور چاہت کے واضح اور نمایاں اثرات نظر آتے تھے حتیٰ کہ عروہ بن مسعود ثقفی نے صلح حدیبیہ کے موقع پر جب اس والہانہ محبت کا مظاہرہ دیکھا تو وہ بھی اس حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا۔ ”محمد کے ساتھی ان سے جس طرح محبت کرتے ہیں وہ دنیا کے کسی شاہی دربار میں نظر نہیں آتی“[3]۔

3. صحابہ کرام کو نبی ﷺ کی سچائی پر پختہ یقین تھا:

ان احادیث مبارکہ میں یہ چیز بھی نظر آتی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آنحضرت ﷺ کی ہر بات اور ہر خبر کے سچا ہونے کا اٹل یقین تھا، خواہ وہ ماضی کے متعلق ہو یا مستقبل کے حوالے سے، خواہ اس کا ذریعہ وحی الٰہی ہو یا کچھ اور۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس قسم کی خبریں اور پیشین گوئیاں صرف نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہیں ہونی شدنی حقیقت جان کر اپنے دلوں میں ایسی آرزوئیں پالتے رہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے کہ وہ انہیں غزوہ ہند میں شریک ہونے کی سعادت عطا فرمائے۔

---

[1] البخاری کتاب الایمان، باب علامة الایمان حب الانصار حدیث:۱۷۔

[2] البخاری کتاب الأیمان و النذور باب کیف کانت یمین النبی ﷺ حدیث 6632

[3] الرحیق المختوم

4. سندھ کا وجود:

حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور کے زمانے میں ایک ایسا خطہ ارضی دنیا میں موجود تھا جسے سندھ (تقریباً موجودہ پاکستان) کے نام سے جانا جاتا تھا۔

5. ہندوستان کا وجود:

اسی طرح اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں روئے زمین پر ایک ایسا ملک بھی موجود تھا جسے "ہند" کہا جاتا تھا۔

6. سندھ عرب کے پڑوس میں اور اس پر چڑھائی غزوہ ہند سے پہلے:

یہ حدیث جس میں غزوہ سندھ و ہند کا ذکر آیا ہے، اس میں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ سندھ کا علاقہ عرب کے پڑوس میں واقع ہے نیز یہ کہ غزوہ سندھ غزوہ ہند سے پہلے ہو گا۔

7. سندھ اور ہند پر کفار کا قبضہ:

مزید یہ کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں سندھ اور ہند دو ایسے خطوں کے طور پر معروف تھے جن پر کفار کا قبضہ اور تسلط تھا اور زمانۂ نبوت کے بعد بھی ایک عرصہ تک باقی رہا جبکہ ہندوستان پر مزید، غیر معلوم مدت تک ان کا قبضہ برقرار رہنے کا امکان ہے۔

8. نبی کریم ﷺ ان حقائق سے آگاہ تھے:

ان احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ ان تمام حقائق سے آگاہ اور واقف تھے خواہ اس کا ذریعہ وحی الٰہی ہو یا تجارتی تعلقات یا دونوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے جاسوسوں اور خفیہ انٹیلی جنس کے ذریعے آپ نے یہ معلومات حاصل کی ہوں کیونکہ غزوات میں آپ یہ طریقہ کار اختیار کرتے تھے۔ اگرچہ پہلے دو احتمال زیادہ قرین قیاس ہیں لیکن تیسرا احتمال بھی محال نہیں لیکن اس کے لیے ہمارے پاس کوئی نقلی دلیل نہیں ہے۔

9. سندھ و ہند کی تاریخ:

ان احادیث میں دونوں ممالک (سندھ و ہند) میں مستقبل میں پیش آنے والے بعض تاریخی واقعات کا حوالہ ہے، اس کے ساتھ یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں مسلمان ان ممالک (سندھ و ہند) سے جنگ کریں گے۔

10. غیب کی خبر، پیشین گوئیاں:

سندھ اور ہند کی طرف ایک اسلامی لشکر کی روانگی اور جہاد اور اور پھر کامل فتح کی بشارت کی شکل میں ان احادیث میں مستقبل بعید کی خبر اور پیش گوئی بھی موجود ہے۔

11. رسالت محمدی ﷺ کی حقانیت کا ثبوت:

مخبر صادق ﷺ کی پیش گوئی آج ایک حقیقت بن چکی۔ خلافت راشدہ اور پھر خلافت امویہ اور عباسیہ کے ادوار میں غزوہ ہند کی شروعات ہوئی اور پھر ہندوستان پر انگریزی راج کے دوران بھی یہ جہاد جاری رہا اور آج تقسیم ہند کے بعد بھی ہے اور ان شاءاللہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک مجاہدین سرزمین ہند سے کفار کا قبضہ و تسلط ختم کر کے، ان بادشاہوں (حاکموں) کو بیڑیوں میں جکڑ کر خلیفۃ المسلمین کے سامنے نہ لے آئیں۔ ان میں سے بعض واقعات کا حدیث نبوی کے مطابق پیش آجانا حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی صداقت کی دلیل ہے۔

12. بیت المقدس کی بازیابی اور مسجد اقصیٰ کی آزادی کی بشارت:

ان احادیث میں غزوۂ ہند اور فتح بیت المقدس دونوں واقعات کا مربوط انداز میں ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ بیت المقدس کا مسلمان حاکم ایک لشکر روانہ کرے گا جسے اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ اس میں پوری امت مسلمہ کے لیے بیت المقدس کی آزادی اور مسجد اقصیٰ کی بازیابی کی بشارت عظمیٰ ہے اور یہ پیش گوئی بھی موجود ہے کہ اس غزوہ کے دوران مجاہدین ہند اور مجاہدین فلسطین کے مابین زبردست رابطہ اور باہمی تعاون موجود ہو گا۔ اس سے یہ حقیقت از خود واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان کے بت پرست اور سرزمین معراج پر قابض یہودی عالم اسلام کے مشترک، بدترین دشمن ہیں انہیں ہندوستان اور فلسطین کے مسلم علاقوں سے بے دخل کرنا واجب ہے۔

13. جہاد تا قیامت جاری رہے گا:

ان احادیث میں غزوۂ اور جہاد آخری کو کسی خاص زمانے اور خاص وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ جہاد آخری زمانے تک جاری رہے گا حتیٰ کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمانوں اتر کر دجال کو قتل کر دیں اور یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ کہ دجال اعظم کے اکثر پیروکار یہودی ہوں گے۔

14. جہاد دفاعی بھی ہے اور اقدامی بھی:

یہ پانچوں احادیث اس بات پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں کہ غزوہ ہندوستان میں جہاد صرف دفاع تک محدود نہیں ہو گا بلکہ اس میں حملہ اور پیش قدمی ہو گی اور دارالکفر کے اندر گھس کر کفار سے جنگ کی جائے گی۔ غزوہ اور بعث کے دونوں الفاظ اسباب میں صریح ہیں۔ غزوہ کا لغوی مفہوم "اقدامی جنگ" ہے۔ جنگ دو طرح کی ہوتی ہے: اول "دعوتی و تہذیبی جنگ" (غزو فکری)۔ دوم "عسکری و فوجی جنگ" اور اسلام کی نظر میں دونوں طرح کی جنگ مطلوب ہے۔ یہ دونوں قسم کا جہاد پہلے بھی ہوا ہے اب بھی ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا، البتہ

مذکورہ احادیث میں جس غزوہ اور جنگ کی پیش گوئی ہے اس سے مراد عسکری و فوجی جہاد ہے۔
واللہ اعلم!

15. دشمنوں کی پہچان :

ان احادیث میں اسلام اور مسلمانوں کے دو بدترین دشمنوں کی پہچان کرائی گئی ہے۔ ایک بت پرست ہندو، دوسرے کینہ پرور یہودی۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے غزوہ ہند اور سندھ کا ذکر فرمایا اور ظاہر ہے کہ ایسا غزوہ صرف کفار کے خلاف ہی ہو سکتا ہے اور آج ہندوستان میں آباد کفار، اور بت پرست ہندو ہیں اور حدیث ثوبان میں یہ بیان ہوا ہے کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور ان کے ساتھی دجال اور اس کے یہودی رفقاء کے خلاف لڑیں گے۔ اس طرح گویا ایک طرف حدیث میں کفر اور اسلام دشمنی کی قدر مشترک کی بنا پر یہود و ہنود کو ایک قرار دے دیا گیا اور دوسری طرف مسلم اور مجاہد فی سبیل اللہ کی قدر مشترک کی وجہ سے مجاہدین ہند اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کو ایک ثابت کر دیا گیا۔

16. نبوی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مجالس میں ہندوستان کا تذکرہ:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی مجلسوں میں ہندوستان کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے اور یہ تذکرہ اکثر ہوا کرتا تھا اور ظاہر ہے کہ یہ تذکرہ صرف قتال اور غزوہ کے ضمن میں ہی ہوتا ہوگا نہ کہ سفر و تجارت یا سیر و سیاحت کی غرض سے۔

17. حضور ﷺ کی نیت و آرزو:

نبی کریم ﷺ اور انکے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ اکثر اوقات غزوہ ہند کا تذکرہ کیا کرتے تھے لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ اس غزوے میں شرکت کے آرزومند تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں غور فکر کر کے اس کے لیے کوئی ابتدائی منصوبہ بندی بھی کی ہو اور اپنے صحابہ کو اس کی رغبت بھی دلائی ہو۔

18. غزوہ ہندوستان نبی ﷺ کا وعدہ ہے :

حدیث میں دو الفاظ آئے ہیں:

- وعَدَنِي "مجھ سے وعدہ کیا"
- وعَدَنا "ہم سے وعدہ کیا"

اور وعدہ سے مراد کسی عمل خیر کا وعدہ اور وعدے میں نیت اور ارادہ لازماً پائے جاتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے دل میں غزوہ ہند کی نیت اور قصد موجود تھا اور آپ ہندوستان پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے تھے آپ ﷺ نے اپنا یہ ارادہ کبھی فرد واحد کے سامنے اور کبھی پوری مجلس کے سامنے ظاہر فرمایا تاکہ صحابہ کرام بلکہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کے علم میں آجائے۔

19. یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی ہے :

ابو عاصم کی روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔

"وَعَدَنا اللهُ وَرَسُوْلُه.........الخ"

یہ الفاظ دلیل ہیں کہ یہ صرف حضور ﷺ کا وعدہ ہی نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی ہے اور اللہ اپنے وعدے کی کبھی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

﴿وَعْدَ اللهِ لاَ يُخْلِفُ اللهُ وَعْدَهُ ولكن أكثر الناس لا يعلمون[1]﴾

"یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا بلکہ اکثر لوگ جانتے نہیں"۔

20. جنگ و جہاد کی ترغیب:

ان احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو جنگ اور جہاد کی رغبت دلائی ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿يأأيها النبي حرض المؤمنين على القتال ان يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين وإن يكن منكم مائة يغلبوا الفا من اللذين كفروا بأنهم قوم لا يفقهون[2]﴾

"اے نبی! ایمان والوں کو لڑائی کی ترغیب دو، اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم ہونگے تو وہ سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے سو آدمی ہوں گے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آئیں گے کیونکہ وہ کفار سمجھ نہیں رکھتے"۔

جنگ و جہاد کی یہ ترغیب صحابہ کرام، تابعین اور قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

21. سامراجی قوتوں کا علاج :

اس میں امت کے لئے یہ راہنمائی بھی ہے کہ دنیا میں کفار و مشرکین کے غلبہ اور سامراجی و استعماری طاقتوں اور استبدادی کاروائیوں کا علاج بھی جنگ و جہاد میں مضمر ہے۔ اس کے سوا

[1] الروم: ۳۰/۶ ۔

[2] الانفال: ۶۵/۷۔

اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں ہے۔ مذاکرات عالمی اداروں میں مقدمہ بازی یا اور کسی دوست یا غیر جانبدار ثالث کی کوئی کوشش یا مداخلت ضیاع وقت کے سوا کچھ نہیں۔

22. غزوہ ہند میں مال خرچ کرنے کی فضیلت:

ان احادیث میں غزوہ ہند میں مال خرچ کرنے کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اگرچہ راہ جہاد میں مال خرچ کرنا اعلیٰ درجے کا انفاق ہے لیکن غزوہ ہند میں خرچ کرنے کی فضیلت عمومی انفاق فی سبیل اللہ سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی فضیلت کی بنا پر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بار بار یہ خواہش کیا کرتے تھے کہ "اگر میں نے وہ غزوہ پایا تو اپنی جان اور اپنا نیا و پرانا سب مال اس میں خرچ کر دوں گا"۔

23. غزوہ ہند کے شہداء کی فضیلت :

مذکورہ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس غزوہ میں شریک ہونے والے شہداء کی بھی بڑی فضیلت ہے کیوں کہ ان کے بارے میں آپ ﷺ نے "اَفْضَلُ الشُّهداءِ "اور" خَيْرُ الشُّهَدَاءِ " کے الفاظ بیان فرمائے ہیں۔

24. جہنم سے آزادی کی بشارت:

ان احادیث میں ان مجاہدین کی جہنم سے آزادی کی بشارت آئی ہے جو اس غزوہ میں شریک ہونگے اور غازی بن کر لوٹیں گے۔ آپ نے ان دو جماعتوں کا ذکر فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ سے محفوظ کر دیا ہے" اور پہلی جماعت کے متعلق یہ صراحت فرمائی کہ "وہ ہندوستان سے جنگ کرے گی"۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ "اگر میں اس غزوہ میں غازی بن کر لوٹا تو میں ایک آزاد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہوں گا جسے اللہ نے جہنم سے آزاد کر دیا ہو گا"۔

25. آخری جنگ میں فتح کی بشارت:

ان میں یہ بشارت بھی موجود ہے کہ آخر زمانے میں حضرت مہدی علیہ السلام اور سیدنا عیسی ابن مریم علیہ السلام بھی دنیا میں موجود ہونگے۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین ہند کو عظیم الشان فتح عطا فرمائے گا اور وہ کفار کے سرداروں اور بادشاہوں کو گرفتار کر کے قیدی بنائیں گے۔

26. مال غنیمت کی خوشخبری:

اللہ تعالیٰ ان مجاہدین کو بیش بہا مال غنیمت سے بھی نوازے گا۔

27. سیدنا عیسی علیہ السلام سے ملاقات کی بشارت:

ایک بشارت ان احادیث میں یہ ملتی ہے جو مجاہدین اس مبارک غزوہ کے آخری مرحلے میں برسرپیکار ہوں گے وہ سیدنا عیسی ابن مریم علیہ السلام کی زیارت باسعادت اور ملاقات بابرکات سے مشرف ہوں گے۔

28. ہندوستان کے ٹکڑے ہوں گے :

آخری اور سب سے بڑی بشارت ان احادیث میں یہ ہے کہ اس غزوہ کے نتیجے میں ہندوستان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہو جائے گا۔

جن پر ایک متفقہ بادشاہ کے بجائے کئی بادشاہ بیک وقت حکمرانی کر رہے ہونگے۔ اس کے علاوہ اہل علم نے اور بھی کئی بشارتیں ان احادیث سے نکالی ہیں، البتہ ہم نے ان احادیث کی تخریج اور ان کے دروس و اشارات اور نبوی ہدایات اجمالاً اہل علم کی خدمت میں پیش کر دی ہیں۔ واللہ اعلم!



ہندوستان میں ہندو مسلم ذمی ہیں یا حربی

سوال: آج کل جو حالت ہندوؤں کی مسلمانوں کے ساتھ اکثر بلادِ ہندوستان میں ہے وہ ظاہر ہے اور معلوم ہے۔ قابل دریافت امر یہ ہے کہ ہندوستان کے اہل ہنود اب بھی ذمی کے حکم میں ہیں یا حربی کے، ہم مسلمانوں کے اوپر ان کے ذمہ ہونے والے حقوق عائد ہوتے ہیں یا حربی والے۔

جواب: درحقیقت ہندوستان میں ہندو اور مسلمانوں کی شان متامن کی سی تھی، لیکن جب سے ہندوؤں نے جگہ جگہ مسلمانوں پر حملے شروع کر دیے ہیں، اور علی الاعلان مسلمانوں کے دشمن ہو گئے ہیں، تو مسلمانوں کے ساتھ ان کا کوئی معاہدہ وغیرہ نہ رہا اور مصداق وهم بدءواكم اول مرة کے ہو گئے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد دوازدہم)

حقیقی مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے منع کردہ امور سے رک جاتا ہے

مولانا قاری عبد العزیز شہید رحمہ اللہ

خطوط کا انسانی زندگی، زبان و ادب اور تاریخ پر گہرا اثر ہے۔ یہ سلسلہ ہائے خطوط اپنے انداز میں جدا اور نرالا ہے۔ اس کو لکھنے والے القاعدہ برِّصغیر کی لجنہ مالیہ کے ایک رکن، عالم و مجاہد بزرگ مولانا قاری ابو حفصہ عبد الحلیم ہیں، جنہیں میادین جہاد 'قاری عبد العزیز' کے نام سے جانتے ہیں۔ قاری صاحب سفید داڑھی کے ساتھ کبر سنی میں مصروفِ جہاد رہے اور سنہ ۲۰۱۵ء میں ایک صلیبی امریکی چھاپے کے نتیجے میں، قندھار میں مقامِ شہادت پر فائز ہو گئے، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ قاری صاحب نے میدانِ جہاد سے وقتاً فوقتاً اپنے بہت سے محبین و متعلقین (بشمول اولاد و خاندان) کو خطوط لکھے اور آپ رحمہ اللہ نے خود ہی ان کو مرتب بھی فرمایا۔ ادارہ 'نوائے غزوۂ ہند' ان خطوط کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ پاک ان خطوط کو لکھنے والے، پڑھنے والوں اور شائع کرنے والوں کے لیے توشۂ آخرت بنائے، آمین۔ (ادارہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام على من لا نبی بعده

عزیز بھائی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد سلام! امید ہے کہ آپ بفضل اللہ تعالیٰ مع ایمان وصحت کے خیر وعافیت سے ہوں گے۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ بھائیوں کی نیک دعاؤں سے خیر وعافیت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اور تمام بھائیوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور شیاطین، نظر بد سے حفاظت فرمائے، آمین!

سچی بات یہ ہے کہ میں آپ سب کو بہت یاد کرتا رہتا ہوں اور رب تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ملاقات کے لیے کوئی راستہ نکالے تاکہ برسوں کی یادیں ایک دوسرے سے بانٹ سکیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ہمارے لیے جو اسوہ چھوڑا ہے وہی ہمارے لیے نمونہ ہے۔ انہوں نے ایک طویل عرصہ تک اپنے محبوب ترین باپ و بھائی سے دور رہے اور صعوبتیں جھیلیں مگر ایک لمحے کے لیے 'تقویٰ' کا دامن نہیں چھوڑا، نہ ماحول سے سمجھوتا کیا اور نہ ہی بے صبری سے کام لیا۔ بالآخر اللہ رب العالمین نے ان کے تقویٰ وصبر کی قدر کرتے ہوئے نہ صرف ان کے محبوب ترین ہستیوں سے ملایا بلکہ ان کو اقتدار سے بھی نوازا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی محسن کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴾

"اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا"۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یوسف علیہ السلام کے اسوہ پر عمل کرنے کی ہمت عطا فرمائے، آمین!

عزیز بھائی! یہ ماحول ہی ہے جو انسان کو اپنے لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ ہمیں اس سے ہر حال میں بچنا ہوگا۔ ہم جس ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں وہ کسی قید وبند سے کم نہیں۔ اس لیے میرے عزیز بھائی قید وبند میں جس طرح ایک آدمی مجبور ہو کر اضطراری زندگی گزارتا ہے اسی طرح ہمیں بھی اس فانی دنیا میں اضطراری زندگی گزارنی ہوگی۔ اسی کا نام ایک طرح کی ہجرت ہے۔ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا:

وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْه [بخاری]

ابن ماجہ کی روایت میں ہے:

وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوبَ

"اصل ہجرت کرنے والا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے منع کردہ امور سے رک جاتا ہے یعنی تمام گناہوں سے اپنے آپ کو روکے رکھتا ہے"

جہاں تک عملی ہجرت کی بات ہے اس کی نوبت تو نفس کو قابو کرنے کے بعد ہی آتی ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اُن اُن امور سے اپنے آپ کو بچاتے رہیں جو ہمارے ایمان وعقیدے کو خراب کرنے کے درپے ہیں۔ مثلاً نظامِ تعلیم کے ایک ایک جزء کو لے لیجیے، معیشت کے ایک ایک تانے بانے کو ایک نظر دیکھ لیجیے، میڈیا سے نشر ہونے والی تمام خرافات نظر میں رکھیے یہ سب ہمارے ایمان وعقیدہ کو خراب کرنے کے درپے ہیں۔ ان تمام چیزوں کو کلی طور پر رد کر دینا ہمارے لیے لازمی ہے۔ ان کو رد کرنے میں کسی قسم کا تردّد اور شکوک وشبہات میں مبتلا ہونا، ان میں کسی معمولی نوعیت کا فائدہ یا بھلائی دیکھ کر دنیا کے دوسرے لوگوں کی طرح اس سے متاثر ہونا اور اس کی وکالت شروع کر دینا جیسا کہ دوسرے متاثرین کا شیوا ہے ہمارے لیے اس میں موت کا پیغام ہے۔

میرے پیارے بھائی! دنیا میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے کسی فائدہ کا پہلو نہ نکلتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تو شراب جیسی حرام اور اُمُّ الخبائث اور جوئے کے بارے میں بھی اس حقیقت کو واضح کیا:

﴿یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ ؕ قُلۡ فِیۡهِمَاۤ اِثۡمٌ کَبِیۡرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَ اِثۡمُهُمَاۤ اَکۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا ؕ﴾

”(اے پیغمبر) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو کہ اُن میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں مگر اُن کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں۔“[سورۃ البقرۃ:۲۱۹]

اس کے علاوہ دجالی چمک دمک کے بارے میں نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا:

إِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ إِذَا خَرَجَ مَاءً وَنَارًا فَأَمَّا الَّذِي يَرَى النَّاسُ أَنَّهَا النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ وَأَمَا الَّذِي يَرَى النَّاسُ أَنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ فَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَى أَنَّهَا نَارٌ فَإِنَّهُ عَذْبٌ بَارِدٌ.

”دجّال اپنے ساتھ پانی اور آگ لے کر نکلے گا۔ جس کو لوگ پانی سمجھیں گے وہ حقیقت میں جھلسا دینے والی آگ ہو گی اور جس کو وہ آگ سمجھیں گے حقیقت میں وہ پانی ہو گا۔ پس تم میں سے جو شخص دجال کو پائے تو وہ اپنے آپ کو اس چیز میں ڈالے جس کو وہ اپنی آنکھوں سے آگ دیکھتا ہے اس لئے کہ وہ آگ حقیقت میں میٹھا اور ٹھنڈا پانی ہو گا۔“

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دجالی نظام کا تھوڑا بہت جو فائدہ آسائش پہنچانے والی چیز کی صورت میں ہمیں نظر آتا ہے وہ در اصل اس کی آگ ہی کا دھواں ہے۔ اس کے نظام سے بغاوت کی صورت میں جو تکالیف و آزمائش اُمنڈ آتی ہے وہ حقیقت میں اللہ کے ہاں سرخروئی کا ذریعہ ہے جو کہ میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی مانند ہے۔

ان تمام چیزوں کا رد جو دجالی فتنوں کی شکل میں ہمارے ماحول کو خراب کر رہا ہے اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس کے بغیر کلمۂ طیبہ کا حقیقی تقاضہ پورا نہیں ہو سکتا۔ [لا اله الا الله] ”کوئی معبودِ حقیقی نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے“۔ اس کلمہ کا پہلا حصہ 'کوئی حقیقی معبود نہیں' اس بات کے تحت ان تمام غیر حقیقی معبودوں کو انکار کرنا ہے اور اس کو کلی طور پر رد کرنا ہے جس کے تحت یہ نظام کھڑا ہے۔ اور کلمۂ طیبہ کے دوسرے حصہ کا تقاضہ جس میں کہا گیا 'علاوہ اللہ کے یعنی اللہ ہی معبودِ حقیقی ہے'، اس بات کے تحت اللہ تعالیٰ کو معبودِ برحق سمجھ کر، اس کو رازق مان کر، اس کو حیات و موت دینے والا جان کر اسی پر قدم جمائے رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کا حکم دیا ہے:

﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

”جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اُس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ (سب کچھ) سنتا اور جانتا ہے“

[سورۃ البقرہ:۲۵۶]

شریعت کے تقاضہ کے مطابق شریعت مخالف نظام و نظریہ کے کلی طور پر رد کرنے کے بعد عملی قدم اُٹھانا ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں: (الف) انفرادی طور پر خود بھی اور اپنے اہل و عیال کو بھی شریعت سے متصادم تمام گندے امور سے بچانا ہے، مثلاً دل چاہ رہا ہے کہ ٹی وی ڈراموں میں ہونے والی آزادانہ محفل دیکھنا و سننا کوئی حرج نہیں یا اہل و عیال تقاضہ کر رہے ہیں کہ مرد و زن کے مخلوط شادی بیاہ میں شریک ہوا جائے۔ یہ اور اسی طرح کے ہزارہا نافرمانی والے کاموں سے عملی طور پر اجتناب کرنا لازمی ہے۔ (ب) عملی کاموں میں دوسرا پہلو یہ ہے کہ حالات کو بدلنے کی حتی الامکان کوشش کی جائے کیوں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

من رأىٰ منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه وإن لم يستطع فبقلبه، ذلك أضعف الإيمان۔

”تم میں سے جو کوئی بُرائی ہوتے ہوئے دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اسے بُرا کہے اور اگر زبان سے بُرا کہنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے چاہیے کہ اسے دل میں بُرا جانے، یہ کمتر درجہ کا ایمان ہے۔“

ظاہری بات ہے کہ یہ کام انفرادی سطح پر تو ممکن نہیں اس لئے کسی ایسی اجتماعیت سے منسلک ہوا جائے جو منہاجِ نبوی ﷺ کے مطابق معاشرہ کو اسلامی شریعت کے مطابق ڈھالنے کا عزم رکھتی ہو اور نہ صرف معاشرہ کو بدلنے کا عزم رکھتی ہو بلکہ اس کے مطابق عملی جدوجہد بھی کر رہی ہو، تو وہ اس سے منسلک ہو اور حالات کو بدلنے کی حتی الامکان کوشش کرے۔

انفرادی طور پر نظام و نظریہ کے رد اور عملی قدم اُٹھانے کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں اس دجّالی ماحول میں اپنے ایمان اور اپنے اہل و عیال کا ایمان نہیں بچا سکتا اور وہ اس بات کی استطاعت بھی رکھتا ہے کہ اس ماحول سے نکل کر دوسری کہیں ایسی جگہ جہاں اپنے اہل و عیال کے ساتھ کوچ کر سکتا ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو لے کر وہاں سے ہجرت کر جائے۔ اگر وہ اس کی استطاعت رکھنے کے باوجود بھی اس ناگفتہ بہ ماحول سے ہجرت نہیں کرتا اور اسی ماحول میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اس تنبیہ کے زد میں آنے کا خدشہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

”بے شک جن کی جان فرشتے قبض کر رہے تھے اس حال میں کہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں تو ان سے فرشتے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟

وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتواں تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین فراخ نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے۔" [سورۃ النساء:۹۷]

اصل مسئلہ ایمان کا ہے کیونکہ یہ ایک بندۂ مؤمن کا اصل سرمایہ ہے۔ یہ وہ وقت ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے اپنی پیشین گوئیوں میں بتایا کہ ایک وقت آئے گا جو کہ فتنہ کا زمانہ ہو گا، اس وقت ایک مسلمان کے لئے چند بکریاں بہترین سرمایہ ثابت ہوں گی جسے لے کر وہ پہاڑوں کے دامن میں جائے گا اور اپنے دین و ایمان محفوظ بنائے گا، جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ ، يَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الجِبَالِ وَمَوَاقِعِ الْقَطَرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ۔

"وہ دن دور نہیں کہ مسلمان کا بہترین مال چند بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کے چوٹیوں یا بارانی علاقوں پر جائے گا، اس غرض سے کہ فتنوں سے اپنے دین کو بچالے"۔

[بخاري،عن أبي سعيد الخدريؓ،باب التعرب في الفتنة]

اس حدیثِ پاک کی روح سے شریعت مخالف ماحول سے نکل کر کسی اور مقام پر منتقل ہونا جہاں وہ اپنے ایمان کو محفوظ بنا سکتا ہے وہ وہاں منتقل ہو جائے اور اپنا ایمان اور اپنے اہل و عیال کا ایمان محفوظ بنائے۔ یہ کام بھی حقیقی استطاعت سے مشروط ہے۔

اگر حقیقی استطاعت نہ ہو تو اس کے لئے 'اضطرار' ہے۔ یہ 'اضطرار' کیا ہے؟ اضطراری کیفیت دراصل یہ ہے کہ فرض کیجیے کہ ایک انسان کو قید خانہ میں ڈال دیا گیا، وہ اب مجبور ہے کہ اسے جو دیا جائے وہ کھائے خواہ حلال ہو یا حرام لیکن اگر اُسے معلوم ہو کہ اسے جو کچھ دیا جا رہا ہے وہ حرام ہے تو وہ اضطراری حالت میں صرف اتنی چیز کھا سکتا ہے جتنی جان بچانے کے لیے ضروری ہو، لیکن اگر وہ اسے رضا و رغبت کے ساتھ پیٹ بھر کر کھالے تو وہ باغی کہلائے گا۔ اگر وہ پیٹ بھر کر کھالے اور آنے والے وقت کے لئے ذخیرہ بھی کر لے تو وہ باغی بھی ہو گا اور عادی بھی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اضطراری حالت میں مسلمان کے لئے رہنما اصول قرآن حکیم میں بتا دیا ہے:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

"اور اس نے تم پر مرا ہوا جانور اور خون اور سؤر کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو (کھانا) حرام کر دیا ہے۔ ہاں جو شخص مجبور ہو جائے (بشرطیکہ) اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کرے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔" [سورۃ البقرۃ:۱۷۳]

اس اضطراری کیفیت کو اور ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ فرض کریں کہ ہم ایک دستر خوان پر کھانے کے لیے بیٹھے ہیں۔ اس دستر خوان پر انواع و اقسام کے کھانے رکھے ہوئے ہیں۔ جن میں اُم الخبائث شراب کے ساتھ سؤر کا گوشت بھی رکھا ہوا ہے۔ ایک مؤمن کے لیے اس دستر خوان پر کھانا کھانا کس قدر دشوار ہو گا اور اس کے حلق سے کھانا مشکل ہی سے گزرے گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی دستر خوان بھی نہیں کہ وہ اس دستر خوان سے کھانا کھالے۔ اس طرح کے دستر خوان پر یہ کراہت، دشواری، مشکلات یہ اضطراری کیفیت کے زمرے میں آتی ہے۔ تو شریعت مخالف گندہ معاشرہ میں ہماری کیفیت بھی اسی طرح کی گھٹن کی ہو۔ ایک مؤمن اس اضطراری ماحول میں حرام کھانا، حرام میں ملوّث ہونا تو کجا وہ مشتبہات کے قریب بھی نہ بھٹکے گا۔

اس اضطراری کیفیت میں رہتے ہوئے اسے یہ عزم مصمم بھی ہونا ضروری ہے کہ جیسے ہی استطاعت ہو ایمان کی خاطر 'ہجرت' کا کوئی موقع ہاتھ آجائے تو شریعت مخالف گندے ماحول سے نکلے گا اور اچھے ماحول میں منتقل ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص کسی ایسی اجتماعیت سے منسلک ہے جو منہاجِ نبوی ﷺ کے مطابق دین کا کام کر رہی ہے تو اس کے لیے امیر کی اطاعت بھی لازم ہے کیونکہ سمع و اطاعت شریعت کی اساس ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلاَ سَمْعَ وَلاَ طَاعَةَ.

"ایک مسلمان پر سمع و اطاعت پسند و ناپسند ہر دو صورت میں لازم ہے اور اس وقت تک سمع و اطاعت لازم ہے جب تک امیر معصیت کا حکم نہ دے جب وہ معصیت کا حکم دے تو اس کا نہ سننا ہے اور نہ ماننا ہے۔ [بخاری و مسلم، ابو داؤد]

سنن ترمذی میں عبادہ بن صامت □ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على السمع والطاعة في اليسر والعسر والمنشط والمكره۔

"ہم نے رسول اللہ ﷺ سے آسانی و سختی اور خوشی و ناخوشی ہر چہار موقع پر سمع و اطاعت پر بیعت کی۔"

امیر کی اجازت لازم کیوں ہے؟ اس لیے کہ امیر کی نظر تمام امور پر مرکوز ہوتی ہے۔ انہیں ماحول کی نزاکت پر بھی نظر رکھنی ہوتی ہے اور وہ اس کی تبدیلی کا خواہاں بھی ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ پوری دنیا بشمول مسلم دنیا میدانِ جنگ میں اب تبدیل ہو چکی ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۷۱ پر)

رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں: فتحِ کابل کی خوش خبری

معین الدین شامی

اپنے رسولِ محبوب ﷺ کی خدمت میں

از طرف خاکِ پائے رسول

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میرے سچے نبی جی! میرے سچے شفیع جی!

عجیب وغریب کیفیت ہے۔ ایک طرف اپنے اعمال کی سیاہی ہے اور دوسری طرف آپ کو عطا کردہ آپ کے اور ہمارے اللہ کے نور کی ضیا۔ ایک طرف میرے گناہ ہیں اور دوسری طرف آپ کی 'امتی امتی' کی صدا میں میرے لیے مغفرت۔ ایک طرف آپ کے اربوں غلاموں میں ناقابلِ ذکر یہ عاصی غلام، دوسری طرف ماں جیسی پہچان جو ہر بیٹے کو جانتی ہے اور کروڑوں میں پہچان جاتی ہے، جس کی محبت ربّ کے بعد بے کراں، بے حد، بے حساب۔

نبی جی!

ماں کو ایک بات کی خبر ہوتی ہے، پھر بھی اس کا ہر ہر بچہ اس کو آکر وہی خبر دیتا ہے اور ماں ہر بچے سے خبر سن کر یونہی ہو جاتی ہے گویا اسی سے سنی ہے۔

مجھے میرے ابّا سے بھی زیادہ محبوب، مثلِ اباجی! میرے نبی جی!

میں بھی قاصد بن کے آیا ہوں۔ نبی جی! آپ نے جس احنف بن قیسؓ کے لیے فرمایا تھا" اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَحْنَفِ "، پہلی صدی ہجری میں اسی احنف نے جس ہرات و بلخ کے بیتِ ابیض کے کسریٰ کے ساتھی کافروں کو روندا تھا، اسی احنف کے روحانی بیٹوں نے آج کے بیتِ ابیض امریکہ کے کافروں کو پندرہویں صدی ہجری میں روند دیا ہے۔ احنف کے بیٹے عبد اللہ نے شہر کابل میں آپ کے یارِ غار صدیقِ اکبرؓ کے بیٹے قاسم کے ساتھ جامِ شہادت نوش کیا تھا اور دونوں آج بھی کابل کے بالا حصار قلعے کی بغل میں مزارِ شہدائے صالحین میں مدفون ہیں۔ یارسول اللہ! آپ کا خادم و غلام اور میرا دوست گل محمد کابلی، مزارِ شہدائے صالحین گیا تھا۔ مجاور نے گل محمد کو دیکھ کر احسان کا معاملہ کیا اور عبد اللہؒ و قاسمؒ کے مزار کا دروازہ کھول دیا۔ وہاں آپ کے ستّر مزید صحابیؓ اور ان کے تابعیؒ جو سب پہلی صدی ہجری میں آپ کے دین کا پیغام لے کر کابل پہنچے اور پہلے پہلے معرکوں میں وہیں شہادت پا کر دفن ہوئے، سبھی کی قبریں ساتھ ساتھ ہیں۔ گل محمد کابلی نے آپ کے محبوب اور ہمارے محبوب، آپ کے صدیقؓ کے بیٹے اور بنو تمیم کے احنف کے بیٹے کے سرہانے بیٹھ کر انہیں فتحِ کابل کا مژدہ سنایا۔

یارسول اللہ! آپ کے دشمنوں نے مجھے اور گل محمد کو آپ کی زیارت سے روک رکھا ہے۔ ورنہ اللہ تو جانتا ہی ہے اور وہی اللہ اپنی شان کے مطابق یہ پیغام آپ تک پہنچا رہا ہے کہ ہم آپ کے مدینے میں پیادہ پا آتے، آپ کے روضے پر برہنہ پا آتے۔ روضے کی جالی کو پکڑ کر، آپ کو رو رو کر یہ خبر سناتے کہ یارسول اللہ! کابل فتح ہو گیا! نبی جی! آپ کی دی بشارت "ثم تكون خلافة على منهاج النبوة" کی منزل کی پہلی سیڑھی سر ہو گئی!

یارسول اللہ! مجھے یقین ہے کہ میں نہ سہی تو میری اولاد ضرور آپ کے روضے کی جالی سے سینہ چمٹا کر آپ کو آپ کے وطن 'جزیرۃ العرب' کی فتح کی خوش خبری سنانے آئے گی، بعون اللہ!

نبی جی! ہم تو فرطِ محبت میں آپ کے دیوانے ہیں۔ دیوانوں کو تو ہر محبوب دیوانگی کا عذر دے کر، ان کی بے ادبی بخش دیتا ہے۔

نبی جی! آخری خط لکھا تھا تو دنیا آپ کی کالی پگڑی پہننے والوں کی دعوت کی صورت معاہدۂ دوحہ سے لرز رہی تھی اور آپ کے عاشق ماسکو و بیجنگ و تہران کے قالین روند رہے تھے۔ جن کی آنکھوں کو جلوۂ دانشِ فرنگ خیرہ نہ کر سکا تھا، جن کی آنکھوں کا سرمہ آپ کے مدینے کی خاک ہے۔ نبی جی! آج خط لکھنے بیٹھا ہوں تو یہی عاشق صادق کابل کے شاہی محل میں داخل ہو چکے ہیں۔

نبی جی! بچے آپ کی انگلی تھام کر آپ کو کسی گلی، کسی سڑک پر لے چلتے تھے، آپ جن سے زیادہ مصروف کوئی نہ تھا، اپنی کمالِ رحمت سے ان بچوں کے ساتھ چل پڑتے تھے۔ عورتیں آپ کو راہ میں روک کر باتیں پوچھتیں تو آپ کھڑے سنتے رہتے، پھر جواب دیتے۔ بے آسرا لوگوں کا سودا سلف لاتے، گٹھریاں بوریاں ڈھوتے۔ بس اسی خیال سے سوچا کہ میں بھی ایک ادنیٰ غلام ہوں، بچہ ہوں، بے سہارا و بے آسرا ہوں، آپ کو کچھ واقعات سنا دیتا ہوں۔ گل محمد کابلی کا بھی سلام قبول کیجیے، اسی نے مجھے یہ آنکھوں دیکھے اور کچھ براہِ راست سنے قصے سنائے ہیں۔

نبی جی! پورا افغانستان فتح ہو چکا تھا۔ کابل کے دروازوں تک آپ کے مجاہدین پندرہ اگست کی نمازِ ظہر کے وقت پہنچ چکے تھے کہ امرائے مجاہدین کا حکم آیا کہ کابل میں داخل نہیں ہونا، جو داخل ہو چکے ہیں وہ واپس آ جائیں، کابل کے نواح میں ارغندی اور سروبی پر خط بنا لیں۔ آپ کے اطاعت گزاروں نے اطاعت کی اور واپس لوٹے اور خط بنا لیا۔ عصر کے وقت اطلاع ملی کہ کابل میں لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا ہے۔ جہاد جو دنیا میں عدل کے قیام کے لیے اللہ نے فرض کیا اور آپ نے جس کو اپنی سنتِ مستقلہ بنایا، اس کو ادا کرنے والوں کو پکارا گیا۔ امر ہوا کابل میں داخل

ہو جاؤ۔ یہ مجاہدین کالی سفید پگڑیاں باندھے، اپنی واسکٹوں کی ا گلی بائیں جیب میں آپ پر اترے مصحف کا جیبی نسخہ لیے، ایک ہاتھ میں آپ کا سفید پرچم تھامے اور دوسرے میں آپ کے ورثے میں امت کو ملنے والے اسلحے کو اٹھائے شہر کابل میں داخل ہوئے۔

یارسول اللہ! جب میں نے فتح کے انداز و طریق کا سنا تو آپ کے بیٹے اور خلیفۂ راشد مہدیؒ کی فتحِ قسطنطنیہ کا آپ کی زبان سے ہوا بیان ذہن میں آگیا۔ آپ نے جس طرح فرمایا کہ قسطنطنیہ یوں فتح ہو گا اس کی عملی تصویر ہم نے ظہورِ مہدیؒ سے پہلے فتحِ کابل میں دیکھی۔ ان مجاہدین نے کابل کو فتح کرنے کے لیے ایک گولی بھی نہ چلائی، بس ان کی زبانوں پر 'اللہ اکبر' رواں تھا، کابل کے سب حفاظتی حصار اسی تکبیر سے منہدم ہو گئے۔ آپ کے سچے عاشق شاہی محل پہنچے۔ ہبلِ عصر امریکہ کے پجاری اپنی بندوقوں کی نالیوں میں گولیاں چڑھائے بیٹھے تھے۔ یارسول اللہ! ایک بہت بڑے عالم نے کہا ہے کہ قسطنطنیہ کی پہلی فتح دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جو سلطان محمد فاتح کے ہاتھ پر ظاہر ہوا۔ کابل میں بھی آپ کا معجزہ ''نُصِرتُ بِالرُّعب'' آپ کے پندرہویں صدی کے عاشقوں کے ہاتھوں پر ظاہر ہوا۔ ہبلِ عصر کے پجاریوں کی آنکھیں خوف کے مارے پلکیں جھپکنا بھول گئیں، ہاتھ شل ہو گئے اور وہ مٹی کے انسان سے مٹی کے بت بن گئے۔ ایک سفید ریش مجاہد کمان دار کی آواز آئی 'تسلیم شا!' اور آن کی آن میں ہزاروں فوجیوں نے محض دو ڈھائی سو مجاہدوں کے سامنے اسلحہ ڈال دیا۔

مجاہدین کا ایک دستہ ظالم زمانہ این ڈی ایس کی ریاستِ جہل میں پہنچا۔ یہاں تہ خانوں میں پانچ ہزار مجاہدین اور آپ کی امت کی پانچ سو عفیفہ عورتیں قید تھیں۔ مجاہدین کو اگر یہاں گولی چلانے کی ضرورت پڑی تو بس ان تالوں کو توڑنے کے لیے جن سے آپ کی امت کے بہترین لوگوں کو مقفل کیا گیا تھا۔ ایک مجاہد نے عورتوں کی جیل کا دروازہ توڑا تو ایک عمر رسیدہ خاتون قیدی آگے بڑھیں اور اس مجاہد بیٹے سے لپٹ گئیں، انہوں نے اس فدائی مجاہد کے ہاتھ چومے، ماتھا چوما۔ یوں کتنی ایمان کے رشتے سے جڑی مائیں نکلتیں اور اس مجاہد کو چومتی باہر نکلتی جاتیں۔ ان ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کے ساتھ درجنوں بچے بھی قید تھے، وہ سب نکلے اور اس مجاہد کی ٹانگوں سے چمٹ گئے، کچھ اس کے بازوؤں سے جھولنے لگے اور اس کو 'ماموں' 'ماموں' کہنے لگے۔ یارسول اللہ! آپ کی امتی بیٹیوں نے اپنے بچوں کو بتا رکھا تھا کہ تمہارے مجاہد ماموں، تمہارے نبی کے حکم 'فکو العانی' کی تعمیل میں ایک دن اس جیل کو توڑنے آئیں گے، الحمد للہ الذي صدق وعدہ ونصر عبدہ!

یارسول اللہ! جتنے کابل کے فاتح مجاہدوں سے میری بات ہوئی سبھی نے یہی بتایا کہ یہ ایک معجزہ ہے۔ آپ کی لڑی جنگ، بدر کی نسبت سے 'بدری دستے' کے ایک کمان دار نے گل محمد کابلی کو بتایا کہ یہ ایک خواب سا محسوس ہوتا ہے۔ یقین نہیں آتا کہ میں یہ سب کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

یارسول اللہ!

آپ کا غلام گل محمد کابلی، کابل ایئر پورٹ پر پہنچا۔ وہاں دیو قامت بانسوں پر آپ کے سفید توحید و رسالت والے پرچم لہرا رہے تھے اور کابل ایئر پورٹ کی عمارت پر آپ کا فرمانِ مبارک، آپ کے مجاہد امتیوں نے چار زبانوں، عربی، پشتو، فارسی اور انگریزی میں چسپاں کر رکھا تھا ''لا ضرر ولا ضرار في الإسلام!''، اسلام نہ کسی کو ضرر پہنچاتا ہے اور نہ ہی کسی کو اپنے لوگوں کو ضرر پہنچانے کی اجازت دیتا ہے۔

کابل کی ہر شاہراہ، ہر سڑک، ہر گلی، ہر محلے، ہر دفتر اور ہر مکان پر آپ کا ہی جھنڈا لہرا رہا ہے۔

اے میر عرب! اے سردارِ اہلِ عجم! اے رحمتِ دو جہاں!

میں اپنے وطن سے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا لے کر آیا ہوں، خوشی کی خبریں لایا ہوں۔

اے میرے اللہ! یہ پیغام اپنے اور ہمارے حبیب ﷺ تک پہنچا دے اور اس گنہگار کو بخش دے، جن کو تو نے شفیعِ محشر بنایا ہے انہی کے ہاتھوں جامِ کوثر عطا کر۔ تیری رحمت ہر شے پر چھائی ہوئی ہے ورنہ عاصی اس قابل کہاں؟

☆☆☆☆☆

مردِ خدا کا یقین

کون نہیں جانتا کہ یقین دنیا کی بہت بڑی طاقت ہے، ایک شخص کے یقین نے بعض اوقات ہزاروں لاکھوں انسانوں کے شک و تذبذب پر فتح پائی ہے، جب کبھی کوئی مردِ خدا کسی بات پر پہاڑ کی طرح جم گیا ہے اور اس نے حالات کے سامنے سپر ڈالنے سے انکار کر دیا ہے اور اپنے یقین کا رشتہ مضبوط ہاتھوں سے تھام لیا ہے تو زمانہ کے بہتے ہوئے دھارے کا منہ پھر گیا ہے بڑے بڑے دور بینوں اور مبصروں کے اندازے غلط نکل گئے ہیں اور ان کی پیشین گوئیاں چھوٹی ثابت ہوئی ہیں اور اس شخص کا یقین آفتاب کی طرح شکوک و اوہام کے بادلوں اور خطرات اور اندیشوں کے کہر میں سے نمودار ہوا ہے۔

(مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ)

حقیقی اسلام... امارت اسلامیہ افغانستان

عمر دیلی

کیوں آج افغانستان میں طالبان کی نفاذِ شریعت کی جدوجہد اپنی تکمیل کی طرف گامزن ہے اور اللہ کی مدد و نصرت اس کے ساتھ ساتھ لمحہ بہ لمحہ نظر آ رہی ہے؟ اتنے وسیع پیمانے پر فتح حاصل کرنے کے بعد امارت اسلامی کے ایک امر کی پابندی و اطاعت کیسے ہو جاتی ہے کہ امیر المؤمنین کے ایک امر آ جانے کے بعد مجال ہے کہ کسی ایک جگہ یا کسی علاقے میں کوئی بے امری ہو جائے چاہے وہ کسی کام کے کرنے کا حکم ہو یا کسی سے ممانعت کا حکم ہو؟ ہم یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اس بات میں کوئی شک نہیں الحمد اللہ کہ امارت کا امر حقیقتاً ایک امر شرعی سمجھا جاتا ہے اور اس پر اسی طرح سے عمل ہوتا ہے کہ جس طرح سے ایک اسلامی حکومت میں ہونا چاہئے، لیکن کیا کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے ایسا کیونکر ممکن ہوا؟ ایسی کیا خصوصیات ہیں ان میں جس کی وجہ سے یا ایسا کیا کمال ہے ان میں یا انہوں کوئی کوئی ٹریننگ یا دورہ وغیرہ یا کوئی مینجمنٹ کا کوئی کورس کیا ہوا ہے؟ بلکہ ان کے بارے میں تو یہ دجالی دنیا یہ کہتی پھرتی تھی کہ ان کو تو دنیا کا کچھ پتہ ہی نہیں ہے، یہ تو وہ لوگ ہیں جو صرف قہوہ اور خشک روٹی کھاتے ہیں یا ان کو تو صرف بیلچہ چلانا آتا ہے، یہ تو صرف اپنے باغ میں پانی لگا سکتے ہیں اور ان کے بس کی کیا چیز ہے۔ اسی طرح دوسری طرف امارت اسلامیہ کو اگر ہم دیکھیں تو ہم پر یہ بات واضح ہو گی کہ ان کے ہر عمل و قول سے حقیقت اسلام دکھتی ہے۔ ان کے فیصلے، ان کی پالیسی، ان کی جنگی اسٹریٹیجی، ان کی قضات کا شعبہ، ان کے حاکموں اور والیوں کا نظام، غرض یہ کہ ان کی امارت کے پورے ڈھانچے میں حقیقی اسلام کی ترجمانی ہے۔ آج سے بیس سال پہلے یہی امارت تھی جس نے ایک فرد واحد مجاہد مومن کے لئے پوری امارت کا سقوط برداشت کر لیا اور اس صدی میں صحابہ کی یاد تازہ کر دی۔ اگر امارت اسلامیہ بھی ان نام و نہاد اسلامی ممالک کہ جن کی تصویر صرف صورتِ اسلام کی سی رہ گئی ہے، ان کی طرح ایک فون کال پر ڈھیر ہو جاتی تو آج ان کو وہ رفعت و فضیلت حاصل نہ ہوتی جو کہ الحمد اللہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی اور اللہ ان سے پوری امت کی امامت کے فرائض انجام دلوا رہا ہے۔ اور یہی فرق ہے ظاہری اسلام اور حقیقی اسلام میں کہ جب بھی کافروں کا مقابلہ کسی ایسی جماعت سے ہوا ہے جو صرف ظاہری اسلام رکھتی ہے تو کافروں نے ان کو شکست دی ہے لیکن تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب بھی حقیقی اسلام میدان میں آیا تو کافروں کو شکست ہوئی ہے۔ بڑے بڑے لشکروں کو قلیل تعداد کے ساتھ مسلمانوں نے شکست دی۔ بپھرے ہوئے دریاؤں میں گھوڑے اتار دیے گئے۔

دشت تو دشت تھے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

خامیوں سے پاک اور بالکل مکمل ذات تو صرف اللہ کی ذات ہے جس میں کوئی شک نہیں یقیناً امارت اسلامی کے لشکر میں بھی کچھ نہ کچھ کمزوریاں ہوں گی لیکن ان سب کے باوجود اللہ کے خاص فضل سے یہ لشکر کامیابیوں کی طرف گامزن ہے اور اللہ نے ان کو ایسی رفعت و اعلیٰ درجے کی فضیلت عطا کی ہے کہ ایک مجاہد فی اللہ کو دشمن خود گرفتار کرتا ہے پھر کچھ اس تحریک اور اس جدوجہد کی قوت و طاقت کی مضبوطی اور اس کے غالب ہونے کے امکان کے ڈر سے اس کو خود ہی چھوڑ کر اس کو امن کی پیش کش کرتا دکھائی دیتا ہے اور جیل کی کال کوٹھری سے نکال کر اپنی دنیا کے ایوانوں میں عزت کے ساتھ لے کے جاتا ہے اور اب یہاں تک بات پہنچی ہوئی ہے کہ اس سے ملنے کے لئے بھی اس کو پہلے ٹائم لینا پڑتا ہے، جس کو اس نے ماضی میں اپنی جیل میں ڈالا تھا۔ یہ ساری کامرانیاں و کامیابیاں حقیقت اسلام سے تعلق رکھتی ہیں جو کہ ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا ہے جو ہمیں اصحابِ نبی ﷺ سے اور ان کے بعد آنے والے ہر سپہ سالار کی سیرت سے ملے گا، جس نے اپنے لشکروں سے، اپنے گھوڑوں سے دشمنانِ دین کو اپنے اپنے ادوار میں شکست سے دوچار کیا اور ان کو ناکوں چنے چبوائے اور یہ ثابت کر کے دکھایا کہ ظاہری اسلام کے ساتھ اگر حقیقی اسلام ہو گا تو آپ کی تحریک جہاد یا آپ کی دعوتِ دین اِن شاء اللہ دشمن کو خوف و ہراس میں مبتلاء کرے گی اور اللہ آپ کو غلبہ دین عطا فرمائیں گے اور دشمن پر ایسے سپہ سالاروں کا رعب و دہشت ہی معرکوں کو سر کرنے کے لئے کافی ہو گی۔ جس طرح امریکہ نے ایک بدمست ہاتھی کی طرح تکبر کے نشے میں چُور افغانستان پر حملہ کیا، شروع میں ایک عام سادہ مسلمان بھی یہی سوچتا ہو گا کہ سب کچھ ختم ہو گیا طالبان، یہ اسلامی حکومت سب ختم ہو گئی لیکن حقیقی اسلام سے آشنا لوگوں کی نظر میں یہ ایک کامیابی تھی۔ اس بدمست ہاتھی کو محاذ کی طرف کھینچ کر لانے کی یہ فکر وہ ہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اسلام کی حقیقت کو دراصل سمجھتے ہیں۔ بعض اہل علم لوگ تو یہاں تک کہتے تھے؛ ہم چاہتے ہیں کہ امریکہ زیادہ سے زیادہ یہاں رکے تاکہ جنگ میں اسکی معیشت لگتی جائے، لگتی جائے اور اس کو کھڑا ہونے کا موقع نہ ملے...

اس حقیقت اسلام کو سمجھنے کے لئے تاریخ کی بعض مثالوں پر نظر ڈالتے ہیں:

اصحابِ رسول ﷺ کا حقیقتِ اسلام کو سمجھنا

1۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، ان کو پھانسی کے تختے پر چڑھایا گیا، نیزوں نے ان کو جسم کو نوچنا شروع کیا، برچھیوں نے ان کے جسم کو چھلنی کر دیا وہ صبر و استقامت کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے پھر عین اس وقت ان سے پوچھا گیا کہ کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ اس جگہ

رسول اکرم ﷺ ہوں؟ تو وہ اس حالت میں بھی کہ جان نکلی جاتی ہے، تڑپ کر کہتے ہیں کہ میں تو اس پہ بھی راضی نہیں کہ مجھے چھوڑ دیا جائے اور حضور ﷺ کے تلوہ میں کوئی کانٹا بھی چبھے!!!

2۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ مکہ سے ہجرت کے لئے نکلے تو راستے میں کفار مکہ نے ان کو روک لیا اور کہا کہ صہیب تم جاسکتے ہوں مگر یہ مال نہیں لے جاسکتے جو تم نے ہمارے شہر میں کمایا ہے، یہاں اسلام کا مال سے مقابلہ ہوا اور اسلام اپنے مقابل پر غالب آیا۔ یہاں اگر صرف ظاہری اسلام ہوتا تو مال کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

3۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ ہجرت کے لیے نکلے تو کفار مکہ نے ان کا راستہ روک کر کہا کہ تم تو جاسکتے ہوں لیکن ہماری لڑکی ام سلمہ کو نہیں لے جاسکتے۔ اب یہاں کیا ہے، بیوی کی محبت جو کہ ایک حقیقت ہے لیکن یہ حقیقت بھی حقیقی اسلام کے سامنے شکست کھا گئی۔

4۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے ہیں، اتفاق سے باغ میں ایک چڑیا آ گئی اور اسے پھر جانے کا راستہ نہیں ملا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی نماز میں توجہ بٹ گئی۔ نماز کے بعد انہوں نے اپنا پورا باغ صدقہ کر دیا اس لئے کہ نماز اس شرکت کو گوارا نہیں کر سکتی۔ آج ہماری اور آپ کی نماز ادنیٰ سے ادنیٰ حقیقتوں کا مقابلہ اس لیے نہیں کر سکتی کیونکہ اس نماز میں اسلام کی بس ایک ظاہری صورت باقی رہ گئی ہے اس میں حقیقی اسلام کی صورت نہیں ہے۔

5۔ ایک جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مشرک کے مقابل ہوئے تو اس کو زخمی کر دیا۔ وہ زخمی ہو کے بھاگا لیکن آپ نے اسے جالیا، ابھی آپ اس کا کام تمام کرنے ہی والے تھے کہ اس نے آپ کے چہرے کی جانب تھوک دیا۔ لمحے بھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضا میں اٹھتی ہوئی تلوار رک گئی اور آپ نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے الگ ہو گئے تو مشرک یہ دیکھ کر حیران اور تعجب سے آپ سے پوچھتا ہے کہ مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ پہلے جب میں تمھیں مار رہا تھا وہ اللہ کے لیے تھا، لیکن ابھی تم نے جو کیا اس پر میں تمہیں نہیں مار سکتا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا تمہیں اب مارنا ذاتی وجہ بن جائے۔۔۔ تو یہ ہے اسلام کی حقانیت اور اس کا فہم کہ کس لیے کسی کو مارنا ہے اور کس لیے اپنی جان دینی ہے، اپنا مال دینا ہے۔

6۔ یہ حقیقی اسلام ہی ہے کہ ایک صحابی کو جنگ کے دوران کھجور کھانے میں دقت ہو رہی ہے کہ میں اتنی دیر بھی کیوں کروں کہ جنت جانے میں کہیں یہ موقع میرے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

7۔ جب آپ ﷺ کے معراج کے سفر کی روداد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہوئی حالانکہ آپ کی ابھی ملاقات بنفسِ نفیس نہیں ہوئی تھی۔ پھر آپ نے کیا فرمایا، آپ نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے کہا ہے تو آپ ﷺ یقیناً معراج کے سفر پر گئے ہوئے تھے، یہ ہے حقیقی اسلام سے دلوں کا منور ہونا۔

یہ صرف کسی ایک صحابی رسول ﷺ کا واقعہ نہیں، آپ ﷺ کے ایک ایک صحابی اس ہی درجے میں اسلام کی حقیقت کو سمجھتے تھے اور اس پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ حالانکہ ہر صحابی رسول ﷺ عالمِ قرآن نہیں تھے، ہر صحابی رسول ﷺ محدث نہیں تھے لیکن اسلام کے فہم کی کنجی ہی اسی میں ہے کہ جتنا علم پہنچ گیا اس ہی کو سمجھ لیا۔ کسی نے ایک حدیث آپ ﷺ سے سنی اور اسی حدیث پر عمل کر کے فلاح پا گیا۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں سوائے میری اپنی جان کے، تو آپ ﷺ نے وہی حدیث سنائی کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔۔۔ تو اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی زیادہ سوچا نہیں یا یہ نہیں کہا کہ میں سوچ کے جواب دوں گا یا میں آپ کا کل بتاتا ہوں، آپ رضی اللہ عنہ نے بھی فوراً ہی کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اب میں آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں... یہ تھی اسلام کی حقیقت اور اسلام کی حقانیت جو کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کردار سے جھلکتی تھی اور ان کے دل اس کی روشنی سے منور تھے۔

تاریخ کے بعد کے ادوار سے اسلاف کا حقیقی اسلام

یہ اسلام ہی ہے کہ لیبیا کے معروف جرنیل و سپہ سالار عمر مختار رحمہ اللہ نے گرفتاری کے بعد اس جنرل کی ہر قسم کی پیش کش کو مسترد کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ کبھی بھی ممکن نہیں کہ میں تمہارے ساتھ مل جاؤں اور مسلمانوں اور مجاہدین کے خون کا سودا کر لوں۔ وہ آخر تک اسی پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ ان کو پھانسی دے کر شہید کر دیا گیا۔

یہ اسلام ہی ہے کہ مصر کے مفکر و مجاہد سید قطب رحمہ اللہ نے اپنی گرفتاری کے بعد ہر اس پیشکش کو ٹھکرا دیا جو اس دور کی حکومت ان سے کروانا چاہ رہی تھی اور ان کو بھی پھانسی دے کر شہید کر دیا گیا۔

یہ اسلام ہی ہے کہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے شیخ اسامہ رحمہ اللہ کو کسی کے حوالے نہ کیا بلکہ اپنی وہ امارت اسلامیہ جو کہ سالوں کی کوششوں اور لاکھوں قربانیوں سے حاصل ہوتی ہے، اس کو داؤ پر لگا دیا۔ یہ کوئی چھوٹا معاملہ نہیں ہے، اگر آپ غور کریں کہ اپنی افغان ملت کے بچوں کو یتیم کرانا، اپنی افغان عورتوں کو بیوہ کرانا، ہر قسم کی بمباریوں اور تباہیوں کو گلے لگانا، یہ اسلام ہی تو ہے۔

اے کہ سلطانِ جابر، فرعونِ دہر! ہم خدا تجھ کو ہر گز نہیں مانتے
عرش والا ہمارا الٰہ ایک ہے... کچھ احد کے سوا ہم نہیں جانتے!

یہ اسلام ہی تو ہے کہ آج تک خالد شیخ محمد فک اللہ اسرہ جیل میں امریکیوں کو یہ کہتے ہیں کہ تم آج مجھے چھوڑو میں کل پھر نائن الیون کروں گا۔۔۔ کیا شیخ خالد کو نہیں پتہ کہ ان کے بچے بھی ہیں ان کا اہل وعیال بھی ہے۔۔۔ ان کے پیچھے ان کے اہل وعیال پر کتنی سختیاں گزری ہوں گی لیکن اصل میں بات یہ ہے کہ ان کا دل وایمان اسلام کی روشنی سے منور ہے، ان کو پتہ ہے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں، مومن کے لیے اللہ اور اس کا رسول سب سے محبوب تر ہے۔ اللہ کی ڈھیروں رحمتوں نازل ہوں ان ابطالِ امت پر۔

یہ اسلام ہی تو ہے کہ غازی علم دین شہید کے پاس لوگ آکر کہتے ہیں کہ تم بس اتنا کہہ دو کہ یہ کام تم نے نہیں کیا ہے باقی ہم تمہارا کیس حل کروادیں گے۔ اس نے تعجب سے کہا کہ کیوں؟ میں ایسا کیوں کہہ دوں، مجھے اس جیل میں روزانہ نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہو رہی ہے، میں تو یہ نہیں چاہتا کہ مجھے جیل سے نکال دیا جائے... یہ کام میں نے کیا ہے اور مجھے اس پر فخر ہے۔

یہ فدائی حملہ کرنے والا بھی حقیقی اسلام ہی کی ترجمانی کرتا ہے کہ اس کو یقین ہے کہ میں اللہ کی جنت میں پہنچ جاؤں گا ورنہ ظاہری اسلام رکھنے والے کے بس کی بات کہاں؟ کہ کوئی شخص اپنے آپ کو بارود کے ڈھیر پر بٹھائے اور پھاڑ دے۔

یہ اسلام ہی ہے کہ ایک مدرسے کے غیور اور اسلامی غیرت سے سرشار طالبعلم خالد افغانی نے بھری عدالت میں گستاخِ رسول ﷺ کو اپنی پستول سے نشانہ بنا کے واصل جہنم کیا۔

یہ اسلام ہی ہے کہ ایک شیشانی طالبعلم نے اپنی کلاس کے ایک ٹیچر جو کہ رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا اس کو اپنے تیز خنجر سے ذبح کر دیا اور خود شہید ہو گیا۔

اسلام ایک ایسی چیز ہے جو مومن کو مطمئن ہو کے بیٹھنے نہیں دے گی، اس کو قرار نہیں آئے گا کہ دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی گستاخیاں ہوں، مسلمان امت پر مظالم ڈھائے جا رہے ہوں اور وہ آرام سے گھر میں بیٹھ کر زندگی گزارے۔

اس کے برعکس ظاہری اسلام کو سمجھنے کے لئے ہم کچھ مثالوں پر نظر ڈالتے ہیں۔

سب سے پہلے تو آپ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ کفری طاقتوں کو ظاہری اسلام سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ان کو اس ظاہر کے ہونے سے کوئی مشکل در پیش نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس کے ہونے سے ان کو کوئی تکلیف ہوتی ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہوں گے رمضان کے آنے پر بھی کسی نے بتایا کہ وائٹ ہاؤس میں بھی مسلمانوں کو روزہ افطار پہ بلایا جاتا ہے۔ نہ ان کو کسی مسلمان کے حج پر جانے پہ کوئی تکلیف ہے، نہ صدقہ نہ غریبوں میں آٹا تقسیم کرنے پر کوئی تکلیف ہے، لیکن جب جہاں کہیں بھی اسلام کی حقیقی صورت سامنے آجائے تو کفر کے ایوانوں میں آگ لگ جاتی ہے۔ اور افسوس اس بات کا ہے ہماری اسلام کی اصل صورت کو یہ آج کے زمانے کی کفری طاقتیں بخوبی جانتی ہیں لیکن ایسا مسلمان جو کہ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا ہے وہ اسلام کا بس ظاہر لیے پھر رہا ہے اور اسلام کی حقیقت سے دُور سے دُور ہو تا دکھائی دے رہا ہے۔ آپ کسی بھی برائے نام اسلامی جمہوری مملکت کا معائنہ کر لیں، چاہے وہ کوئی بھی ملک ہو، ہر جگہ کفری طاقتوں نے ایک برائے نام ظاہری اسلام کی سی شکل بنا دی ہے اور مسلمانوں کو مطمئن کیا ہوا ہے کہ آپ ایک اسلامی مملکت میں رہتے ہیں۔ جمہوریت کا قانون نافذ کیا ہوا ہے۔ بہت سی اسلامی جماعتیں جو کہ دین سے مخلص ہوں گی لیکن وہ بھی اسی دھوکے میں آجاتی ہیں کہ ہم تو اس مملکت کے خلاف خروج نہیں کر سکتے، یہ تو اسلامی مملکت ہے۔ لیکن جب کبھی بھی کسی جماعت یا گروہوں نے اسلام کی اصل حقیقت کے ساتھ اسکے نفاذ کی کوشش کی ہے تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ جیسے مصر کے لوگوں نے کوشش کی تو ان کو بڑی بے رحمی سے کچلا گیا۔ جیسے پاکستان میں لال مسجد والوں کو بڑی بے رحمی سے کچلا گیا، جو کہ سب کے سامنے ہے۔ ہر پاکستانی اس بات کو خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ لال مسجد کے خلاف کس طرح کا آپریشن کیا گیا۔ مصر میں اور پاکستان میں یہ کفری آلہ کار فوجی قوتیں کیا کام کرتی دکھائی دیں رہی ہیں؟ عقوبت خانے بھرے ہوئے ہیں امت کے قیمتی فرزندوں سے۔ کتنے سو بلکہ ہزاروں کی تعداد میں جیل خانوں سے نکال کر شہید کیے جا چکے ہیں۔ تو بات کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی نے اسلام کی حقیقت کے ساتھ اپنی جدوجہد کا آغاز کیا اس کا راستہ کفری طاقتوں نے ہمیشہ روکا ہے۔ اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ کفری طاقتیں بھی ہمارے اسلام کی اصل حقیقت کو سمجھتی ہیں لیکن افسوس ہم میں بہت سوں کو تو یہ ہی نہیں معلوم کہ دنیا میں کیا چل رہا ہے، آخری زمانے کے قریب دنیا میں کیا کیا رونما ہو گا۔ حق وباطل باہم ٹکرائیں گے، جیت حق کی ہوں گی۔ کسی کو جب پتہ چلے کہ برما میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تو وہ سوچتا ہے کہ وہ تو وہاں ہوا ہے، ہمیں اس سے کیا لینا، پاکستان میں تو امن ہے بھائی۔ کسی کو پتہ چلے کہ دہلی میں فساد ہوا ہے تو وہ بھی یہی سوچتا نظر آتا ہے کہ وہ تو ادھر ہوا ہے، یہاں تو امن ہے بھائی۔ اور افسوس کہ وہ اس فوج سے آس لگائے بیٹھا ہے جس کی تاریخ میں اسلام سے غدر لکھا ہوا ہے۔ رائل انڈین آرمی... افغانستان کی عوام کی تاریخ میں ان کے اسلاف میں محمود غزنوی، احمد شاہ ابدالی، اور دوسرے بہت سے سپہ سالار گزرے ہیں۔ اس قوم کے اندر غلامی کے اثرات آپ بالکل نہیں پائیں گے۔ جو قوم دنیا کی ہر جدید چیز کا نام اپنی مرضی سے طے کرتی ہو وہ یقیناً ایک آزاد سوچ کی مالک ہو گی۔ مثال کے طور پہ ڈرون کو بھنگنہ یا بزبزک کہتے ہیں۔ سگریٹ کے لائٹر کو 'اور ٹک' کہتے ہیں ہیلی کاپٹر کو 'سر خک' کہتے ہیں۔ جبکہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اسکولوں میں انگریزوں کی طرح 'ٹیچر' کے 'کلاس' میں آنے پر... گڈ مارننگ سر... گڈ مارننگ مس... کہتے اور سیکھتے نظر آتے ہیں۔ تو اسلام کی حقیقت ادھر ہی نظر آئے گی جہاں جدید دنیا

سے مغلوبیت کے اثرات نہ پائے جائیں اور اسلام کے سادہ رواجوں کے تحت زندگی بسر کی جائے۔

ظاہری اسلام اور حقیقی اسلام میں یہی فرق ہے جو کہ ایک امارت اسلامیہ میں ہمیں نظر آتا ہے۔ اسلام کو سمجھا اور حق کے ساتھ اس پر ڈٹ گئے۔ اسامہ نہیں دینا تو نہیں دینا۔ ہم ان دھمکیوں سے ڈرنے والے نہیں کہ تم ہمیں پتھر کے دور میں پہنچاؤ، ہم تو رہتے ہی پتھر کے دور میں تھے اور اللہ کے فضل و کرم سے ہم نے تم جیسے چاند پہ پہنچنے کے دعویداروں کو شکست دی، ہم نے اللہ کے فضل سے تمہاری ٹیکنالوجی کو مات دی۔ یہ کیا چیز ہے کبھی ہم نے اس پر سوچا ہے۔ پاکستان نے ڈر کے مارے اپنے اڈے دے دیے کہ ہمیں پتھر کے دور میں لے جایا جائے گا۔ امریکہ کو لاجسٹک سپورٹ ساری فراہم کی اور پھر ایک قدم اور آگے بڑھ کر فرنٹ لائن اتحادی بھی بنا۔ آپ موازنہ کریں تو آپ کو اس کا اندازہ ہو گا کہ پاکستان آج بیس سال بعد امارت اسلامیہ افغانستان سے بہت بدتر حالت میں ہے۔ دوسری طرف ہم پاکستان کی حالت زار اور اس کے بیس سالہ کردار پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم حیران رہ جاتے ہیں۔

1۔ پاکستان کی موجودہ معاشی، سیاسی واقتصادی صورتحال اور کرپشن کے معاملات... کیا یہ سب منہ بولتا ثبوت نہیں ہیں؟ سارے ملک کا مال لوٹ کر، بینکوں کے قرضے معاف کروا کر، پھر عوام سے ٹیکس کی صورت میں نکالنا۔

2۔ کیا وجہ ہے کہ آج ہندوستان کی ہیبت ہمیں کمزور کر دیتی ہے، لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ جنگ چل رہی ہے، جیٹ کا پائلٹ 'ابھی نندن' گرفتار ہوتا ہے... اور ہم خیر سگالی کے جذبے میں اسے چھوڑ دیتے ہیں اور ساتھ ہندوستان کا یہ بیان آتا ہے کہ پاکستان ہماری قوت سے ڈر گیا ہے۔ یہ پاکستان صرف جیل میں پڑے ہوئے مجاہدین کہ جن کے ہاتھ بھی بندھے ہوئے ہوں، انہی کو مار سکتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جہاں اس ناپاک و بزدل فوج کا پاکستان کے کسی بھی شہر یا گاؤں میں مجاہدین سے کبھی کوئی معرکہ یا مقابلہ ہوا ہے، ان کو منہ کی کھانی پڑی ہے۔ کچھ سالوں پہلے کراچی کے علاقہ گلشن اقبال کے بلاک D-13 میں کسی مکان یا فلیٹ میں ایجنسی نے چھاپہ مارا تو وہاں دو مجاہد بھائیوں نے مقابلہ کیا جس میں ان کا ایک ایجنسی کا میجر مردار ہوا اور شاید ایک دو اور بھی۔ پھر ایک ٹاک شو میں شیخ رشید کے منہ سے نکل گیا جس پر وہ جھینپ گیا کہ یہ کیا منہ سے نکل گیا۔

4۔ پاکستان میں فحاشی اور عریانی کا حال دیکھیے تو معلوم ہو گا کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہر شریف النفس انسان اپنے بچوں کو اسکول اور کالجوں میں بھیجنے میں تشویش کا شکار ہے۔ یہ ہماری نوجوان نسل کس نہج پہ پہنچ گئی ہے۔ اتنی اخلاقی پستی بیس سال پہلے نہیں تھی۔ مطلب یہ کہ طالبان نے میدان میں جنگ لڑی اور فتح یاب ہوئے اور پاکستان نے صرف اڈے دیے بلکہ پہلے روز سے اپنی ملکی سالمیت بچانے کے لئے ایمان فروشی کی اور پاکستان بغیر جنگ کے جنگ ہار گیا جبکہ طالبان لڑ کر جیت گئے۔

3۔ آسیہ (خبیثہ) ایک گستاخانہ کام کر کے پورے پروٹوکول کے ساتھ کینیڈا شفٹ ہو جاتی ہے اور ہم دنیا کو پیغام دینے میں مرے جارہے ہیں کہ ہم کتنے امن پسند ہیں۔ ہم اپنی اقلیت کا کتنا خیال کرتے ہیں، چاہے اقلیت جو چاہے کرتی پھرے، چاہے وہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے اور دینی شعائر کا مذاق اڑائے۔ مطلب پاکستانی حکومت ہر وہ کام کر رہی ہے کہ جس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار ہیں۔

4۔ ایک طرف ہندوستان میں مسجدیں شہید ہوتی ہیں، کون سا ظلم باقی رہ گیا ہے جو ہندوستان کے مسلمانوں پر نہیں ہو رہا، تو دوسری طرف پاکستان میں اسلام آباد میں عمران خان حکومت مندر بنا رہی ہے اور گردوارے کو بغیر ویزے کے راستے دیے جارہے ہیں۔ کیا پاکستانی حکومت اس حقیقت سے آشنا نہیں کہ 1947ء کی ہجرت میں سکھوں اور ہندوؤں نے کس طرح راستوں میں گھات لگا کر مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا؟ کیا اس ناپاک فوج میں کوئی ایسا فوجی نہیں کہ جس نے کسی غیرت مند ماں کا دودھ پیا ہو یا وہ کسی غازی کی اولاد ہو؟ کیوں؟ آخر کیوں وہ اس فوج سے اپنے آپ کو نہیں نکال سکتا؟ اور کیوں اپنی ماؤں بہنوں کی عزت اور رسول اللہ ﷺ کی حرمت پہ اس کا ایمان و غیرت جوش نہیں مارتی؟

پاکستانی حکومت اور پاکستانی فوج کا کردار

یہ وہ فوج ہے جس نے نوّے ہزار کی تعداد کے ساتھ ہندوؤں کے سامنے ہتھیار ڈالے کیونکہ یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ کافروں کے مقابلے میں مسلمان کی جنگ صرف ایمان کی طاقت سے ہوتی ہے اور اس ناپاک فوج کے کرتوت تو کسی سے بھی ڈھکے چھپے نہیں۔ جو کچھ اس فوج نے بنگالیوں کے ساتھ کیا وہ بھلایا نہیں جا سکتا اور اس کا بھی ان ہی سے حساب لیا جائے گا۔ ان لوگوں نے جو خیانتیں کی ہیں اس پاکستان و افغانستان کے مسلمانوں اور ہند کے مسلمانوں اور بنگال کے مسلمانوں کے ساتھ، اب وہ وقت قریب ہے جب انہیں اس کا حساب دینا پڑے گا۔ انہوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی اپنے امریکی آقاؤں کی خدمت کرنے میں۔ انہوں نے عافیہ صدیقی کو دیا... خالد شیخ محمد کو امریکہ کے حوالے کیا... شیخ اسامہ کو شہید کیا... امارت اسلامیہ افغانستان کے اس دور کے امراء کو امریکہ کے حوالے کیا... اور نہ جانے کتنے ہی عربوں کی گرفتاری عمل میں آئی اور کیوبا میں قید ہوئے۔ اس کے بعد بھی کیا کیا مظالم نہیں کیے۔ بلکہ خیانتوں و مظالم کی ایک لمبی داستان ہے جو اگر بیان کی جائے تو ختم نہ ہو۔ لیکن آج بھی کوّا... کوّا ہی رہا... ہنس نہیں بن سکا۔ ہمیں ہمارے رب ذوالجلال نے قرآن مجید میں بتا دیا کہ یہ تمہارے دوست ہو ہی نہیں سکتے جب تک کہ تم ان کے دین میں نہ چلے جاؤ... شریعت کی مخالفت میں... شریعت کے متوالوں

کے خلاف جاری اس جنگ میں... پاکستانی حکومت اور ناپاک فوج امریکہ کے جتنے بڑے بھی فرنٹ لائن اتحادی کیوں نہ بن جائیں لیکن ان کی حیثیت وہی غلام کی غلام ہی رہے گی۔

اور دوسری طرف آج امارت اسلامیہ کو جو عزت اللہ تعالیٰ نے اس کے دشمنوں کے سامنے نصیب کی ہے وہ ان چند ڈالروں کے عوض ایمان بیچنے والوں کو نصیب نہیں ہوتی۔ بڑی خوشی کا مقام ہے حقیقتاً کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کس طرح دنیا میں ذلیل کیا ہے، پاکستان کی سیاسی و فوجی حکومت آج F.A.T.F کے چنگل میں پھنسے ہوئے نظر آرہے ہیں، کافروں کی اتنی چاکری کرنے کے بعد بھی ان کی اسلام دشمنی اور امریکی خدمت، کفری طاقتوں کے نزدیک قبول و منظور نہیں ہوئی اور ابھی بھی ان کو کچھ نہ کچھ اور کرنا پڑے گا، اپنی وفاداری ثابت کرنے کے لئے۔ سبحان اللہ یہ اللہ کی قدرت ہے اور یہی اللہ کی شان ہے۔ اور دوسری طرف جن کو یہ ایک تہذیب سے کٹی ہوئی کوئی قدیم قوم سمجھ رہے تھے، آج ان سے ملنے کے لئے بھی پہلے ٹائم لینا پڑتا ہے۔ پاکستان کو ڈرنا چاہیے امارت اسلامیہ افغانستان سے بھی، کیونکہ جب اتنے ڈھیر سارے ممالک آکر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے، اللہ کے فضل و کرم سے، تو یہ اتنا سا پاکستان کیا دم مار سکتا ہے شریعت کے متوالوں کے سامنے۔ یہ صرف اور صرف اسلام کی حقانیت کے اثرات ہیں جو ہمیں واضح بتا رہے ہیں کہ ڈر کر اسلام کا سودا کرنے والے آج کس حال میں ہیں اور ڈٹ کر اسلام کا دفاع کرنے والے آج کس حال میں ہیں...اور مستقبل میں بھی پاکستان کے مسلمانوں کا ہندو فوجیوں سے دفاع بھی امارت اسلامیہ افغانستان ہی کر پائے گی۔ پاکستان کی ملت اگر اس ناپاک فوج سے یہ گمان کیے بیٹھی ہے کہ وہ اس کا دفاع کرے گی تو وہ ایک خوابوں کی دنیا میں جی رہے ہیں اور یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ ان پاکستانی فوجیوں کے اندر ایمان کی رمق بھی ختم ہو چکی ہے اور یہ کسی بھی ایک ہندو بنیے کے آگے زیادہ دیر نہیں ٹھہر پائیں گے۔ کیونکہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ کفر کے مقابلے میں ظاہری اسلام کا لبادہ پہنے لوگ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوئے۔ حقیقی اسلام کے پیروکار جب بھی میدان میں اترے، اللہ نے انہیں کامیاب کیا اور فتح نصیب فرمائی۔

خلاصہ کلام:

اسلام کی جو ظاہری شکل بعض چیزوں سے نمایاں ہوتی ہے۔ مثلاً نماز پڑھنا، داڑھی رکھنا، پردہ کرنا وغیرہ۔ لیکن اس کی حقیقت، اللہ کی وحدانیت کا دل کے اندر بس جانا اور اس کی طاقت پر اور اس کے معبود ہونے پر کامل یقین اور آخرت، تقدیر اور غیب کے سارے معاملات پر اس طرح ایمان لانا کہ انسان بڑی سے بڑی آزمائش کا سامنا کرنے یا کسی ایسے بڑے نقصان کو برداشت کرنے کے لئے بھی تیار ہو جائے جس کا دور دور تک کوئی فائدہ نظر نہ آتا ہو۔ یہی وہ دراصل حقیقتِ اسلام ہے جو انسان کی دنیا و آخرت بدل کر رکھ دیتی ہے۔ اسلام کو اس کی حقیقت کے ساتھ سمجھتے ہوئے جو تحریک جدوجہد کرے گی، اللہ تعالیٰ اس تحریک کو نصرت، فتح اور زمین پر غلبہ عطا کریں گے۔ اگر ان کی صفوں میں حقیقی اسلام کے فہم میں کمی ہے تو وہ بھی جلد ہی بس مجاہدین جیسے ناموں کی ایک جماعت باقی رہ جائے گی۔ آپ اس کا اندازہ لگائیں کہ جب کبھی بھی کسی تحریک یا جماعت میں انتشار کی سی صورت نظر آنے لگتی ہے یا پھر جماعت یا تحریک کے لوگوں میں اضطراب کی سی کیفیت ہوتی ہے، یہ خاص اس وقت نظر آئے گی جب آپ اس چیز پر غور کریں کہ ایسے قیمتی و نادر حضرات جو حقیقت اسلام کو سمجھتے تھے کہیں وہ شہید تو نہیں ہو گئے۔ بس یہی وہ وقت ہے کہ جو کچھ لوگ بچے ہوئے ہیں جو اس چیز کو سمجھتے ہیں، وہ ضرور بالضرور اس پر محنت کریں اور لوگوں کی تربیت کریں اور اس چیز کو امراء بہت بہتر جانتے ہیں کہ ایسے نادر اللہ والے لوگوں یا ایک فرد کی شہادت سے کتنا بڑا خلا پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ جہاد کے امامت کرنے والے لوگ بخوبی جانتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی تحریکِ جہاد یا جماعت کو بھی اسی طرح بنائیں جس کی ہر فکر سے، جس کے افعال سے، جس کی کاروائیوں سے، جس کی دعوت سے، حقیقت اسلام واضح ہوتی ہو اور ہم اپنی تحریک کو ایسی فکر و سوچ سے، جس سے کہ تحریکیں ختم ہو جاتی ہیں، ایسی چیزوں سے ہم اپنے آپ کو بچائیں۔ قول اپنے عمل کی وجہ سے وزن دار بنتا ہے۔ ہر اللہ کے نبی کی یہی سنت ہے جو کہا وہ کر کے صحابہ کو دکھایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی جتنا علم ملا اسی پر مضبوطی کے ساتھ عمل کیا اور کامیاب ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ امارت اسلامیہ کا وجود اور اس کا سایہ اس امت پر چاروں طرف سے ڈالے رکھیں اور ہمیں اسے روز بہ روز مضبوط کرنے کی توفیق دے۔ اور ہمیں اسلام کو اس کی اصل شکل میں سمجھنے کی توفیق دے یہ فہم نصیب ہو کہ اسلام کا ہم سے کیا مطالبہ ہے۔ اللہ کے دین کا کلمہ پڑھ کر ہم نے اپنی گردن میں اللہ کی غلامی کا جو طوق ڈالا ہے اس کا حق ادا کرنا آسان بنادے۔ آمین

☆☆☆☆☆

بقیہ: سحر ہونے کو ہے

اس کے نہ ماں باپ ہیں نہ کوئی بہن بھائی... اب ہم ہی تو اس کا گھر ہیں! اگر ہم بھی اس سے چڑ بنا کر بیٹھ جائیں تو بتاؤ وہ کہاں جائے؟... اس کے لیے اگر ہمیں ذرا سی قربانی دینی پڑے تو کیا حرج ہے؟... کیوں غلط کہہ رہی ہوں؟"

جویریہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"ماما! میں نور سے برا نہیں کرنا چاہتی!... نہ اس کا دل دکھانا چاہتی ہوں!... بس ایسے ہی سوچے سمجھے بغیر منہ سے نکل گیا تھا!... آئندہ خیال رکھوں گی ان شاء اللہ!" امینہ خالہ نے بے ساختہ جویریہ کو اپنے سینے سے لگالیا۔

"شاباش! بیٹا! مجھے تم سے یہی امید تھی!"

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

طالبان کی خصوصیات

حمزہ سعد

کچھ دنوں سے اٹلس فتوحات اسلامی نامی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اگر چہ یہ بطور اٹلس لکھی گئی کتاب ہے مگر ساتھ ہی ساتھ اس کتاب میں مختصراً تاریخ بھی بیان کی گئی ہے۔ ویسے اردو میں عموماً تاریخ پر لکھی گئی کتابوں کی نسبت اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں واقعات کو اسٹریٹیجیکل بنیاد پر بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یوں اس کتاب کو پڑھنے سے یہ احساس ہوتا ہے کہ ایمان کی وجہ سے برتری کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی جنگی حکمت عملی بھی انتہائی مضبوط اور دشمنوں کے مقابلے میں برتر رہی ہے۔ یہ بات آج بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ موجودہ دور میں امارت اسلامی افغانستان کو ہی دیکھ لیجیے اس کی کامیابیوں میں اگر چہ ایمان کی ہی فتح واضح ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جنگی حکمت عملی میں اگر طالبان کی تحریک کا جائزہ لیا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی کہ یہ ان لوگوں کی بنائی ہوئی پالیسی ہے جنہوں نے کسی ملٹری کالج سے تربیت تو نہیں لی مگر بڑے بڑے ملٹری کالجز کے سربراہان کی پالیسی ان کے مقابلے میں انتہائی ناکام ثابت ہوئی ہے۔

طالبان نے امریکہ اور نیٹو کے مقابلے میں گوریلا جنگ کا راستہ اختیار کیا جو کہ ہر دور میں ظالموں اور جابروں کے مقابلے میں نہتوں اور کمزوروں کا بہترین ہتھیار رہا ہے اور یہ دنیا کی کامیاب ترین گوریلا تحریک بن کر سامنے آئی اور کچھ ہی وقت میں امریکہ اور اس کی اتحادی نیٹو اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے۔ یقیناً آج پوری دنیا کی تحریکوں کو امارت اسلامیہ کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔ امارت اسلامیہ نے جس انداز میں حرب العصابات لڑی، یقیناً اس میں ہر گوریلا تحریک کے لیے بہت سے اسباق موجود ہیں۔ مثلاً آپ ذرا غور کریں، افغانستان کا کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے جہاں امارت کے سپاہی موجود نہ ہوں، اگر ان کی تعداد کا اندازہ لگایا جائے تو وہ افغان فورسز سے کم نہیں ہوں گے مگر سبحان اللہ امارت نے کبھی بھی جلد بازی سے کام نہیں لیا اور نہ ہی اسلوب جنگ تبدیل کیا۔ اگر امارت چاہتی تو وہ افغانستان کے کئی شہروں پر قبضہ بھی کر سکتی تھی لیکن امارت نے انتہائی درجہ کے صبر و تحمل سے کام لیا اور خوب جان لیا کہ یہ جنگ جتنی بھی طویل ہو جائے اس سے امارت کی قوت میں مزید اضافہ در اضافہ ہی ہو گا اور دشمن مزید کمزور در کمزور ہی ہوتا جائے گا۔ طالبان اپنی قوت کے باعث اپنے دشمن کے مقابلے میں نظامی جنگ کی طرف بھی پلٹ سکتے تھے یا دوسرے الفاظ میں گوریلا جنگ کے تیسرے مرحلے میں داخل ہو سکتے تھے مگر انہوں نے ہر گز وہ غلطی نہیں کی جو شام میں مجاہدین نے کی کہ وقت سے پہلے ہی شہروں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اور انجام یہ ہوا کہ بالآخر مجاہدین کو مجبوراً ان علاقوں سے پسپائی اختیار کرنی پڑی۔

آپ کو یاد ہو گا جب شام میں ایک طرف مجاہدین شہروں کو فتح کرتے جا رہے تھے اس وقت حکیم الامت شیخ ایمن نے اس بات پر زور دیا کہ مجاہدین کو چاہیے کہ وہ گوریلا جنگ پر ہی اپنی توجہ مرکوز رکھیں اور شہروں پر قبضہ کرنے میں جلدی نہ کریں۔ شاید ایسی قوت کے وقت میں شیخ کی یہ بات سمجھنا مشکل تھا لیکن آج جب اس کا نتیجہ سامنے نظر آ رہا ہے تو شیخ کی اعلیٰ بصیرت کو داد دینی پڑتی ہے۔

ایسے ہی امارت نے ہمیشہ اپنی توجہ اپنے اصل ہدف پر ہی مرکوز رکھی اور دوسرے ابھرنے والے فتنوں کے مقابلے میں انتہائی صبر و تحمل اور حکمت سے کام لیا خصوصاً داعش کے خلاف امارت کی پالیسی کا ہی جائزہ لیجیے؛ امریکہ اور امارت کے دشمنوں نے ہزار ہا کوشش کی کہ کسی طرح داعش کو افغانستان میں مضبوط کیا جائے لیکن آپ دیکھیں گے کہ امارت نے اس معاملہ میں مکمل تحمل سے کام لیا اور بالکل بھی جلد بازی نہیں کی۔ بلکہ سالوں صبر کیا اور اس دوران اصلاح کی کوششیں بھی جاری رہی۔ حتیٰ کہ داعش کا معاملہ ان کے افعال سے خود ہی واضح ہو گیا اور اصلاح کی امید بھی جاتی رہی بلکہ داعشیوں کی سرکشی مزید بڑھتی ہی رہی، تب جا کر امارت نے اس فتنہ کا ایک بار میں افغانستان میں صفایا کر دیا۔

دشمن نے ہزار ہا کوشش کی کہ کسی طرح امارت کے مسئلہ کو خاص پشتون قوم کا قضیہ بنا دیا جائے۔ لیکن امارت نے اس کے مقابلے میں بھی بہترین حکمت عملی اختیار کی اور کچھ ہی عرصہ میں فارسی بان قوم کے اندر ہی امارت کے افراد کی بڑی تعداد میسر آ گئی۔ جب یہ فارسی بان طالبان اپنی قوم کے حکومتی لوگوں کے مقابلے میں اسلحہ کے ساتھ دکھائی دیے تو اس قوم پر اصل حقیقت واضح ہو گئی کہ یہ کسی قوم و علاقہ کا قضیہ نہیں ہے بلکہ اصل معاملہ کچھ اور ہے چنانچہ کچھ ہی عرصہ میں بعض پشتون ولایتوں کی نسبت بعض فارسی بان ولایتوں میں امارت زیادہ مضبوط ہو گئی۔

افغانستان میں منشیات فروشوں کی ایک اتنی بڑی تعداد تھی کہ اگر ان کو امارت کے خلاف ابھارا جاتا تو شاید ہی امارت افغانستان میں مضبوط ہو سکتی۔ لیکن امارت نے ان کے بارے میں بھی ایسی بہترین پالیسی اختیار کی کہ دشمن کو کسی طرح سے بھی موقع نہیں مل سکا کہ وہ امارت کے خلاف ان لوگوں کو ابھار سکے۔ امارت نے ان لوگوں کو بھی اپنے بہترین ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ حتیٰ کہ جب امارت کو مضبوطی حاصل ہوئی تو منشیات کو ختم کرنا اپنی ترجیحی اہداف میں شامل کیا۔ اور آج حال یہ ہے کہ آپ کو اس سال افغانستان کے کسی علاقہ میں بھی بھنگ (چرس) کی فصل دیکھنے کو نہیں ملے گی۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۹۰ پر)

تم اپنے اموال تک نہ دو گے؟

معین الدین شامی

دنیا کے ہر کونے، ہر ملک اور ہر محاذ پر لڑی جانے والی عسکری، سیاسی، فکری، اعلامی اور اقتصادی جنگ دراصل پوری امت کی جنگ ہے۔ امتِ مسلمہ کی تاریخ، حال اور ماضی جڑے ہوئے ہیں۔ ہم جب فتحِ مکہ و فتحِ خیبر کا ذکر کرتے ہیں، جب قادسیہ و یرموک کو یاد کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ 'ہم نے یہ جنگیں جیتی تھیں!'۔ قسطنطنیہ بھی ہم نے ہی فتح کیا تھا اور سومنات کا مندر بھی ہم نے ہی تباہ کیا تھا۔ عربی کتب اٹھائیے اس میں مسلمان عجمی فاتحین کے قصے ملیں گے۔ عجم کے اہلِ اسلام کی اردو و فارسی اور اب پشتو کتابیں بھی مسلمان عرب فاتحین کے قصوں سے بھری پڑی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کے زمانے میں ہماری حدودِ سلطنت مکران و بلخ تا مغربی افریقہ کے ساحلوں تک تھیں۔ امویوں کے زمانے میں ہم نے سندھ محمد بن قاسم کی قیادت میں فتح کیا اور شمال میں ہم قتیبہ بن مسلم کی قیادت میں کاشغر تک پہنچے۔ دورِ عبّاسی میں ہارون الرشید اور معتصم باللہ جیسے مجاہد بادشاہوں کے لشکروں میں ہمیں شامل تھے۔ ہم صلاح الدین کی قیادت میں لڑے اور اقصیٰ کو بازیاب کروایا، حطّین کے میدان میں ہمیں لڑے تھے اور بادشاہ 'گائے آف لوسِگنان' (Guy of Lusignan) اور ملکہ سبیلہ (Sibylla) کو ہم نے ہی اپنے خطوں سے ان کا تاج چھین کر ملک بدر کیا تھا۔ رچرڈ شیر دل کو بکری کی طرح ہم نے ہی بھگایا تھا۔ جلال الدین خوارزم شاہ ہمارا ہی سلطان غازی تھا۔ اورنگزیب نسلاً ترک ازبک تھا لیکن ہمارے ہی خطّے کا بادشاہ تھا، کابل، غزنی و قندھار سے ساحلِ بنگال تک اور کشمیر سے ساحلِ مالابار تک کا حاکم۔ ہسپانیہ کے جبل الطارق سے فرانس کے پیرس کے قرب و جوار تک ہم ہی حاکم تھے۔ خلافتِ عثمانیہ ہماری ہی تھی۔ سلطان عثمان غازی پادشاہ سے سلطان محمد فاتح غازی پادشاہ، سلطان سلیمان قانونی سے سلطان عبد الحمید ثانی تک ہم ہی تھے۔ خلافت کا جب ترکی میں سقوط ہو رہا تھا تو ہمارے شیخ الہند تحریکِ ریشمی رومال برِّ صغیر و افغانستان اور یمن و حجاز میں چلا رہے تھے۔

پرسوں تک ہم کہتے تھے کہ برطانیۂ عظمیٰ کو شکست ہم نے کبھی یمن میں شیخ عولقی کی قیادت میں، میسور میں حیدر علی اور فتح علی ٹیپو کی قیادت میں، کبھی شاملی میں حضرت نانوتوی کی قیادت میں دی تھی اور افغانستان میں تو مردوں کو بھول جائیے ملالئی میوندی نے قندھار میں انگریزوں کو خاک چٹائی تھی۔ کل تک ہم کہتے تھے کہ ہم نے سوویت یونین کو شکست دی ہے اور اس کے ٹکڑے کر دیے ہیں۔ اور آج بڑے فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے امریکہ اور اس کے چار درجن حواریوں کو بھی مار بھگایا ہے۔

یہ ہماری فتح کی داستان ہے۔ لیکن یہ بھی دیکھیے کہ احد میں زخم ہمیں ہی لگے تھے، ہمارے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے تھے، وہ دندانِ مبارک جن کے مقابل ساری کائنات ہیچ ہے۔ احزاب ہمیں پر چڑھ دوڑے تھے۔ تاتاریوں کے ہاتھوں ہمیں ذبح ہوئے تھے۔ مرہٹوں سے ہماری ہی جنگیں ہوئی تھیں۔ آسٹریا کے کسی محاذ پر ہم ہی ہارے تھے۔ اندلس کو فرڈیننڈ اور ازابیلا نے ہمیں سے چھینا تھا۔ اقصیٰ پنجۂ یہود میں ہمارے ہی جنگ ہارنے کے نتیجے میں پہنچی تھی۔ ہمارا ہی حرم آج اہلِ صلیب کے گھیرے میں ہے۔ ہمارا ہی کشمیر کٹ رہا ہے اور برما جل رہا ہے۔

ہم ہی بیس سال پہلے افغانستان میں ہارے تھے اور آج ہم ہی بیس سال بعد افغانستان میں فاتح بنے ہیں۔ آج ہمارے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت وہاں حاکم ہے۔

جب ہر جگہ ہم ہی ہم ہیں اور جب آج امارتِ اسلامی افغانستان کی فتح کی خوشی میں ہم ہی ہر جگہ شادیانے بجا رہے ہیں اور مبارک بادیں دے رہے اور وصول کر رہے ہیں، جب ہم ہی نے عسکری و سیاسی میدان میں ساری دنیائے کفر کو شکست دی ہے تو اقتصادی میدان میں ہم کیوں امارتِ اسلامی کے ساتھ نہیں کھڑے؟

اپنی اسلامی حکومتوں کی طرف مت دیکھیے، ستاون اسلامی ملک ہیں تو ابھی ایک ملک سے اشرف غنی کا دھڑن تختہ ہوا ہے، چھپّن رہتے ہیں۔ خود آگے بڑھیے۔ شادیانے بجائیے لیکن جو اقتصاد و معاش کے میدانوں کی جنگ میں ہم اپنے افغان بھائیوں سے دور کھڑے ہیں وہاں بھی اتریے۔ جن افغانوں نے میری اور آپ کی، ہماری جنگ لڑی ہے وہ پوچھ رہے ہیں، افغانستان سے آواز آ رہی ہے:

ہمارے شہدا، تمہارے سعدا سے پوچھنے میں ہیں حق بجانب!\
ہم اپنی جانیں بھی وار آئے، تم اپنے اموال تک نہ دو گے؟!

☆☆☆☆☆

سب سے زیادہ احکامِ اسلام کی پابندی مجاہدین پر لازم ہے۔ مجاہدین کو چاہیے کہ وہ حکم شرعی کے سامنے جھک جانے میں دوسروں کے لیے اعلیٰ مثال اور نمونہ پیش کریں... اس بات کا نمونہ بن کر دکھائیں کہ شریعت کے سامنے سب برابر ہیں... چھوٹا یا بڑا، قوی یا ضعیف... تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ شریعت کے علمبردار خود ہی اللہ تعالیٰ کی شریعت کی تطبیق کے معاملے میں تساہل برتتے ہیں... جب حکم شرعی ان کی خواہشِ نفس کے خلاف ہو تو حکم شرعی سے بھاگنے کے حیلے بہانے تراشتے ہیں... نہیں... یہ مجاہدین کی شان ہرگز نہیں!

(استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ)

ہوئے تم دوست جس کے...

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

مرزا غالب نے شاید پاکستان امریکا تعلقات کے اس موڑ کے لیے ہی کہا تھا:

لو وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں!

'یہ جانتا اگر؟' اگرچہ کوئی ایسا معمہ تو نہ تھا۔ امریکی یوٹرنوں سے ہی تو دنیا نے یوٹرن لینے سیکھے ہیں۔ (جو عہد شکنی، بے وفائی کا مہذب نام ہے۔)

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو۔

ایک سوراخ سے ہم مسلسل ڈسے گئے لیکن ہر مرتبہ انکل سام اور ان کے ڈالروں کی کشش ہمیں سب کچھ بھلا دیتی رہی۔ گزشتہ 20 سالوں کے نوحہ پڑھنے کی تاب اب کس میں ہے۔ مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں۔ امریکا پر ڈیموکریٹس کی حکمرانی کا انتخابی نشان گدھا ہے۔ تو سبھی محاورے پورے ہو رہے ہیں۔ گدھے سے گر کر غصہ کمہار پر۔ سو ہم پر جو چاند ماری یکایک شروع ہو گئی وہ عین امریکی فطرت کا خاصا ہے۔ دولتیاں جھاڑی جا رہی ہیں۔ 22 ری پبلکن سینیٹروں نے بل پیش کیا ہے جس میں افغانستان کے ساتھ پاکستان پر بھی معاشی پابندیاں عائد کرنے کا مطالبہ ہے۔ وہ جو کل تک فرنٹ لائن اتحادی تھا، نان نیٹو اتحادی تھا۔ وہ جس نے اپنے ملک کی سڑکیں کفر کے لشکروں کی عسکری ضروریات سے لے کر شراب، خنزیر اور جنگ کے آخری سالوں میں پیمپرز تک بلا تعطل فراہم کیے۔ شکست انہونی کیسے ہو گئی؟

جس دن عالمی طاقت کو پیمپرز کی ضرورت اپنے فوجیوں کے لیے پیش آ گئی تھی تو جو 15 اگست 2021ء کو مناظر بنے، وہ نوشتۂ دیوار نہ تھے؟ اب امریکی حکومت اور اس کے فوجی سربراہان مسلسل سوالوں کی بوچھاڑ کا سامنا کر رہے ہیں۔ پہلے آپس میں الزام تراشیوں کے بگولے اٹھتے رہے۔ اب تھک ہار کر ان کی مجبوری ہے کہ قربانی کا بکرا تلاش کرو سو یہ 'بکرا بل' ہے اصلاً جس میں امریکا کو اپنا دیرینہ بغض مسلم ایٹمی ریاست پر نکالنا لازم ہے۔ حالانکہ سینیٹ آرمڈ سروسز کمیٹی میں امریکی سیکرٹری دفاع لائیڈ آسٹن 28 ستمبر کو بیان دے چکے کہ:

> 'یہ حقیقت ہے کہ افغان فوج جسے ہم اور ہمارے اتحادیوں نے تربیت دی تھی یوں (برف کی طرح) پگھل گئی سب کی سب! کتنی جگہ بغیر ایک گولی چلائے۔ ہم دنگ، ہکا بکا رہ گئے۔ اب اس کے سوا اگر ہم کچھ کہیں گے تو وہ بد دیانتی ہو گی۔'

سو یہی بد دیانتی ہے جس کا ارتکاب سینیٹرز نے بل پیش کر کے فرمایا ہے۔ جنرل مارک ملے جوائنٹ چیف آف اسٹاف اور جنرل میکنیزی (امریکی سینٹرل کمانڈ) پہلے اقرار کر چکے کہ:

> 'غیر متوقع طور پر طالبان کی برق رفتار کامیابی کا انہیں اچانک سامنا کرنا پڑا۔ کابل حکومت یکایک ڈھے گئی۔'

اشرف غنی اور افغان کٹھ پتلی حکومت و فوج کا فرار اور اپنے آقاؤں سے غداری، غلط تجزیے اس کی اصل وجہ تھی جسے امریکا ہمارے سر تھوپنے کی کوشش کر رہا ہے۔ امریکی انخلاء کا طریق کار اور مناظر ایک سپر پاور کے لیے بلاشبہ رسوا کن اور سیاہ ترین باب ہے جو ان کی تاریخ میں رقم ہوا۔ ویت نام میں شکست کا ریکارڈ انہوں نے خود ہی توڑا۔ افراتفری، بدنظمی، بدحواسی، خوفزدہ ہرنی کی طرح بے محابا بھاگ لینے کے مظاہر۔ مہیب C-17 جہاز، ہجوم سے بے پروا امریکی محبت میں مر مٹنے والوں کو پہیوں تلے اور پہیوں کے اندر روندتا، قیمہ بناتا، جہاز سے گرتے لوگ...... یہ مناظر امریکا کے عوام، حکمرانوں، پینٹاگون کے لیے بھیانک خواب بن کر انہیں رلاتے رہیں گے۔ سو ایسے نفسیاتی دورے غیر متوقع نہیں جس کے تحت وہ اپنے لیے 80 ہزار جانوں کا نذرانہ دینے والے ملک ہی کے گلے میں جوتیوں کا ہار ڈالنا چاہ رہے ہیں۔ وہ ملک جس نے انہیں افغانستان میں اترنے کے قابل بنایا۔

ورنہ وہ تو جہازوں سے اترنے کو 2001ء میں تیار نہ تھے۔ 70 ہزار بمبار طیاروں نے پاکستان سے اڑان بھر بھر کر افغان سرزمین کو روندا۔ 450 ڈرون حملے۔ ہماری فضائی حرمتیں پامال کر کے ہماری ہی آبادی کو نشانہ بنایا گیا۔

جب تک ضرورت تھی ہر آنے والا امریکی جرنیل و مقتدر ہمارے 'شہداء' کی یادگار پر سب سے پہلے پھول چڑھاتا، خراج تحسین پیش کرتا، شانہ تھپکتا اور جاتے ہوئے ڈومور کا پروانہ تھماتا، جو ہم کرتے کرتے مور بن گئے۔ اب الزام ہے کہ 2001ء سے اب تک ہم نے طالبان کو مالی مدد فراہم کی، پناہ گاہیں دیں، ٹھکانے دیے، طبی امداد، تربیت اور آپریشنل مدد دی! سبحان اللہ! ملاضعیف کی کتاب اس کی گواہ ہے۔ عالمی سفارتی آداب کے منافی جس طرح برادر ملک کے برادر سفیر کو ہم نے امریکا کے حوالے کیا، گوانتاموں میں پہنچایا گیا، وہ ہماری امریکا کے لیے فدویت کا ثبوت ہے۔ اور صرف انہی پر کیا موقوف، خود پرویز مشرف کی کتاب گواہ ہے کہ گوانتامو کے بیشتر قیدی اور اپنی بیٹی ڈاکٹر عافیہ تک ہم نے اپنی امریکا سے بے لوث محبت کی نذر کیے۔ پناہ گاہیں جو ہم نے طالبان کو دیں؟ ملک بھر سے ہم نے ہر اسلام سے محبت رکھنے والے، امریکا کے لیے خطرے کی علامت نوجوان عقوبت خانوں میں ٹھونسے۔ قبائلی پٹی تباہ ہو گئی۔

35لاکھ سے زائد افراد بے گھر ہوئے۔ آج اگر ہماری کرنسی منہ کے بل گرے چلی جا رہی ہے، معاشی بربادی کے دہانے پر کھڑے ہیں، فٹیف کی تلوار پھر بھی ہمارے سر پر لٹک رہی ہے تو یہ سب امریکا دوستی کے ہاتھوں قومی خودکشی کا عمل ہے جس سے ہم گزر رہے ہیں۔ نظریاتی تباہی ناقابلِ یقین حدوں کو چھو رہی ہے۔ کشمیر بھلا دیا۔ تمہاری محبت میں بدترین دشمن بھارت سے محبت کی آشا کے دور چلائے۔ قائداعظم، اقبال کے خوابوں کو ہود بھائیوں والی بھیانک تعبیروں کے دن دکھائے اور اس پر اس امریکی بل نے اپنی جفاکاریوں بھری طویل تاریخ کی ایک اور مہر ثبت کر دی۔

اللہ کے سارے وعدے سچے ہیں، جنہیں ہم طالبان کے افغانستان میں پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ شیطان کے ساتھ وعدے جھوٹے ہیں۔ (سورۃ الانفال، الحشر) جنہیں ہم شیطانِ دوراں کے ہاتھوں الزام تراشیوں اور احسان ناشناسیوں کی صورت دیکھ رہے ہیں۔ پاکستان معاشی بدحالی، بے روزگاری، بدامنی، مہنگائی (صرف 32 فیصد پیٹ بھر کر کھا سکتے ہیں)، جرائم اور خودکشیوں کی لپیٹ میں ہے۔ بدعنوانی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔

افغانستان سے امریکی نیوز ایجنسی ایسوسی ایٹڈ پریس (4 اکتوبر) کی رپورٹ ہے۔ وہ کابل جہاں چوروں کے غول، ڈاکے، اغواکاری روز کا معمول اور انصاف ناقابلِ حصول اور نہایت مہنگا تھا، طالبان کے ساتھ کابل کے لیے امن کا پیغام لایا ہے۔ انصاف کی فراہمی فوری ہے، شریعت کی بنیاد پر۔ ایک شخص نے ہمسائے پر چاقو سے حملہ کیا، اس کے باپ کو نشانہ بننے والے خاندان کو 400 ڈالر دینے کا حکم دیا۔ باپ نوٹ گن کر امام صاحب کے حوالے کرتا ہے جو مظلوم کے خاندان کو دیے جاتے ہیں۔ مدعی اور مدعا علیہ باہم گلے ملتے ہیں اور انصاف فراہم ہو گیا! نہ رشوت نہ وکیل کی فیسیں نہ لامتناہی پیشیاں! وہ کابلی جو طالبان کی آمد سے اس جنگ زدہ شہر میں خوفزدہ تھے، ان کے لائے ہوئے امن پر خوش و مطمئن ہیں۔ طالبان کے پولیس اہلکار رشوت نہیں مانگتے، یہ ان کے لیے 20 امریکا تلے سالوں کے بعد کی فوری تبدیلی ہے۔ ’اس سے پہلے ہر وقت، ہر جگہ حکومتی کارندے ہاتھ پھیلائے کھڑے ہوتے ہمارا مال چرانے پر کمربستہ‘۔ یہ حاجی احمد خان کا تبصرہ تھا۔

عوام کی سب سے بڑی شکایت رشوت، بدعنوانی اور لوٹ مار کی تھی پچھلے 20 سالوں میں۔ جس سے اب انہیں طالبان کے ہاں چھٹکارا ملا ہے۔ بلوں کی ادائیگی تک میں رشوت آڑے آتی تھی۔ طالبان کی آمد پر افغان فوج کے بھاگ جانے میں ایک وجہ ان کے مکمل فراڈ دھوکا دہی کا طریق واردات تھا جس پر وہ اندر سے کھوکھلے اور طالبان سے خائف تھے۔ سعودی عرب پلٹ ایک ڈاکٹر نے اقرار کیا کہ ’اس کی شکایت فوری رفع کی گئی بغیر رشوت مانگے۔ جبکہ اس سے پہلے تو تھانے میں قدم رکھنے کے لیے بھی پیسہ دینا پڑتا تھا۔‘ پچھلی حکومت کا اصل قصور یہ تھا کہ وہ سارا پیسہ اپنی جیبوں میں بھرتے رہے۔

خواتین کے لیے اندیشوں بھرے افغانستان میں یہ بھی دیکھیے۔ پل خمری میں ایک (پچھلی حکومت کا) شیلٹر تھا جس میں گھروں سے نکلی (موم بتی) آنٹیاں تھیں۔ طالبان نے سب کو گھر واپس بھجوا دیا۔ دو خواتین بے ٹھکانہ تھیں۔ انہیں کابل لے آئے۔ وہاں پل چرخی میں انہیں اچھی کھلی جگہ دے کر تحفظ فراہم کیا۔ کھانا، بچوں کے لیے کھلونے، بنیادی ضروریات۔ اب انہوں نے خود اے پی کو انٹرویو دیا کہ ہم یہاں نماز، قرآن پڑھتی خوش باش رہ رہی ہیں! (سڑکوں پر نکل کر مردوں کے خلاف نعرے لگانے یا موم بتیاں جلانے کی ضرورت نہیں!) سو یہ ہے عافیت کا گہوارہ اللہ کے وعدوں والا افغانستان، ’جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا۔ اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔‘ (الطلاق: 3-4) اور ہم امریکا سے ڈر کر اپنی راہیں مسدود کیے آئی ایم ایف کے در کے بھکاری بن گئے۔ بدعنوانی، رشوت ستانی، لوٹ مار کے جنگل میں رہ رہے ہیں۔

[روزنامہ نئی بات، ۱۰/ اکتوبر ۲۰۲۱ء]

☆☆☆☆☆

ہندوستان دارالامن؟

پہلی جنگ عظیم چل رہی تھی، ترکی اور برطانیہ میں معرکہ کارزار گرم تھا، حکومتِ برطانیہ ہندوستان کے مسلمانوں پر جبر کر کے ان کو ترکی کے خلاف کھڑا کرنا چاہتی تھی اور اس مقصد کے لئے تمام حربے استعمال کیے جا رہے تھے، ہندوستان کے اہلِ حق علماء کو مجبور کیا جا رہا تھا کہ وہ حکومت ترکی کے خلاف فتویٰ دیں اور اپنے بیانات کے ذریعہ حکومتِ ترکی کو رُسوا کریں۔ چنانچہ دہلی سے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے پاس بھی ایک استفتاء آیا جس میں ہندوستانی مسلمانوں کے ترکی سے جنگ کا جواز لکھ کر یہ درخواست کی گئی کہ حضرت بھی اسکی تصویب فرمائیں اور اس فتویٰ کی حمایت میں اپنے دستخط کریں۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ غیرتِ ایمانی اور حمیّت اسلامی کا مجسمہ تھے، اس فتویٰ کو دیکھ آپ کے تن بدن میں آگ لگ گئی، دستخطوں سے انکار فرما دیا اور اپنے خواص سے فرمایا کہ ”اگر یہ دھمکی صحیح ہے اور گورنمنٹ مجبور کرتی ہے کہ اسلام کے خلاف فتویٰ دیں تو ہندوستان میں رہنا جائز نہیں، اور ہجرت کرنا فرض ہے۔“ اپنے اس خیال کو آپ نے شائع تو نہیں کیا مگر خود ارادہ پختہ کر لیا کہ ”میں ایسی حالت میں ہندوستان کو دارالامن نہیں سمجھتا“۔

(فتاویٰ مظاہر علم المعروف بہ فتاویٰ خلیلیہ)

اخباری کالموں پر ایک نظر

شاہین صدیقی

پاکستان میں مہنگائی کا عذاب

پاکستان میں جہاں ساڑھے پانچ کروڑ کے قریب افراد خطِ غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں، ۲۲ کروڑ کی آبادی میں باقی ماندہ آبادی کا بیشتر حصہ 'مڈل کلاس' سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن کرونا کی وجہ سے ہونے والی بیروزگاری اور مہنگائی کے سبب اس مڈل کلاس طبقے کا چولہا بھی مشکل سے ہی جل رہا ہے۔ یوں تو ہر طرف ہی پیٹرول کی قیمتیں بڑھنے کی وجہ سے مہنگائی میں اضافہ ہوا ہے، لیکن پاکستان کا معاملہ اس لیے مختلف ہے کیونکہ پیٹرول اور بجلی سمیت بنیادی ضروری اشیاء آٹا، چینی، گھی وغیرہ کی قیمتیں بڑھتی چلی جا رہی ہیں جبکہ آمدنی میں کوئی اضافہ نہیں ہو رہا۔ روزانہ کی بنیاد پر دھاڑی کمانے والا طبقہ تو ابھی تک کرونا کے لاک ڈاؤن کی وجہ سے بے روزگاری کے دھچکے سے ہی نہیں نکل پایا ہے۔

مہنگائی کے حوالے سے مختلف کالم نگاروں کے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

غریب کریں تو کیا کریں؟ | عبدالباسط خان | روزنامہ خبریں

"لوگ بل ادا کریں یا کھانا کھائیں یا بیماری کا بل ادا کریں؟ ڈاکٹر کی فیس وہ دے نہیں سکتے اور ڈاکٹر بھی ملے تو وہ بھی گزارا لائق۔ امیروں کے لیے بڑے بڑے پرائیوٹ ہسپتال، بڑے بڑے ڈاکٹر اور ہر قسم کی مشینیں دستیاب ہیں، مگر غریب بیچارہ کہاں جائے؟ اگر وہ کلرک ہے یا عام سا ملازم ہے تو پھر وہ رشوت نہ لے تو کیا کرے؟ اور اگر رشوت میں پکڑا جائے تو پھر اس کی ضمانت میں گھر کے زیور بیچنے پڑ جاتے ہیں۔ رہ سہ کر ایک آٹا تھا جس کو پکا کر غریب آدمی دو وقت کی روٹی پیاز کے ساتھ کھا لیتا تھا، مگر اب آٹا بھی اس کی دسترس سے باہر ہے۔ وہ ملک جو زرعی ملک ہے اب لاکھوں ٹن گندم باہر سے امپورٹ کر رہا ہے۔ غریب کریں تو کیا کریں؟"

وزیر اعظم کو مہنگائی کا احساس ہے؟ | محمود ہشام | روزنامہ جنگ

"زندہ رہنے کے لیے جو اشیاء ضروری ہیں، قیمتیں ان ہی کی بڑھ رہی ہیں۔ حکومت جن کی وجہ سے بنتی ہے، وہی اکثریت مہنگائی سے سب سے زیادہ بدحال ہے۔ ۲۲ کروڑ میں سے ساڑھے پانچ کروڑ تو مسلّمہ طور پر غربت کی لکیر سے نیچے ہیں۔ ان کی آمدنی ماہانہ صرف ۳۰۳۰ روپے فی کس بتائی جا رہی ہے۔ جبکہ انتہائی بنیادی ضرورت کی چیزوں کا ماہانہ خرچہ ۳۵ ہزار روپے کہا جا رہا ہے۔ اندازہ کر لیں کہ ۳۲ ہزار کا خسارہ پورا کرنے کے لیے یہ ساڑھے پانچ کروڑ کیا کرتے ہوں گے؟ غربت کی لکیر سے اوپر والوں کی اوسط آمدنی بھی ۱۵ ہزار روپے فی کس ماہانہ بتائی جا رہی ہے۔ انہیں بھی مطلوبہ ۲۰ ہزار کے لیے رات دن بھاگ دوڑ کرنا پڑتی ہے"۔

گھبرانا نہیں ہے! | عمران یعقوب | روزنامہ دنیا نیوز

"حکومت کا اپنا ادارۂ شماریات کہتا ہے کہ مہنگائی کی مجموعی شرح ۱۲اعشاریہ ۶۶ فیصد (12.66%) تک پہنچ گئی ہے۔ کم آمدن والوں کے لیے مہنگائی کی شرح ۱۴اعشاریہ ۱۲ فیصد (14.12%) تک پہنچ گئی ہے۔ ایک ہفتے میں ۲۲ اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں اضافہ ہوا۔ ٹماٹر کی قیمت ۱۱ روپے بڑھی، ایل پی جی کے گھریلو استعمال کے سیلنڈر کی قیمت ۴۳ روپے سے زائد بڑھی، گھی کا اڑھائی کلو کا ٹن ۶ روپے ۹۰ پیسے مہنگا ہوا، لہسن، چاول، مٹن، آلو، گڑ بھی مہنگی ہونے والی اشیاء کی فہرست میں شامل ہیں۔ 'گھبرانا نہیں ہے' کا ورد کرنے کے باوجود کسی پل چین نہیں اور یوں لگتا ہے کہ کپتان کا مشہور نعرہ 'میں ان کو رلاؤں گا' سیاسی حریفوں کے لیے نہیں عوام کے لیے تھا"۔

ایک طرف مہنگائی نے عام آدمی کی کمر توڑ رکھی ہے جبکہ دوسری طرف حکومت اور وزراء کو عام آدمی پر بیتنے والی مشکلات کا اندازہ ہی نہیں ہے۔ مہنگائی کی تاویل دینے کے لیے جس کے منہ میں جو آتا ہے وہ کہتا ہے۔ مثلاً ایک نے مشورہ دیا کہ عوام چائے میں چینی کے نو دانے کم ڈالیں تو دوسرا مشورہ دے رہا ہے کہ اگر کھانے میں دس لقمے کم کھا لیں گے تو کیا فرق پڑ جائے گا؟ اسی طرح کی بے تکی منطق کچھ حکومت نواز کالم نویس بھی پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

مہنگائی | عدنان عادل | روزنامہ ۹۲ نیوز

"اس وقت حکومت مہنگائی ختم نہیں کر سکتی کیونکہ اس کے اسباب اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ عالمی منڈی میں پیٹرولیم اور اجناس کی قیمتوں کو سنبھلنے میں وقت لگے گا۔ افغانستان کی صورتحال بھی جلد ٹھیک ہونے کے آثار نہیں۔ انتظامی اقدامات سے صرف انیس بیس کا فرق پڑتا ہے۔ یوں بھی ترقی پذیر معیشت میں مہنگائی رہتی ہے۔"

ایک صاحب عوام کو یہ عقل و دانش سے بھرپور مشورہ دیتے ہیں:

مہنگائی کے باوجود | محمد ابراہیم خان | روزنامہ دنیا نیوز

"ترقی یافتہ معاشروں میں بھی کسی نہ کسی حوالے سے مہنگائی بڑھتی رہتی ہے مگر لوگ چونکہ شعور کو بروئے کار لاتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں اس لیے معاملات قابو میں رہتے ہیں۔ مہنگائی کا سامنا کرنے کی 'انفرادی سطح پر' بنیادی شرط ہے، آمدن میں اضافہ کرنا۔ ہمارے ہاں عام آدمی اپنی کمزور مالی حالت کا صرف رونا روتا ہے، بالعموم ایسا کچھ نہیں کرتا جس سے آمدن میں اضافہ ہو۔ اس نکتے پر کم لوگ غور کرتے ہیں کہ جب مہنگائی بڑھتی ہے تو آمدن کے ذرائع بھی بڑھتے ہیں۔ جی ہاں! ایسا ہی ہے۔ مہنگائی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جو لوگ زیادہ کماتے ہیں وہ خرچ بھی تو کرتے ہیں"۔

حقیقت یہ ہے کہ لکھنے والے لکھتے رہیں گے اور بھگتنے والے بھگتتے رہیں گے۔ سارا معاملہ نظام کی خرابی کا ہے۔ سودی معاشی نظام نے ہمیں ایک آکٹوپس کی طرح ہر طرف سے جکڑ رکھا ہے۔ موجودہ عوام کیا، مستقبل میں آنے والی نسلیں بھی پہلے سے سود سمیت مقروض ہیں۔ شاید کہ کسی موڑ پر عوام الناس کو احساس ہو جائے کہ حقیقی امن و سکون اور خوشحالی کسی باطل نظام میں نہیں ملے گی، بلکہ اصل خوشحالی صرف اور صرف اسلامی نظامِ شریعت میں ہی پنہاں ہے۔

مسئلہ ڈی جی آئی ایس آئی کی تقرری کا

پاکستانی فوج کی جانب سے لیفٹیننٹ جنرل ندیم احمد انجم کو آئی ایس آئی کا نیا سربراہ مقرر کرنے کا اعلان ۶ اکتوبر کو سامنے آیا۔ تاہم وزیر اعظم کی جانب سے اعتراض کی وجہ سے نوٹیفکیشن تین ہفتے کی تاخیر سے جاری ہوا۔ اس دوران پاکستان میں آئی ایس آئی کے سربراہ کی تقرری کا معاملہ خبروں اور تبصروں کا بڑا موضوع رہا اور یہ بحث بھی جاری رہی کہ اس عہدے پر تقرری کس کا استحقاق ہے۔

اس تنازع پر بھی مختلف طرح کی آراء کالم نویسوں اور تجزیہ کاروں کے قلم سے سامنے آئیں، جس کی ایک اہم وجہ ڈی جی آئی ایس آئی فیض حمید کا متنازع سیاسی کردار بھی ہے۔ اس سلسلے میں مختلف کالموں سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

ڈی جی آئی ایس آئی کی تقرری اور عمران خان | سلیم صافی | روزنامہ جنگ

"عمران خان کے دور میں پہلے لیفٹیننٹ جنرل عاصم منیر اور پھر لیفٹیننٹ جنرل فیض حمید کا جب بطور ڈی جی آئی ایس آئی تقرر ہوا تو اس سلسلے میں وزیر اعظم کے پاس نہ تو تین ناموں کی سمری آئی اور نہ انٹرویوز ہوئے۔ دونوں مرتبہ آرمی چیف نے فیصلہ کرکے آئی ایس پی آر سے اعلان کروا دیا۔

چنانچہ اب عمران خان بند گلی میں پھنس گئے ہیں۔ اپنے لیے فیس سیونگ کا راستہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ لیکن دوسری طرف فوج اور آئی ایس آئی کو بھی بند گلی میں لے گئے ہیں، کیونکہ ایک ایک دن کیا ایک ایک گھنٹہ فوج کی امیج اور وقار کے لیے بھاری ثابت ہو رہا ہے۔"

تعیناتی کو طوفان بنانے کی کوشش | حمید اللہ بھٹی | روزنامہ نئی بات

"کچھ پہلوان کشتی لڑتے ہوئے کسی سے شکست نہیں کھاتے مگر کبھی کبھار اپنے بھاری بھرکم وجود کی بنا پر خود ہی منہ کے بل گر جاتے ہیں۔ حکومت بھی اس روش پر قائم ہے۔ نئے ڈی جی آئی ایس آئی کی تعیناتی کو طوفان بنانے کی کوشش ثابت کرتی ہے کہ وزیر اعظم اپنے بھاری بھرکم وجود سے گرنے کے قریب ہیں۔"

پہلی چوری پہلا پھاہ | عطاء الرحمن | روزنامہ نئی بات

"وزیر اعظم عمران خان اور ان کے قریبی وزراء و رفقاء میں پریشانی پائی جاتی تھی کہ اگر جنرل فیض حمید ڈی جی آئی ایس آئی کے عہدے پر برقرار نہ رہے اور خاص طور پر ان کے نئے جانشین کے طور پر جنرل ندیم انجم کا جو نام لیا جا رہا ہے تو مشکل وقت میں ان کا جائز و ناجائز ساتھ دینے اور اس کی خاطر پس پردہ سازشوں کا جال بچھانے والا کون ہو گا؟ کیونکہ حکومت موصوف کی تین سالہ کارکردگی کا خانہ تو صفر ہے، اگر اندر خانے غیر آئینی اور سازشی طور طریقوں کے ساتھ سہارا فراہم کرنے والے بھی باقی نہ رہے تو کون پرسان حال ہو گا؟"

بالعموم دیکھا جائے تو کسی بھی ملک میں فوج اور حسّاس ادارے صرف ملکی سلامتی اور دفاع کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور ملکی سیاست سے ان کا کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ لیکن پاکستان میں ملک کے چوکیدار ہی اصل حکمران ہیں۔ حکومت تو صرف کٹھ پتلی ہے۔ ایسے میں 'بڑے گھر' کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

آئی ایس آئی کے سربراہ ندیم انجم | عمر فاروق | بی بی سی اردو

"ماہرین کے مطابق ملک میں ڈی جی آئی ایس آئی کی شخصیت اور اس منصب کی اہمیت میں اضافے کی بنیادی وجوہات میں فوج اور اس کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے ملک کے سیاسی منظر نامے پر اثر و نفوذ اور خارجہ پالیسی امور پر مکمل غلبہ ہے۔ حسن عسکری (تجزیہ نگار) نے کہا کہ آئی ایس آئی نے امریکی سی آئی اے کے ساتھ مل کر افغان جہاد میں مرکزی کردار ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ "نائن الیون کے بعد آئی ایس آئی نے اضافی کردار اس وقت ادا کرنا شروع کیا جب امریکیوں نے دہشت گردی کے خلاف ۲۰۰۱ء میں نام نہاد جنگ شروع کی"۔ ان کے مطابق اس جنگ میں ہراول دستے کے کردار نے آئی ایس آئی اور ڈی جی آئی ایس آئی کے پروفائل کو مزید اجاگر کیا۔"

پاکستان میں حسّاس اداروں کی فہرست میں آئی ایس آئی سر فہرست ہے۔ اسی لیے اسے 'بڑے گھر' سے تعبیر دی جاتی ہے۔ طاقت کے اعتبار سے بھی اور اختیارات کے اعتبار سے بھی۔ ملکی سیاست کو کنٹرول میں رکھنا ہو یا میڈیا کو لگام دینی ہو، عدالتوں پر اثر انداز ہونا ہو یا حکومتی اداروں پر، خفیہ ہاتھ ہر جگہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ دہشت گردی کے نام پر علماء اور عوام الناس میں سے جس کو جب چاہے ماورائے عدالت، کسی وارنٹ یا دلیل کے بغیر غائب کر دینا بھی اسی ادارے کا شیوہ ہے۔ تجزیہ نگار عمر فاروق کے مطابق پاکستان کے قانون میں خفیہ ادارے بشمول آئی ایس آئی سے متعلق کوئی قانون نہیں ہے۔

حکومت اور فوج کے درمیان پیدا ہونے والے اس تناؤ سے ایک بات تو ثابت ہو گئی کہ فوج کا کسی خاص سیاستدان کے ساتھ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ فوج ایک انتہائی متکبر ادارہ ہے اور اس کے نزدیک باقی سارا نظام حکومت اس کے تابع ہو سکتا ہے لیکن وہ کسی اور کے تابع نہیں ہو سکتا۔ اس لیے چاہے سیاسی حکمران ان کا انتہائی تابعدار بندہ ہی کیوں نہ ہو اس کو اجازت نہیں کہ وہ فوج کے آگے چوں بھی کرے۔

فی الوقت ڈی جی آئی ایس آئی کی تقرری کا مسئلہ تو حل ہو گیا ہے لیکن فوج اور حکومت کے تعلقات میں دراڑ پڑ چکی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے والا جہانِ فانی سے رخصت ہوا

ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبد القدیر خان نے پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے کا احسان کیا، اس احسان کی وجہ سے انہیں 'محسنِ پاکستان' کا لقب دیا گیا۔ پھر انہیں سرکاری ٹی وی پر مجرم بنا کر پیش کیا گیا اور ان سے احسان فراموشی کی گئی۔ بیس سال تک نظر بند رہنے کے بعد یہ محسنِ پاکستان بالآخر اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ ان کے جنازے میں ہزاروں افراد نے بڑے عقیدت و احترام کے ساتھ شرکت کی۔ متعدد کالم نگاروں نے اپنے قلم سے ان کے کارہائے نمایاں کو اجاگر کیا اور انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ جن میں سے چند ملاحظہ ہوں:

ڈاکٹر عبد القدیر خان اور ان کے حاسدین | اوریا مقبول جان | روزنامہ ۹۲ نیوز

"ڈاکٹر قدیر کے جنازے میں عوام توجوق در جوق آئے لیکن 'بڑے' لوگ دو وجہ سے نہیں آئے۔ ایک یہ کہ حسد کی آگ نے انہیں ایسا کرنے نہیں دیا اور دوسرا یہ کہ اگر امریکہ یا عالمی طاقتوں نے ان کی قدیر خان سے اس قدر محبت دیکھ لی تو کہیں وہ سب امریکی نظروں میں 'بلیک لسٹ' نہ ہو جائیں۔ ڈاکٹر عبد القدیر خان کے خلاف جن لوگوں نے سازش کی، اللہ کی پکڑ سے نہ بچ سکے"۔

محافظِ پاکستان کو خراجِ عقیدت | قیوم نظامی | روزنامہ نوائے وقت

"ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی ایٹمی صلاحیتوں کا اعتراف دنیا کے نامور سائنسدانوں، سکالرز اور محققین نے کیا ہے۔ سی آئی اے کے چیف جارج ٹینیٹ اپنی یاداشتوں پر مبنی کتاب 'ایٹ دی سنٹر آف دی سٹارم' (At the center of the storm) میں لکھتے ہیں:

"میں جرنل مشرف سے ایک ایسے شخص ڈاکٹر قدیر خان کے خلاف اقدام کرنے کی بات کرنے جا رہا تھا جس نے انفرادی کاوشوں سے پاکستان کو ایک ایٹمی ریاست بنا دیا تھا اور جو قوم کا ہیرو تھا۔""

محافظِ پاکستان کو خراجِ عقیدت | مفتی منیب الرحمن | روزنامہ دنیا نیوز

"جنرل پرویز مشرف نے ڈاکٹر صاحب کو ٹیلی ویژن پر آکر پوری قوم اور دنیا کے سامنے ناکردہ گناہوں کا اعتراف کرنے پر مجبور کیا، ان سے لکھا ہوا بیان پڑھوایا گیا۔ علامہ اقبال نے ایسے ہی منظر کی تصویر کشی اس شعر میں کی ہے:

نوائے صبح گاہی نے، جگر خوں کر دیا میرا
خدایا! جس خطا کی یہ سزا ہے، وہ خطا کیا ہے

اسی مفہوم میں ڈاکٹر عبد القدیر خان کا اپنا شعر ہے:

گزر تو خیر گئی ہے تیری حیات قدیر
ستم ظریف، مگر کوفیوں میں گزری ہے

پھر پرویز مشرف نے اپنے انٹرویو میں یہ بھی کہا، "ڈاکٹر عبد القدیر خان نے پیسوں کی لالچ میں ایٹمی راز فروخت کیے"۔ ذرا غور فرمائیے! اُس وقت پاکستان کے ایٹم بم کے خالق کے دل پر کیا گزری ہو گی؟ بھارت نے اپنے ایٹم بم کے خالق ڈاکٹر عبد الکلام کو ملک کا صدر بنا کر اپنے محسن کی عزت افزائی اور قدر دانی کی۔ اس کے برعکس پاکستان نے اپنے محسن کو عالمی برادری کے سامنے عالمی مجرم کے طور پر پیش کیا۔ پھر ڈاکٹر صاحب کو نظر بند کر دیا گیا، ان کی نقل و حرکت پر پابندی لگا دی گئی، وہ اپنی مرضی سے کہیں آجا نہیں سکتے تھے۔ وہ اس پر ہمیشہ احتجاج کرتے رہے، اپنی آزادی کے لیے انہوں نے عدالتوں کا دروازہ بھی کھٹکھٹایا، لیکن کسی "دار العدل" سے انہیں عدل کی خیرات نہ مل سکی۔ آج وہی ناشکری قوم انہیں خراجِ عقیدت پیش کر رہی ہے۔"

آخر میں ان کے لیے احمد ندیم قاسمی کا شعر یاد آ رہا ہے۔

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہلِ وطن
یہ الگ بات ہے دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

☆☆☆☆☆

شمرانی بنو!

مسلمان فوجیوں کے نام

عامر سلیم خان (سابقہ آفیسر پاکستان آرمڈ فورسز)

میں نے جب سر جی کو دیکھا کہ ہالی ووڈ پہاڑی کے ساتھ کھڑے ہیں اور تصویر کھینچ کر اپلوڈ کی ہے تو وہ دن یاد آیا جب ان کو پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ ان سے پہلی ملاقات یونٹ کی مسجد میں نماز فجر سے پہلے ہوئی تھی۔ یونٹ میں واقع مسجد کے پیش امام اور مؤذن کی رہائش کے علاوہ یونٹ کے تمام چھوٹے بڑے افسروں اور سپاہیوں کی رہائش کا بندوبست یونٹ کے اندر ہی تھا۔ صرف ان دو بے چاروں کو باہر سے اور وہ بھی کافی دور سے آنا پڑتا تھا، فوج کے قانون میں مؤذن وامام کے لیے سہولیات کا خانہ جو موجود نہیں۔ اور کیوں ہو؟ جو قوانین انگریز نے بنائے ہوں اور آج تک بغیر تبدیلی کے چل رہے ہوں ان میں مؤذن اور امام کی ضرورت کب ہے؟ اس لیے فجر کی اذان دینے اور نماز پڑھانے کی ذمہ داری چند مقیم اہلکاروں نے لے لی تھی۔

اس دن میں نے فجر کی اذان دینا چاہی۔ مسجد میں جیسے ہی داخل ہوا تو ایک جوان کو دعا میں مصروف دیکھ کر حیرانگی ہوئی۔ عموماً فجر کی اذان سے پہلے مسجد میں کوئی نہیں آتا تھا۔

نماز اور ناشتے سے فراغت کے بعد اسمبلی کے لیے پریڈ گراؤنڈ میں گیا تو دیکھا کہ صبح عبادت میں مصروف، بظاہر سنت سے مطابقت رکھنے والا جوان نئی آنے والی لانگ کورس کلاس کی صف میں کھڑا ہے۔ مجھے خوشی ہوئی کہ چلو نئی آنے والی کلاس میں اتنا دین دار آفیسر بھی موجود ہے۔ عموماً فوج میں دیندار لوگ کم ہی ملتے ہیں یا فوجیوں کے لیے کام کے عرصے میں دیندار ہونا مشکل فعل ہے۔ یہ بات اس لیے حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ اکثر فوجی ریٹائیرمنٹ کے بعد ہی دین کی طرف (کچھ نہ کچھ) مائل ہوتے ہیں۔

وقت گزرنے کے بعد سر جی سے اچھا تعلق بنا۔ گو کہ سر جی مجھ سے چار پانچ (batch) سینئر تھے، لیکن ان سے تعلق ایسا تھا جس میں سینئر اور جونیئر کی کوئی تفریق نہیں تھی اور ایسا تعلق بننا بھی چاہیے تھا کیونکہ تھے تو ہم ایک ہی صف کے نمازی۔ پھر جب فوج میں سٹار لیول رافضی افسر کا ایک ٹروپس لیول کے رافضی سپاہی سے رافضیت کی بنیاد پر تعلق پایا جاتا ہو تو دو مساوی رینک کے اہلکار جو ایک ہی صف میں نماز پڑھتے ہوں، ان میں اچھا (فوجی رسم ورواج سے ہٹ کر) تعلق کیوں نہ ہو؟ پھر فوج میں مختلف طبقات کے درمیان جو امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے اور بڑے اہلکار کا چھوٹے سے جو وہاں کے رسم ورواج کے مطابق رویہ ہوتا ہے، وہ کون سا اچھا یا مہذب رویہ ہے؟ سب جانتے ہیں کہ فوج میں جونیئر رینک اہلکار کی کیا حیثیت ہوتی ہے۔

اچھا وقت جلدی گزر جاتا ہے۔ سر جی کے ساتھ یہ وقت بھی جلدی گزر گیا۔ اس پورے عرصے میں، مَیں نے سر جی کو بہت اچھا پایا۔ عموماً فوجی روٹین میں باجماعت نماز کے لیے بلکہ کبھی کبھار فرض نماز کے لیے وقت نکالنا بھی مشکل ہو جاتا ہے لیکن میں نے سر جی کو ہمیشہ وقت پر نماز پڑھنے والا پایا۔ روزانہ کے دینی معمولات بھی پابندی کے ساتھ بجالاتے تھے۔ ہم جب یونٹ سے جا رہے تھے تو ان سے جدائی کا دکھ تھا۔ خیر رابطہ برقرار رہا۔ کچھ عرصے بعد پتہ چلا کہ سر جی نے اپنا لانگ کورس مکمل کر لیا ہے اور (batch) میں پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔ اصول کے مطابق پہلی پوزیشن لینے والا افسر مزید تعلیم کے لیے امریکہ جاتا ہے۔ سر جی کی پہلی پوزیشن آنے پر خوشی ہوئی لیکن امریکہ جا کے تعلیم وتربیت حاصل کریں گے، یہ بات اچھی نہیں لگی۔ کیونکہ امریکہ ویورپ سے تعلیم حاصل کرنے والے چند افسروں کے ساتھ پہلے ہی تعامل (interaction) رہ چکا تھا، ایسے افسر بس نام کے پاکستانی ہوا کرتے ہیں اور پاکستانی نام کے ہوتے ہیں تو مسلمان کیسے ہوں گے، خود ہی سوچ لیں! پھر سر جی دین دار آدمی تھے، ڈر تھا کہ یہ بھی بدل نہ جائیں۔ اوپر سے امریکہ سے نفرت بھی تھی اور نفرت میں اضافہ اس لیے بھی ہوا تھا کہ ایک سال پہلے ہی ان امریکیوں نے ہمارے شیخ اسامہ بن لادن کو شہید کیا تھا۔ جو لوگ مارنے کے قابل ہیں، ان سے بندہ تربیت حاصل کرے یہ میرے خیال میں ظلم ہے!

سر جی چونکہ سینئر تھے، اس لیے تعلق کے باوجود دل کا حال بتا نہ سکا۔ پھر جب ہر طرف فوج میں داڑھی والوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو تو کسی کے لیے ایسے نظریات اس فوج میں جو امریکہ کی فرنٹ لائن اتحادی اور کمبائنڈ ٹاسک فورس کی اہم رکن ہو، اس میں کھلے عام بیان کرنا کتنا مشکل ہے۔ ہاں دل میں ایک آرزو تھی کہ سر جی یا تو جائیں نہ یا اگر جاتے بھی ہیں تو امریکہ کے اس فوجی یونٹ میں جہاں وہ باقی امریکی فوجیوں کے ساتھ زیرِ تعلیم ہوں کوئی ایسی جہادی کارروائی کریں کہ جس سے امتِ مسلمہ کے، شیخ اسامہ کے محبین کے سینے ٹھنڈے ہوں۔ خواہش تھی کہ سر جی امریکہ کو شیخ اسامہ کی نظر سے دیکھیں، ایک غیرت مند مسلمان کی نظر سے دیکھیں جس کے دل میں امت کے ان مظلوموں کے دکھ کا مداوا کرنے کا احساس ہو جن پر ہر روز مشرق سے مغرب تک امریکی خود ظلم کرتے ہیں یا ان پر مسلط ظالموں کی پشت پناہی کرتے ہیں، نا کہ سر جی بھی ان افسروں کی طرح ہو جائیں جو امریکہ جا کر دیسی امریکی بن جاتے ہیں۔

؏ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے!

سر جی امریکہ گئے۔ سر جی کے ساتھ فیس بک پر رابطہ تھا۔ یہاں ان کو کبھی تصویر کھینچواتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ غالباً تصویر کھینچوانے کو گناہ سمجھتے تھے۔ لیکن چند دنوں بعد ان کے فیس بک پروفائل پر ان کی تصویریں اپلوڈ ہونا شروع ہو گئیں۔ کبھی لاس اینجلس میں ہالی ووڈ پہاڑی پر کھڑے تصویر کھینچوا رہے ہیں تو کبھی ڈزنی لینڈ کی سیر کرتے ہوئے۔ سر جی کی اس حالت پر دکھ ہوا اور پھر ان کو دیکھنے یا ان سے رابطہ کرنے کا موقع نہ مل سکا، کیونکہ ہمارے دل میں اب شیخ اسامہ کی محبت جو آگئی تھی۔ فوج کی یہ حالت ہم سے برداشت نہ ہوتی تھی اس لیے ہم ان صحرا نشینوں کی طرف آنے پر مجبور ہوئے جن کے خلاف لڑنے کے لیے سر جی یا سر جی کی طرح مختلف اسلامی و غیر اسلامی ممالک کے اہلکاروں کو تربیت دی جاتی ہے۔

شیخ اسامہ کی شہادت کو دس سال ہو چکے ہیں۔ لیکن شیخ نے جو فکر مسلمانوں کو دی، جس دعوت کا انہوں نے پرچار کیا، وہ آج بھی زندہ ہے بلکہ پہلے سے زیادہ مقبول ہے اور آج ان کی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اس معرکے میں خالصتاً امریکی صف میں کھڑے تھے۔

حرمین کی سرزمین کا غیرت مند جوان محمد سعید شمرانی ہو جس نے امریکی نیول بیس کو اپنے معرکۂ ایمان کا میدان بنایا یا خود فلسطینی نژاد امریکی شہری نضال حسن ہو جس نے امریکی فوج میں رہتے ہوئے اپنی بندوق کا رخ امریکیوں کی طرف کیا، ان سب نے امریکہ کو شیخ اسامہ کی نظر سے دیکھا، انہوں نے امریکہ کو ایک غیرت مند مسلمان کی نظر سے دیکھا۔ آج اس خواہش کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جو سر جی سے نہ کر سکا اور وہ یہ کہ امریکہ کو قرآن کی نظر سے، مسلمان مجاہد کی نظر سے، شیخ اسامہ کی نظر سے دیکھا جائے۔ جیسا کہ ہمارے بھائی شہید شمرانی نے دیکھا۔

شہید شمرانی سعودی ائیر فورس کے ایک جوان افسر تھے۔ بظاہر محفوظ دکھنے والے، میرے نبی ﷺ کے اس جزیرے کو اگر عسکری نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے امریکی ظالموں نے اس جزیرے کو اپنی مکمل گرفت میں لیا ہوا ہے۔ جزیرے کے چاروں طرف سمندر میں امریکی بحری بیڑے (Air Craft Carriers)، ایٹمی آبدوزیں اور جنگی جہاز (Frigates) کسی بھی اور ملک سے زیادہ بلکہ خود سعودی عرب کی اپنی بحریہ کی تعداد سے زیادہ پایا جانا کتنی تشویش کی بات ہے۔ وہ بحر احمر جس میں خلافت کے وقتوں میں یورپی جہازوں کا داخلہ ممنوع تھا، جہاں کے ساحل سے مکہ مکرمہ چند کلومیٹر کے فاصلے پر ہے وہاں امریکیوں کا اتنی کثیر تعداد میں ہونا آج پوری امت مسلمہ کے لیے ایک فکر و غم کی بات ہونی چاہیے۔ یہی فکر شمرانی کے ذہن میں تھی اور یہی غم شمرانی کے سینے میں ٹیس بن کر اٹھ رہا تھا۔

پھر جزیرے کے ارد گرد بحرین و قطر اور جبوتی میں امریکی بیسوں کا وجود ہو یا خود جزیرے کے اندر دمام کی امریکی بیس۔ اب بھی اس میں کوئی شک کی بات ہے کہ ہمارا کعبہ صلیبیوں کے گھیرے میں ہے؟ اور کون صلیبی؟ جنہوں نے ہمارے قبلۂ اول کو پوری بدمعاشی کے ساتھ یہودیوں کے حوالے کیا اور آج ان کا دار الحکومت تک بنا دیا۔ وہ امریکی کہ جس کے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ امریکہ کا امتِ مسلمہ کا قتل عام کرنا دیکھیں، عراق، شام، افغانستان میں براہِ راست، کشمیر میں ہندوؤں کی پشت پناہی، فلسطین میں یہود کی پشت پناہی، مسلمان ممالک کے دین دشمن حکمرانوں کی پشت پناہی اور پھر دینی شعائر کی بے حرمتی کرنے والوں کی پشت پناہی اور ہمارے مسلمان بہن بھائیوں کا قید کرنا، کیا جرائم کی یہ فہرست ابھی بھی اس قابل نہیں کہ ایک مسلمان ملک سے بھرتی ہونے والا، اپنے آپ کو مسلمان کہنے والا کوئی فوجی اس کو نظر انداز کر کے ان امریکیوں کی تربیت لے کر ان کا شریکِ کار بن جائے؟ پھر مجاہد شمرانی یہ بات کیسے نظر انداز کر سکتا تھا؟

آج بھی اسلام کا دعویٰ کرنے والے کتنے فوجی و سویلین اہلکار ان امریکی اداروں میں تربیت حاصل کر رہے ہیں جن اداروں میں کفار کو مسلمانوں کے خلاف اس عظیم معرکے کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ ایک مسلمان اس بات کو کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ اسی کے امریکی Batchmate جو اس کے ساتھ ایک ہی بیس میں ٹریننگ اس لیے حاصل کر رہے ہیں کہ کل مسلمانوں کے افغانستان کے کسی گاؤں پر بمباری کر کے مسلمانوں کی پوری بستی کو ملیامیٹ کریں، مسلمانوں کے کسی شہر کو بغداد کی طرح، کسی فلوجہ کی طرح اپنی اندھی بمباری کا نشانہ بنائیں، مسلمانوں کی مسجد اقصیٰ یہودیوں کے قبضے میں دیں، مسلمانون کی کسی بہن کو پکڑ کر چھیاسی سال قید کی سزا سنائیں اور تو اور شعائر اسلام کی توہین کرنے والوں کو حفاظت فراہم کریں؟ آپ کیسے برداشت کر سکتے ہیں؟

یقین کیجیے ہر وہ اہلکار جو امریکہ میں کسی بھی فوجی مہم پر گیا ہوا ہے وہ سب سے زیادہ اس بات کے لائق ہے کہ ان امریکیوں کے ساتھ وہ کرے جو اللہ کو مطلوب ہے۔ امریکیوں کے خلاف فریضۂ جہاد سب سے زیادہ اسے پکار تا ہے لیکن بات صرف ایمان کی ہے۔ اگر ایمان ہے تو آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ہاں آپ وہ کر سکتے ہیں جو شہید شمرانی نے کیا۔ آپ مظلوم امتِ مسلمہ کے سینے ٹھنڈے کر سکتے ہیں۔ یہ امریکی ظالم فوجی، ان کے اعلیٰ افسران وغیرہ آپ کے نزدیک گھومتے پھرتے ہیں۔ شرابیں پی کر اکثر نشے میں ہوتے ہیں۔ ان کو مار کر، مظلوم امت کے سینے ٹھنڈے کر کے شہید شمرانی کی طرح جنت میں اپنا گھر بنائیں۔ کیونکہ صادق و مصدوق نبی آخر الزمان ﷺ کے فرمانِ مبارک کا مفہوم ہے کہ جس نے کسی کافر کو مارا وہ اس کے ساتھ (جہنم میں) اکٹھا نہیں کیا جائے گا!

☆☆☆☆☆

غزوۂ ہند میں شرکت کیجیے!

مولوی عثمان شاہین قاسمی

- ایک ایسا جہاد جس کے مبارک ہونے کی خبر مخبر صادق محمد مصطفی ﷺ نے دی۔
- ایسا معرکہ جس میں اللہ کی مدد و نصرت کا وعدہ بزبان پیغمبر ﷺ کیا گیا۔
- ایسی مقدس جنگ جس میں شرکت کی تمنا جلیل القدر صحابہؓ نے کی۔
- ایسا غزوہ جس میں شامل مجاہدین کے عند اللہ مقبول و بامراد ہونے کی بشارت احادیث رسول ﷺ میں دی گئی۔

غزوۂ ہند کے بارے میں چند احادیث

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: وَعَدَنَا رَسُولُ االلهِ صلیٰ الله عليه وآله وسلم فِي غَزْوَةِ الْهِنْدِ، فَإِنْ اسْتُشْهِدْتُ كُنْتُ مِنْ خَيْرِ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ رَجَعْتُ فَأَنَا أَبُوهُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ[2][1]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے غزوہ ہند کے بارے میں وعدہ فرمایا تھا، سو اگر میں شہید ہو گیا تو بہترین شہیدوں میں سے ہوں گا۔ اگر واپس آ گیا تو میں آزاد ابو ہریرہ ہوں گا“۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: وَعَدْنَا رَسُوْلُ االلهِ صلیٰ الله عليه وآله وسلم غَزْوَةَ الْهِنْدِ فَإِنْ اَدْرَكْتُهَا أَنْفِق فِيْهَا نَفْسِي وَمَالِي فَإِنْ أُقْتَل كُنْتُ مِنْ أَفْضَلِ الشُّهَدَآءِ وَإِنْ أَرْجِع فَأَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ[3]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا کہ مسلمان ہندوستان میں جہاد کریں گے، اگر وہ جہاد میری موجودگی میں ہوا تو میں اپنی جان اور مال اللہ تعالی کی راہ میں قربان کروں گا۔ اگر میں شہید ہو جاؤں تو میں افضل ترین شہداء میں سے ہوں گا اور اگر میں زندہ رہا تو میں وہ ابو ہریرہ ہوں گا جو عذاب جہنم سے آزاد کر دیا گیا ہے۔“

عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَی رَسُولِ االلهِ صلی الله عليه وآله وسلم عَنِ النَّبِيِّ صلی الله عليه وآله وسلم قَالَ: عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا االلهِ مِنْ النَّارِ: عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام[7654]

”حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے، سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے بچائے گا: ان میں سے ایک ہندوستان میں جہاد کرے گا اور دوسرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو گا۔“

مقبوضہ ہندوستان کے حالات اور ہماری ذمہ داری

مقبوضہ ہندوستان، بھارت اس وقت مسلمانوں کے لہو سے رنگین ہے۔ آئے روز انڈیا کے گلی کوچے مسلمانوں کے لہو سے لال ہو رہے ہیں۔ آئے روز کسی بے کس اور لاچار مسلمان کو گھیر کر درجنوں ہندو درندے وحشیانہ انداز میں قتل کر رہے ہوتے ہیں۔ کبھی ایک اللہ کے ماننے والوں کو جبراً ”جے شری رام“ جیسے شرکیہ کلمات کے نعرے لگانے پر مجبور کیا جاتا ہے، کبھی مسلمان عورتوں کو عصمت دری کر کے مسلمانوں کو للکارا جاتا ہے، تو کبھی مساجد و مدارس پر حملے کر کے ان کے تقدس کو پامال کیا جاتا ہے۔ کبھی غیر قانونی آباد کاری کا بہانہ بنا کر مسلمانوں کے گھروں کو مسمار کیا جاتا ہے تو کبھی ظالمانہ قانون بنا کر صدیوں سے خطے میں رہائش پذیر مسلمانوں کو غیر ملکی ”گھس بیٹھیے“ قرار دیکر بے گھر کیا جاتا ہے۔ مشرکین ہندو اسلام اور مسلمان دشمنی میں اس قدر آگے جا چکے ہیں کہ صدیوں ہندوستان میں قائم رہنے والی مسلمان حکومتوں کے نام ونشان تک مٹا رہے ہیں۔ شہروں کے، علاقوں کے، تاریخی مقامات کے نام تک تبدیل کر رہے ہیں، تاکہ ہندوستان سے اسلامی تشخص کا مکمل خاتمہ کیا جا سکے۔ ایسے میں مسلمانانِ ہند پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے عقیدے، ایمان، عزت و آبرو، جان و مال کے تحفظ اور اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے میدان عمل میں اتریں، غفلت کی چادر اتاریں، جہادی میدانوں اور معسکرات کا رخ کریں، جہادی تربیت حاصل کریں اور ظالم مشرکوں کے خلاف جہاد کریں۔ تاکہ ہندوستان میں مسلمان دوبارہ سے اپنا کھویا ہوا مقام، شرف، عزت و عظمت قائم کر سکیں۔ یہ سرزمین شرک سے پاک ہو اور اسلام کا بول بالا ہو اور اللہ کا کلمہ بلند ہو۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۳۶ پر)

[1] احمد بن حنبل، المسند، 2: 228، رقم: 7128، مؤسسة قرطبة، مصر
[2] حاكم، المستدرك على الصحيحين، 3: 588، رقم: 6177، دار الكتب العلمية، بيروت
[3] سنن نسائی، 3: 28، رقم: 4382، دار الكتب العلمية بيروت
[4] احمد بن حنبل، المسند، 5: 278، رقم: 22449
[5] سنن نسائی، 3: 28، رقم: 4384
[6] بيهقی، السنن الكبرى، 9: 176، رقم: 18381
[7] طبرانی، المعجم الاوسط، 7: 2423، رقم: 6741، دار الحرمين القاهرة

سحر ہونے کو ہے

بنتِ طبیب

گاڑی گھر کے سامنے رک گئی۔ گھر پر نظر پڑتے ہی سب دھک سے رہ گئے۔ گھر کے گیٹ پر موٹا سا تالا ان کا منہ چڑا رہا تھا۔ نور کسی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اتری اور دروازے کی طرف بڑھی، مگر اس کی مایوسی کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ اندر واقعی نہ بندہ تھا نہ بندے کی ذات۔ ارمغان اور لائبہ کے گھر کے باہر بھی تالا لٹک رہا تھا۔ نور کو پسینہ آنے لگا۔ پھر وہ دوڑتی ہوئی ساتھ والے گھر کی طرف گئی۔ اتنے میں عبادہ اور امینہ خالہ بھی نیچے اتر آئے۔

"نور! رکو!" عبادہ پیچھے سے بولا، "تم رکو! میں پوچھتا ہوں!"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا تو نور پیچھے ہٹ گئی۔

دروازہ کھٹکھٹانے پر ایک ادھیڑ عمر شخص نے سر باہر نکالا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام!... وہ... موحد قریشی صاحب کہاں گئے ہیں؟ آپ کچھ بتا سکتے ہیں؟" عبادہ نے سوال کیا۔

"نہیں بیٹے مجھے نہیں پتہ کہ کہاں گئے ہیں!... پرسوں ہی اچانک گھر چھوڑ کر چلے گئے... نجانے کدھر؟... ان کی غیر موجودگی میں ان کے گھر پر چھاپہ پڑا تھا، میں بھی اس دن گھر پر نہ تھا... سنا ہے دو لڑکے اور ایک لڑکی کو اٹھا کر لے گئے ہیں!... آپ کی تعریف؟"

"میں ان کا بھانجا ہوں... یہ ان کی بھتیجی ہیں نور قریشی!" عبادہ کے بولتے ہی ادھیڑ عمر شخص کی آنکھیں مارے حیرت کے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"اوہ نور بچہ! آپ یہاں ہو!... آپ کے گھر والے تو سمجھ رہے تھے کہ آپ بھی گرفتار ہو گئی ہو!... قریشی صاحب کی اہلیہ اور بیٹیاں تو بہت زیادہ رو رہی تھیں!" وہ تاسف سے بولے۔ پھر کچھ سوچنے لگے۔ "اللہ کے بندے کوئی رابطہ کا طریقہ بھی تو نہیں بتا کر گئے... اصل میں بہت زیادہ گھبرا گئے تھے بے چارے!"

نور کے دماغ میں دھماکے سے ہونے لگے۔ مایوسی اور ٹینشن سے ہاتھ، پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ عبادہ نے بڑے صاحب کو سلام کیا اور واپس ہو لیا۔ نور بھی خاموشی سے من من بھاری ہوتے قدموں سے اس کے پیچھے ہو لی۔

گاڑی میں بیٹھ کر عبادہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر کافی دیر بعد سر اٹھایا۔

"ماما! گھر چلیں؟"

اس کے پوچھنے پر امینہ خالہ نے نور کی جانب دیکھا۔ اچانک نور کے ذہن میں بجلی سی کوندی۔

"عبادہ! راستے میں بس ایک کام کرنا ہے!" وہ یک دم پر جوش ہو کر بولی "پی سی او سے فون کرنا ہے!"

عبادہ نے سر ہلا دیا اور گاڑی چلا دی۔ آدھے گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد ایک چھوٹا سا پی سی او نظر آیا۔ عبادہ نمبر پوچھ کر فون کرنے چلا گیا۔ نور بے چینی سے اس کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگی۔ پھر عبادہ واپس آتا نظر آیا مگر اس کا چہرہ لٹکا ہوا تھا۔ نور کا دل بیٹھ گیا۔ وہ گاڑی کے قریب آیا اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"سگنل نہیں آ رہے!... لگتا ہے کہیں شہر سے دور چلے گئے ہیں!"

نور نے گہرا سانس لیا اور اپنا سر سیٹ پر ٹیک دیا اور آنکھیں موند لیں۔ گاڑی چل پڑی اور گھر کی طرف رواں دواں ہو گئی۔

☆☆☆☆☆

دن یوں ہی گزرنے لگے۔ نور کے روز و شب سخت اذیت میں گزر رہے تھے۔ مصعب اور علی پر تشدد کا منظر اس کو راتوں کو سونے نہ دیتا۔ امینہ خالہ اور جویریہ ہر وقت اس کو بہلا کر رکھنے کی کوشش کرتیں۔ جویریہ خود بھی مختلف فیز سے گزرتی رہتی تھی۔ کسی دن اچانک ہی بلا وجہ خاموش ہو جاتی۔ اور سب کی لاکھ کوشش کے باوجود اس کا منہ کھلوانا ناممکن ہو جاتا۔ کسی دن بے حد چڑچڑی ہو جاتی۔ مگر اکثر و بیشتر خوش مزاج ہی رہتی۔ عبادہ ہفتے میں ایک بار گھر چکر لگا لیتا، جویریہ کی کمزوری عبادہ تھا۔ جب بھی اس کا موڈ بگڑتا، عبادہ کی سفارش آ جاتی۔ اور وہ نجانے اس کو کیا گھول کر پلاتا، اس کو راضی ہونا ہی پڑتا۔ وہ چلا جاتا تو وہ اداس ہو جاتی۔ مگر اب نور کے آنے سے وہ کافی بہل گئی تھی۔ عبادہ نے ابو بکر کی خیریت کی اطلاع تو دے دی تھی، مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کب واپس آئے گا۔ اس ہی سے پتہ چلا تھا کہ ابو بکر کو مصعب اور علی کی گرفتاری کی خبر مل چکی ہے۔ نور بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

آج وہ منہ اندھیرے ہی چھت پر آ گیا تھا۔ اس کو دوبارہ دیکھنے کی خواہش، اس کو چین سے بیٹھنے نہ دے رہی تھی۔ کل کا سارا دن وہ اس کو نظر نہ آئی تھی۔ فجر کی اذان ہوئی مگر اس سے وہاں

سے ہلا نہ گیا۔ ساتھی تو ویسے بھی سو رہے ہوں گے۔ اتنے اندھیرے میں اس کے باہر نکلنے کے آثار نہیں تھے۔ مگر وہ پھر بھی نیچے جھکا ہوا تھا کہ اچانک نیچے کے گھر کا دروازہ پھر کھلا اور وہ باہر آگئی۔ اس کے پیچھے ہی ایک شخص اس کے بازو کو پکڑے لڑکھڑا کر چل رہا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک اور شخص کھڑا گہری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس شخص پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کا دماغ بری طرح کھولنے لگا۔ اس نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس شخص کا بھیجا ہی اڑا دے یا کم از کم اس کا سر دیوار میں ہی مار دے۔ وہ غصے سے نیچے دیکھ رہا تھا کہ اپنے کندھے پر دباؤ محسوس ہونے پر چونک کر مڑا، اور ساکت رہ گیا۔

''بھیا! میں کافی دنوں سے آپ کے چھت پر لگتے چکر نوٹ کر رہا ہوں!... آپ ان خاتون میں کچھ دنوں سے غیر معمولی دلچسپی نہیں لے رہے؟'' مخاطب کا لہجہ اتنا سنجیدہ تھا کہ اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا اور اس سے چاہنے کے باوجود صحیح جواب نہ ادا ہو پا رہا تھا۔ اتنی اچانک افتاد نے اس کو گونگا کر دیا تھا۔

☆☆☆☆☆

وہ خط ہاتھ میں تھامے بے یقینی سے اس پر لکھا نام پڑھ رہی تھی۔

'بنتِ احمد قریشی کے نام... ابنِ احمد قریشی کی طرف سے!'

اس کی باچھیں کھل گئیں، اور اس سے کھڑا رہنا مشکل ہو گیا۔ آج ہی عبادہ آیا تھا اور امینہ خالہ نے کچھ بتائے بنا خط اس کو تھما دیا تھا۔ اور اب قریب کھڑی اس کے چہرے کے بدلتے زاویے دیکھ کر محظوظ ہو رہی تھی۔

''کس کا خط ہے نور؟'' امینہ خالہ نے مسکرا کر پوچھا تو نور بچوں کی طرح خوش ہو کر ان کی طرف مڑی۔ ''خالہ ابو بکر کا خط ہے!'' نور کو یوں خوش دیکھ کر وہ دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کرنے لگیں۔

'دل و جان سے عزیز اپنی پیاری بہن نور کے نام ابو بکر کی طرف سے!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تم ایمان و صحت کی بہترین حالت میں ہو۔ پیاری بہنا! مجھے اس خوفناک واقعہ کی اطلاع مل چکی ہے، جو تمہارے ساتھ پیش آیا ہے اور جس نے میری راتوں کی نیند اڑا دی ہے! لیکن... ساتھ ہی اللہ کا شکر کرتا نہیں تھکتا کہ اس نے تمہیں بچا لیا۔ اس بات پر ہم سب جتنا شکر ادا کریں کم ہے!

اچھا پیاری بہنا! تمہیں یہ بتانا تھا کہ میں تم کو بہت یاد کرتا ہوں، مگر اللہ کے فرض کی پکار کے آگے بے بس ہوں۔ میں آج کل ایک ایسے کام میں مصروف ہوں، جس سے بچ کر واپس آنا شاید ممکن نہ ہو!... تم دل چھوٹا نہ کرنا اور خالہ کا خیال رکھنا! ان کا ہر کہنا ماننا اور مجھے معاف کر دینا!

تمہیں بہت یاد کرتا ہوں!

والسلام علیکم

تمہارا بھائی

ابو بکر'

نور کی خوشی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

''خالہ!''

''جی بیٹے؟'' خالہ نے کتاب پڑھتے ہوئے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔

''ابو بکر نے آپ کو بھی خط لکھا ہے؟''

''جی!'' خالہ نے دھیرے سے سر ہلا دیا۔

''کیا لکھا ہے اس نے؟'' اس سے اپنی کیفیت چھپانا مشکل ہو رہی تھی۔

''بٹیا! اس نے تو کافی سنجیدہ باتیں لکھی ہیں!...'' انہوں نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا، ''بتا دوں؟''

''جی بتا دیں۔''

''اِدھر آؤ!'' انہوں نے اشارے سے اس کو اپنے قریب بلایا۔ وہ ان کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔ ''بٹیا! ابو بکر نے مجھے لکھا ہے کہ تمہیں اپنی بیٹی بنا لوں!''

☆☆☆☆☆

''عبادہ! ابو بکر کا خط تم نے پڑھا؟'' امینہ خالہ نے خط پڑھتے ہی اس کی جانب دیکھا۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کے حیرت کے آثار نہ تھے۔

''جی! بس سرسری سا پڑھا تھا!'' اس نے سپاٹ لہجے میں بولا۔

''تو تمہیں پہلے ہی معلوم تھا کہ اس کی جان خطرے میں ہے؟'' امینہ خالہ نے جانچتی نگاہوں سے اس کو دیکھا۔ وہ کچھ نہ بولا، پھر دھیرے سے بڑبڑایا۔

''اس کو یہ لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟''

"اس کے بعد والی بات کیا تم نے نہیں پڑھی؟" امینہ خالہ کو اس کی بے پرواہی پر غصہ آیا۔

"کیا لکھا ہے؟" اب کی بار وہ ذرا چونکا۔

"اس نے مجھ سے التجا کی ہے کہ میں نور کو اپنی بیٹی بنالوں!"

"ماما! وہ تو پہلے سے ہی آپ کی بیٹی ہے!" عبادہ نے نا سمجھتے ہوئے کہا۔

"وہ چاہتا ہے کہ تمہارے واسطے سے میں اس کو اپنی بیٹی بنالوں!" امینہ خالہ معنی خیز انداز میں مسکرادیں۔ اب کی بار عبادہ بات کی تہہ تک پہنچ گیا اور اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ آنکھیں پھاڑے امینہ خالہ کو دیکھے گیا پھر جھٹکے سے سر جھکا لیا۔

"کیوں ختم ہوئے معاملہ کو دوبارہ اٹھانا چاہ رہے ہیں آپ لوگ؟"

"بیٹے! نور کو ہماری ضرورت ہے!"

"ماما!" وہ بولا تو نہ چاہنے کے باوجود ناگواری اس کے لہجے میں بر آئی۔ "آپ کو یاد نہیں... معاملہ کتنی ناگواری سے ختم ہوا تھا... نور ہمارے گھر میں ویسے بھی تو رہ سکتی ہے!"

"بیٹے! بات کو سمجھو!... اس طرح تم نہیں مانو گے تو اس کو کسی اور گھر جانا پڑے گا۔ کیا یہ اچھا نہیں کہ وہ ہمارے ہی گھر رہے!"

"ماما..."

"عبادہ! اب تو تمہیں اس کے دین پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے! بلکہ اب اس کو تمہاری وجہ سے تقویت ملے گی۔" امینہ خالہ بات کاٹ کر بولیں۔

"ماما!" عبادہ نے پھر پہلو بچانا چاہا۔ "وہ... اس کا تو رشتہ طے ہے!"

"کیا تم چاہتے ہو کہ ایک دین دار لڑکی کو زبردستی ایک ایسے لڑکے سے بیاہ دو جو اس کو دین پر عمل نہ کرنے دے اور جو کفار کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہو؟" امینہ خالہ نے غصے سے اس کی جانب دیکھا۔ "مصعب اور ابو بکر کو تو وہ پہلے ہی پسند نہیں تھا!"

"اچھا!" آخر عبادہ نے ہتھیار ڈال دیے۔ "مگر آپ پہلے نور سے تو پوچھیں!"

عبادہ کو ہار مانتا دیکھ کر امینہ خالہ فاتحانہ مسکراہٹ لیے اٹھ کھڑی ہوئیں، اور کمرے سے نکل گئیں۔

☆☆☆☆☆

"کیا مطلب خالہ؟" نور نے اچھنبے سے ان کی جانب دیکھا۔

"بیٹے تم عبادہ کا رشتہ قبول کرو گی؟"

نور کو زور کا جھٹکا لگا اور اس کا ردعمل بھی عبادہ سے کچھ کم نہ تھا۔

"خالہ؟..." اس سے مزید کچھ بولا نہ گیا۔

"بٹیا! ابو بکر نے مجھے خط میں لکھا ہے کہ اس کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں... مصعب اور موحد چچا ہماری پہنچ سے دور ہیں!... ارمغان اس کو پہلے دن سے ہی پسند نہیں تھا... ان حالات میں کیا تم عبادہ کا رشتہ قبول کرو گی؟"

نور کچھ دیر خاموش رہی پھر دھیرے سے گویا ہوئی۔

"خالہ! ان حالات میں شادی کا کس کا دل چاہتا ہے؟... مگر حالات نے مجھے اپنا دل مارنا بھی سکھا دیا ہے!... اب میں نے بس... اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر چھوڑ دیا ہے!... بس جس طرف وہ مجھے لے جائے گا میں قبول کر لوں گی!" بولتے بولتے نجانے کیوں اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ "خالہ! مجھے آپ کی ضرورت ہے!... مجھے آپ کے اندر اماں نظر آتی ہیں... اس لیے میں آپ کو استخارہ کر کے فائنل جواب دے دوں گی! ان شاء اللہ!"

امینہ خالہ کو نور کے اتنا جلد مان لینے اور حالات کی نزاکت کا اندازہ لگا لینے کی امید نہ تھی۔ وہ ان کی امید سے زیادہ سمجھدار ہو چکی تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

"میری بچی! ان شاء اللہ تم دیکھنا اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے فیصلے پر پچھتانے نہیں دے گا! ان شاء اللہ!"

نور خاموشی سے ان کے سینے سے لگی رہی۔

☆☆☆☆☆

آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ کالونی کے باہر بچے کھیل رہے تھے۔ کوئی کرکٹ کھیل رہا تھا تو کوئی فٹ بال سے۔ بادل بھی سورج کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔

قریب ہی ایک دکان کے باہر ابو بکر بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اچانک گلی کے موڑ سے ایک شخص مڑتا اور اس کی طرف آتا دکھائی دیا۔

"السلام علیکم!" وہ بندہ دھیرے دھیرے چلتا اس کے قریب آ گیا۔

"وعلیکم السلام! بھیا کیا رپورٹ ہے؟" ابو بکر نے بے چینی سے پوچھا۔

"کہیں دور چل کر بتاتا ہوں!" اس شخص نے ارد گرد کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

ابو بکر نے سر ہلا دیا اور دونوں دھیرے دھیرے قدم بڑھانے لگے۔ قریب ہی ایک پارک تھا، وہ دونوں اس میں داخل ہو گئے، اور لوہے کی بینچ پر بیٹھ گئے۔ پارک بچوں کے شور سے گونج رہا تھا۔ بچے شور مچاتے ہوئے، ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ کچھ بچے جھولوں پر ایک دوسرے سے جھگڑ رہے تھے۔

''اچھا! اب بتائیں عبید بھائی!''

''وہ افضل وٹو جو ہے ناں... اس کے پاس کل گیا تھا... اس کی سکیورٹی بہت زیادہ ہے!... وہ پہلے تو مجھ سے ملنے پر تیار نہ تھا... پھر میں نے صحافی کے روپ میں ملنا چاہا تو اجازت مل گئی اور اب اگلے ہفتے کا ٹائم ملا ہے!... مگر مجھے لگتا ہے کہ کاروائی مشکل ہو گی... سکیورٹی بہت ٹائٹ ہے!'' عبید بھائی نے ساری بات گوش گزار کر دی۔

ابو بکر کچھ دیر سوچتا رہا، پھر بولا،

''میرا نام تو نہیں لینا پڑا؟''

''جی لینا پڑا... میں نے کہا اسلم نے بھیجا ہے تب ہی تو اس تک رسائی ممکن ہوئی... لیکن مجھے لگتا ہے اس طرح آپ کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی!''

''ہوں!'' ابو بکر سوچ میں ڈوب گیا، ''اس کے لوگوں نے مجھے دیکھا ہوا ہے، جب اسکول کے لیے امداد لینے کے بہانے گیا تھا... بے وقوف شخص ہے!... بہت جلد لوگوں پر اعتماد کر لیتا ہے!... چلیں پھر دیکھتے ہیں ان شاء اللہ!''

''ان شاء اللہ!''

☆☆☆☆☆

''نور!'' امینہ خالہ پریشانی سے نور کو پکارتیں کمرے سے باہر نکلیں۔ نور باہر صحن میں بیٹھی شام کے برتن دھو رہی تھی۔

''جی خالہ؟'' وہ ان کو پریشان دیکھ کر برتن چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بٹیا! عبادہ کہہ رہا ہے کہ ابو بکر کی خیریت کے لیے دعا کرو... ریڈیو پر خبر آئی ہے کہ آئی ایس آئی کے ایک افسر کو دو لوگوں نے گھر میں داخل ہو کر گولیاں مار کر ہلاک کر دیا ہے!... اور پولیس اہلکار دونوں حملہ آوروں کی ہلاکت کا دعویٰ کر رہے ہیں!'' امینہ خالہ یہ کہہ کر واپس عبادہ کے پاس چلی گئیں۔

نور کے برتن دھوتے ہاتھ سست پڑ گئے اور اس کا دل بوجھل ہونے لگا۔ پھر وہ اٹھی اور اندر کمرے میں چلی گئی۔ جویریہ پہلے ہی مصلے پر بیٹھی تھی۔ اس نے بھی مصلہ بچھایا اور دعائیں کرنے لگی۔

☆☆☆☆☆

آج صبح سے گھر میں کافی چہل پہل تھی۔ امینہ خالہ صبح سے ہی مصروف تھیں۔ آج نور کا نکاح تھا۔ عبادہ مردان خانے میں بیٹھا تھا۔

دو تین فیملیز کو بلوایا گیا تھا۔ ایک عبادہ کے امیر صاحب احمد بھائی کی فیملی تھی اور دو عرب فیملیز تھیں۔

احمد بھائی کی اہلیہ اسماء باجی نے نور کو تیار کر دیا۔ وہ خود ہی نور کے لیے شادی کا جوڑا اور پانچ چھ جوڑے شادی کی ہی مناسبت سے لے آئی تھیں۔ خواتین نے اکٹھے بیٹھ کر کچھ جہادی ترانے بھی پڑھ لیے۔ نور بس خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اس دن کے لیے اس نے کتنے خواب دیکھے تھے۔ عام حالات میں نکاح والا دن اس کی زندگی کا خوشگوار ترین دن ہوتا، مگر اب اس کا دل کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ ساری امنگیں مر چکی تھیں۔ سب خواہشات حالات کی نذر ہو چکی تھیں۔

جویریہ بھی اس کے پہلو سے پہلو ملائے بیٹھی تھی۔ اپنے اکلوتے بھائی کی شادی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ سکنے کے باوجود آج وہ غیر معمولی خوش دکھائی دے رہی تھی اور صبح سے نور کے برابر بیٹھی باتیں کر کر کے اس کا دماغ کھا رہی تھی۔ نجانے کہاں سے اچانک اس کو اتنی ساری باتیں یاد آ گئی تھیں!

''جویریہ تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو جاؤ! نور تھک جائے گی!'' امینہ خالہ کے کہنے پر اس کا منہ بن گیا۔

''رہنے دیں خالہ!... میں فریش رہوں گی اس کی باتیں سن کر!'' نور اس کو یوں خوش دیکھ کر خود بھی اچھا محسوس کر رہی تھی۔

اور جویریہ پھر شروع ہو گئی۔

''قبول ہے!''

نور کی ہلکی سی آواز بمشکل سنائی دی اور خواتین میں مبارک باد کا شور مچ گیا۔ امینہ خالہ اور جویریہ بے اختیار رونے لگیں۔ نور بھی آبدیدہ ہو گئی۔ اس کی زندگی کا نیا باب رقم ہو گیا تھا۔

شام تک وہ سادگی سے ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں رخصت ہو کر آگئی۔ نور کو اس بات کی سب سے زیادہ خوشی تھی کہ اس کی شادی اس حدیث کے مصداق ٹھہری تھی کہ جس شادی میں جتنا کم خرچہ ہو گا وہ اتنی ہی بابرکت ہو گی۔

عبادہ جھجکتا جھجکتا کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے سفید شلوار قمیص پہن رکھی تھی۔ جس کے اوپر گہری براؤن واسکٹ بہت متناسب لگ رہی تھی۔ کالی پگڑی نفاست سے سر پر بندھی ہوئی تھی اور شملہ دائیں طرف کو ڈالا ہوا تھا۔ کندھوں تک آتے بال تیل کی وجہ سے چمک رہے تھے۔ اس کے چہرے پر نور کا ہالہ سا تھا جو آج پہلے سے بھی زیادہ پر رونق لگ رہا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا امینہ خالہ کے برابر میں آکر بیٹھ گیا۔ امینہ خالہ کچھ ہی دیر بیٹھ کر دونوں کی بلائیں لیتیں جویریہ کو سہارا دے کر کمرے سے چلی گئیں۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ دونوں ہی اپنی اپنی سوچوں میں گم ہو گئے۔

"السلام علیکم نور!" آخر عبادہ اتنا ہی بول پایا اور خاموش ہو گیا۔

"وعلیکم السلام!" وہ ہلکی سی آواز میں بولی۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد عبادہ نے پھر بات کرنے کی کوشش کی،

"نور! آپ اس رشتے سے خوش ہو؟... کوئی زور زبردستی تو نہیں؟"

"نور نے نفی میں سر ہلا دیا تو عبادہ نے نجانے کب کا رو کا ہوا سانس بحال کیا اور مسکرایا۔

"الحمدللہ!... میں بھی بہت خوش ہوں!"

نور نے نظریں اٹھا کر عبادہ کی جانب دیکھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عبادہ کا کھلا ہوا چہرہ یک دم ماند پڑ گیا۔

"عبادہ! ہم تو اس دنیا میں خوش رہنے نہیں آئے! میرا دل تو کب کا مر چکا ہے!" وہ دھیرے سے آنسوؤں کے درمیاں بولی۔

عبادہ نے خاموشی سے نظریں جھکا لیں۔

"نور!... اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے... جب ہم نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تو پھر غم کس بات کا؟... اسی لیے ہم اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر کبھی ناخوش نہیں ہوتے... بظاہر کتنی ہی مشکل لگے!..." وہ اس سے نظریں ملائے بغیر بولا۔ نور خاموشی سے اس کی بات سننے لگی۔ "یہ دنیا آزمائش گاہ ہے!... تم صحیح کہتی ہو کہ ہم اس دنیا میں خوش رہنے کے لیے نہیں بھیجے گئے... مگر اللہ تعالیٰ جو بونس کے طور پر خوشیاں دے ان کا خیر مقدم بھی تو کرنا چاہیے... ورنہ یہ ناشکری ہو جاتی ہے!"

"عبادہ! میں بھی خوش رہنا چاہتی ہوں!"

"ان شاء اللہ فکر نہ کرو! میں تمہیں ہمیشہ خوش رکھوں گا!... اور شکایت کا موقع نہیں آنے دوں گا! یہ میرا اپنے رب سے وعدہ ہے!" وہ مسکرایا تو نور کے پژمردہ سے دل میں کسی کونے میں خوشی کی کونپل سی پھوٹی۔ اس نے ہر چند چاہا کہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہ آئے مگر وہ ناکام رہی اور اس کا چہرا کھل اٹھا۔

"لگتا ہے میرے اپنے رب سے کیے وعدے نے تمہیں بہت خوش کیا ہے!" عبادہ محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔ نور نے خفت سے چہرہ جھکا لیا۔

"نور! اللہ تعالیٰ کے فیصلے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے... خالو جان نے جب تمہاری زندگی کو بہتر بنانے کے لیے مجھے انکار کیا تھا... تو انہیں معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ تو ہم دونوں کو ایک دوسرے کا ہمسفر بنانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔"

"عبادہ!..." نور نے بولنا چاہا مگر عبادہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"یہ مت سمجھو کہ میں کوئی شکوہ کر رہا ہوں..." وہ مسکرایا۔ "بلکہ میں تو تقدیر کے فیصلوں پر حیران ہوں!"

اچانک کمرے کا دروازہ زور دار آواز سے کھٹکا اور باہر سے کسی کی شناسا سی آواز سنائی دی،

"اوئے! جلدی کر! مجھے آدھے گھنٹے سے انتظار کرا رہا ہے! تو نے کہا تھا کہ صرف دس منٹ بعد بلا لے گا!"

"اوئے! تو ہماری باتیں سن رہا تھا؟" عبادہ نے خفت سے اپنی گھڑی کی جانب دیکھا۔

"اب آ جاؤں؟" باہر سے دوبارہ آواز سنائی دی۔

نور بے یقینی سے کبھی عبادہ تو کبھی دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی۔ دروازہ آہستہ سے کھلا اور دروازے میں کھڑے شخص کو دیکھ کر نور کی بڑی بڑی آنکھیں مزید بڑی ہو گئیں۔

"آنکھیں کم پھاڑو... کہیں ابل کر باہر نہ گر پڑیں!" ابو بکر کی شرارت بھری آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ دروازے میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"ابو بکر!" نور ارد گرد بھلا کر کھڑی ہو گئی اور اپنے کپڑے سنبھالتی دوڑ کر اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ ابو بکر کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔ نور نے روتے ہوئے ابو بکر کو یوں پکڑا ہوا تھا گویا چھوڑتے ہی نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔

"چلو نور! اب چھوڑ بھی دو!" ابو بکر نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ نور آنسو پونچھتے ہوئے پیچھے ہو گئی۔

”تم... کیسے آئے؟ تم تو...“ نور نے حیرت سے پوچھا۔

”میں تو مارا گیا تھا؟“ وہ ہنس دیا۔ ”جھوٹ بولتے ہیں! ہم دونوں الحمدللہ بالکل ٹھیک ہیں!“

نور بے یقینی سے اس کو دیکھے گئی۔

”چلو اب بیٹھ جاؤ!“ ابو بکر نے زمین پر بچھے گدے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ عبادہ اور نور اس کے سامنے بیٹھ گئے۔

نور کا چہرہ اب پر سکون ہو چکا تھا۔ اندر کا غبار آنسوؤں کی صورت میں بہا کر وہ اب اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔

”ابو بکر! تمہیں مصعب اور علی...“ نور بولنے لگی تھی کہ ابو بکر نے اس کا جملہ اچک لیا۔

”ہاں! مجھے سب کچھ پتہ ہے!... نور دیکھو تمہیں اب زندگی ایک نئے رخ سے گزارنا ہوگی... اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار رکھو!“ ابو بکر سنجیدہ لہجے میں بولا۔ ”تم اب ایک مجاہد کی بہن کے ساتھ ساتھ ایک مجاہد کی بیوی بھی بن چکی ہو... الحمدللہ!... لیکن اس وجہ سے ہماری زندگیوں کے ساتھ تم بھی خطرے کی زد میں آچکی ہو!“

”مگر... تم لوگ ایسے کام کرتے ہی کیوں ہو جس سے تم لوگوں کے ساتھ ساتھ تمہارے پیاروں کو بھی خطرہ ہو جائے؟“ نور نے نا سمجھتے ہوئے پوچھا تو عبادہ اور ابو بکر بے ساختہ ہنس دیے۔

”نور! یہ تو ایک لمبی بحث ہے!“ عبادہ پہلی بار گفتگو میں شامل ہوتے ہوئے بولا۔ ”ان شاء اللہ اگر زندگی رہی تو ضرور تم سے کروں گا!“

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ ہر کوئی اپنی اپنی سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ آخر کافی دیر کے بعد عبادہ نے خاموشی توڑتے ہوئے ابو بکر کی جانب شرارت سے دیکھا۔

”اوئے! ابو بکر! یاد ہے کیسے ہم نے ’رابعہ‘ کی شادی خراب کی تھی!... اس کا دلہا چھپا کر!“ وہ مسکرا کر بولا تو ابو بکر کی ہنسی چھوٹ گئی۔

نور بھی بچپن کی حسین یادوں میں گم ہو گئی جب اس کی گڑیا رابعہ کی شادی کے نکاح والے دن گڈا غائب ہو گیا تھا۔ اور بہت ڈھونڈنے کے باوجود نہ ملا تھا۔

”تو یہ تم لوگوں کا کارنامہ تھا؟“ وہ بھی ہنس کر بولی۔ ابو بکر اور عبادہ ابھی تک ہنسے جا رہے تھے۔

”یاد ہے نور، ہاجرہ اور جویریہ کی شکلیں کیسی بنی ہوئی تھیں!“ ابو بکر بولا ”نور تو ہاجرہ کے گلے لگ کر رو رہی تھی کہ رابعہ کے نکاح والے دن کوئی اس کے دلہا کو اغوا کر کے لے گیا ہے!“

”جیا تو میرے سے آکر شکوے کر رہی تھی کہ نور کا اتنا پیارا گڈا تھا کسی نے چوری کر لیا!“

ان دونوں سے چاہنے کے باوجود ہنسی روکی نہیں جا رہی تھی۔

”ہاں ہاں! ہنستے رہو!... مجھے بھی یاد ہے جب ساتھ والوں کا کتا ہمارے پیچھے لگ گیا تھا تو ابو بکر توڑر کے مارے کوڑہ دان میں گھس گیا تھا اور عبادہ گٹر میں گر گیا تھا!“ نور نے شرارت سے دونوں کی جانب دیکھا تو یک دم ان دونوں کی ہنسی کو بریک لگ گئی اور دونوں ہی کب؟ کب؟ کرنے لگے۔

پھر وہ تینوں بچپن کے حسین دور میں گم ہو گئے۔

☆☆☆☆☆

امریکی اور بھارتی حملے کو اب دو سال ہونے کو تھے۔ ابو بکر اور نور کے اپنے رشتہ داروں کو ڈھونڈتے ہوئے آٹھ ماہ گزر گئے تھے۔ کچھ حالات کی وجہ بنی اور کچھ ابو بکر اور عبادہ کی مصروفیات کی وجہ سے وہ زیادہ تگ و دو کر ہی نہ سکے۔ پورے ملک میں بمباریاں، چھاپے وقتاً فوقتاً جاری تھے۔

”نور! نور!“ ابو بکر آوازیں دیتا ہوا صحن میں داخل ہوا مگر فوراً جھٹکے سے واپس مڑا۔ نور اور جویریہ صحن میں ہی بیٹھی تھیں۔ نور ابو بکر کی آواز سن کر اٹھ گئی۔

”کیا ہوا ابو بکر؟“

”تیاری کر لو آج نمرہ پھپھو کی طرف جانا ہے!“ وہ کہہ کر واپس مڑ گیا۔

☆☆☆☆☆

گاڑی سڑک پر رواں دواں تھی۔ فوج کی چوکیوں سے بائی پاس کرتے، بچتے بچاتے وہ آخر ڈیفنس پہنچ ہی گئے۔ یہاں پر بمباری بہت کم ہوئی تھی۔ کیونکہ یہ فوجیوں کا علاقہ تھا۔ البتہ کبھی کبھار ایک آدھ گولہ آکر یہاں بھی پھٹ جاتا تھا۔ یہاں پر گھروں کی تعمیرات جاری تھیں، باوجود یہ کہ جنگی حالت تھی۔

عبادہ نے گاڑی ایک خوبصورت بنگلے کے سامنے روک دی۔ وہ دونوں نیچے اتر گئے۔

ابو بکر کے دروازہ کھٹکھٹانے پر ایک بوڑھے شخص نے دروازہ کھولا اور سوالیہ نگاہوں سے ان کی جانب دیکھنے لگا۔ بوڑھا ان کے لیے اجنبی تھا۔

”السلام علیکم!... یہ فہد صدیقی صاحب کا گھر ہے؟“ ابو بکر نے پوچھا۔

”نہیں بیٹے! وہ تو ابھی دو تین ماہ پہلے یہ گھر بیچ کر شاید ملک سے باہر چلے گئے ہیں۔“

ابو بکر اور نور کے پُر امید چہرے پھر لٹک گئے اور مایوسی سے واپس آکر گاڑی میں بیٹھ گئے۔

’’ابو بکر! اب کیا کریں؟‘‘ آخر نور نے خاموشی توڑی۔

’’گھر چلیں اور کیا کریں؟‘‘ ابو بکر پھیکی سی ہنسی ہنس دیا اور عبادہ نے گاڑی واپس موڑ لی۔

☆☆☆☆☆

باہر کا دروازہ دھاڑ سے کھلا اور عبادہ گھر میں داخل ہوا۔ نور اور امینہ خالہ گھبرا کر اپنے اپنے کمروں سے باہر نکل آئیں۔

’’کیا ہوا عبادہ؟ خیر تو ہے؟‘‘ امینہ خالہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔

’’نہیں خیر نہیں ہے!... ہمارا بہت قریبی ساتھی گرفتار ہو گیا ہے اس لیے گھر فوراً شفٹ کرنا ہے!‘‘ نور اس اچانک افتاد پر گھبرا گئی۔ مگر امینہ خالہ بالکل پرسکون رہیں۔

’’اچھا! کب نکلنا ہے؟‘‘

’’بس آدھے گھنٹے میں!‘‘ وہ گھڑی دیکھ کر تیزی سے بولا۔ وہ خود بھی کافی پریشان لگ رہا تھا۔ ’’میں گاڑی کا بندوبست کرتا ہوں آپ لوگ تیاری کریں!‘‘

نور فکرمندی سے عبادہ کو گھر سے نکلتے دیکھتی رہی۔ امینہ خالہ بھی اس کی کیفیت بھانپ گئیں۔ اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

’’نور لگتا ہے تم پریشان ہو گئی ہو!‘‘ وہ مسکرا کر بولیں ’’فکر نہ کرو کچھ نہیں ہوتا ان شاء اللہ!... ہمارے ساتھ رہو گی تو خود ہی عادت ہو جائے گی!‘‘

’’خالہ! اتنی جلدی سارا گھر کیسے سمٹے گا؟‘‘

’’ان شاء اللہ سمٹ جائے گا! فکر نہ کرو!‘‘ انہوں نے پیار سے اس کا گال سہلایا تو وہ بھی ہنس دی۔

☆☆☆☆☆

اور واقعی امینہ خالہ نے آدھے گھنٹے میں پورا گھر پیک کر دیا۔ گھر میں سامان تھا ہی گنتی کے برابر۔ اس لیے زیادہ مشکل نہ ہوئی تھی۔ عبادہ گاڑی لے کر آ گیا۔

’’واہ! ماشاء اللہ! اتنی جلدی پیک کر لیا آپ لوگوں نے!‘‘ وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

’’ہاں بھئی! یہ سارا نور کا کمال ہے!‘‘ امینہ خالہ نے محبت سے نور کی جانب دیکھا۔ وہ مسکرا دی۔ وہ جانتی تھی کہ خود کام کرنے کے باوجود امینہ خالہ نے سارا کریڈٹ اس کو دے دیا تھا۔

’’اچھا؟ ماشاء اللہ! تم تو بڑی جلدی ماہر ہو گئی ہو!‘‘ عبادہ نے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

’’بھیا! میری آنکھیں بھی ٹھیک ہوتیں تو میں بھی ماما کی مدد کرتی!‘‘ جویریہ جو نور کے قریب ہی بیٹھی تھی منہ بنا کر بولی۔ عبادہ اور امینہ خالہ نے اس کے لہجے پر چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ نور کو البتہ اس کی بے بسی پر ترس آیا۔ بے چاری اپنے آپ کو ناکارہ پرزہ سمجھنے لگی تھی۔ اس نے تاسف سے اس پر ایک نظر ڈالی۔

’’اچھا!... میں ذرا سامان لوڈ کرتا ہوں!‘‘ وہ نور کو کچھ اشارہ کر کے باہر کی طرف بڑھ گیا۔ نور بھی فوراً اس کے پیچھے لپکی۔

ان دونوں کے باہر نکلتے ہی امینہ خالہ نے جویریہ کی طرف رخ کیا۔

’’جویریہ!... یہ کیا تھا؟‘‘ انہوں نے بمشکل غصہ ضبط کیا اور نرمی سے بولیں۔

’’کچھ بھی نہیں تھا!‘‘ وہ روٹھے روٹھے انداز میں بولی۔

’’جیا!‘‘ اب کی بار امینہ خالہ کے لہجے میں تنبیہ تھی، ’’یہ تم نے کیا حرکت کی تھی؟ یہ تو حسد کی علامت ہے بیٹا!... تمہیں نور کی تعریف کیوں برداشت نہ ہوئی؟‘‘

’’ماما!‘‘ یک دم اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، ’’مجھے لگا تھا کہ میری آنکھیں نہ ہونے کی وجہ سے اب کوئی حیثیت ہی نہیں رہی!‘‘ امینہ خالہ اس کی بے وقوفی پر بے ساختہ ہنس پڑیں۔

’’جیا! یہ کیا احمقانہ خیال ہے؟... کبھی تمہاری اہمیت اس گھر میں کم ہو سکتی ہے؟... میری بیٹی!... دیکھو جب کوئی نیا فرد کسی گھر میں اپنا مقام بنوا رہا ہوتا ہے تو دوسروں کو ضرور محسوس ہوتا ہے کہ وہ نظر انداز ہو رہے ہیں... حالانکہ یہ بات نہیں ہوتی... صرف ہمیں توجہ میں کسی کی شراکت برداشت نہیں ہو رہی ہوتی۔ حالانکہ... ہمارے ظرف اتنے بڑے ہونے چاہئیں... یہ بس کچھ دیر کی بات ہوتی ہے... آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جاتا ہے... بس تھوڑا صبر، بڑا ظرف، تحمل اور محبت کی ضرورت ہوتی ہے!‘‘ امینہ خالہ اس کو سمجھانے لگیں۔ جویریہ خاموشی سے ان کی بات سن رہی تھی۔ ’’کیا نئے بچے کی پیدائش پر پہلے بچے سے ماں باپ کی محبت کم ہو جاتی ہے؟ یا توجہ کم ہو جاتی ہے؟‘‘

ان کی بات سن کر جویریہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکان نمودار ہوئی۔ گویا وہ نقطہ سمجھ گئی تھی۔

’’مگر ماما! آپ اور بھائی سارا وقت نور نور کرتے رہتے ہیں!... اس کے آگے پیچھے پھرتے رہتے ہیں!‘‘

’’بیٹے! نور کو بھی تو ہم نے یہ باور کروانا ہے کہ ہمیں اس سے بہت محبت ہے اور وہ اس گھر کا حصہ ہے!... تاکہ وہ اس گھر کو اپنا گھر سمجھے!... اور اس کو اکیلا پن محسوس نہ ہو!... اس کے بارے میں بھی تو سوچو!

(بقیہ صفحہ نمبر ۶۸ پر)



خیالات کا ماہنامچہ

معین الدین شامی

ذہن میں گزرنے والے چند خیالات: اکتوبر ۲۰۲۱ء

تمام حمد و ثنا، اسی کے لیے ہے جس نے زندگی کو امتحان اور دنیا کو گاہِ امتحان بنایا، پھر اپنی رضا اپنے حبیب کی اتباع میں رکھ دی اور اپنے حبیب کو ہمارا حبیب بھی بنا دیا، صلی اللہ علیہ وسلم! خیر کی ساری گراریاں اس نے اپنی توفیق میں پنہاں رکھیں اور توفیق کو بھی اتباعِ حبیب سے جوڑ دیا۔ اللہ پاک ہمیں اپنے دین کی محنت کی توفیق ذاتی و اجتماعی زندگی میں دیں اور خاتمہ بالخیر، بصورتِ شہادت فی سبیل اللہ عطا فرمائیں، آمین!

Absolutely 'YES'!!!

Absolutely No!، وہ ٹرینڈ ہے جو عمران-باجوہ سمارٹ مارشل لائی حکومت نے اپنے پروپیگنڈا ٹُولز کو استعمال کرتے ہوئے چلایا۔ اس پروپیگنڈے کے لیے ظاہر ہے بنیادی خوراک عمران خان کی زبان سے ہی مہیا ہوئی بلکہ یہ دراصل عمران خان ہی کا قول ہے۔

یوں تو پہلے بھی یہ yes ہی تھا، بس کچھ ڈیلنگ کی بات تھی اور اس yes کا نتیجہ افغانستان کے لوگ امریکی انخلا کے روز سے دیکھ رہے ہیں۔

یہ yes اور no کی جاپ امریکہ کو اڈے فراہم کرنے کی ہے۔ جس روز یعنی ۳۱ اگست ۲۰۲۱ء کو امریکہ نے اپنا مکمل انخلا رسماً پورا کیا اسی روز پاکستانی فضائی اڈوں سے امریکی ڈرون طیارے حدودِ افغانستان میں امریکی سکیم 'Over the horizon' کے تحت داخل ہو گئے۔ ان اڈوں کی فراہمی کا انکار پاکستان نے پہلے بھی کیا، لیکن جیسا کہ کسی نے پہلے کہا تھا کہ پہلے جس خفیہ ترتیب سے امریکہ کو اڈے مشرف دور میں فراہم کیے گئے وہ سبھی ترتیبیں تو آج بھی موجود ہیں۔ اہم بات یہ بھی ہے کہ yes اور no کے اس کھیل میں زبان تو عمران کی ہے لیکن اصل کام اسی ادارے کا ہے جو اس ملک کا کرتا دھرتا ہے۔

اسی بحث کو ایک بار دوبارہ سی این این کی رپورٹ نے جان بخشی جس میں کہا گیا کہ امریکی کانگریس کو ایک بریفنگ دی گئی اور بتایا گیا کہ:

- امریکی نائب وزیر خارجہ وینڈی شیرمَن نے ماہِ اکتوبر ۲۰۲۱ء کے پہلے عشرے میں اپنے دورۂ پاکستان کے دوران اڈوں کے متعلق سہولت کاری پر بات کی۔
- اڈوں کی فراہمی کے متعلق امریکی حکام کے سامنے پاکستان نے خود 'دلچسپی' کا اظہار کیا۔
- اور اس ملاقات کے نتیجے کے طور پر یہ سمجھا جا سکتا ہے جلد معاہدہ طے پا جائے گا۔

امریکی فوج تو پاکستان کے فضائی اڈے پہلے سے ہی استعمال کر رہی ہے پھر اس معاہدے کے طے ہونے کا کیا مطلب ہے؟ بڑے نوٹوں کا حصول!

بنگلہ دیش: اہلِ برِّصغیر! اٹھو قرآن کی خاطر!

سولہ اور سترہ اکتوبر ۲۰۲۱ء کو بنگلہ دیش میں ہندو مذہب کے تہوار 'دوسہرے' کی تقریبات منائی گئیں اور اللہ کا کلام قرآنِ مجید جو ہمیں ہماری جانوں، اولادوں اور مالوں سے زیادہ محبوب و عزیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا تھا کے نسخوں کو ہندوؤں کے ملیچھ بتوں کے پیروں میں، مختلف مندروں میں رکھا گیا۔ کاش یہ بات لکھنے اور پڑھنے سے پہلے ہمیں موت آ لیتی کہ ہمارے جیتے جی ہندوؤں کو اس قدر جرأت ہوئی اور انہوں نے یہ فعل کیا۔

بنگلہ دیش میں نواب سراج الدولہ شہید، سیّد تیتو میر شہیدؒ اور حاجی شریعت اللہؒ کے وارث اپنے کُل اسباب و وسائل کے ساتھ سڑکوں پر نکل آئے۔ نتیجتاً 'ہندوتوا' سرکار کی وائس رائے شیخ حسینہ نے مودی کو بھارت میں اور دیگر بنگلہ دیش میں بستے ہندوؤں کو خبردار کیا۔ ان مظاہروں میں تادمِ تحریر چھ مسلمان بنگلہ دیشی طاغوتی فورسز، قرآن کی دشمن فوج و پولیس اور RAB کے حملوں میں شہید ہو چکے ہیں اور سو سے زائد مسلمان گھائل و زخمی ہیں۔ پھر ستم ظریفی یہ ہے کہ جس دن یہ سے یہ واقعہ ہوا ہے اس دن سے ساری دنیا میں ہندو اور خصوصاً بنگلہ دیشی ہندو ہی مظلوم بنے بیٹھے ہیں۔ ساری دنیا کا ہندو اور سیکولر میڈیا مسلمانوں کو مطعون کر رہا ہے اور ہندوؤں کے تحفظ کے لیے اقدامات اٹھانے کی بات کی جا رہی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اس واقعے کے بعد بھارت میں ڈھکے چھپے انداز کے بغیر بی جے پی کے بعض حکومتی وزیر و مشیر یہ کہہ رہے ہیں کہ بھارت کو بنگلہ دیش پر قبضہ کر لینا چاہیے۔

ہر بات کا زمانہ، ہر بحث کا موقع جا چکا۔ اب تو قرآن کی حرمت کا مسئلہ ہے اور بھارتی این آر سی اور سی اے بی قانون کی حدود بین الاقوامی ہو رہی ہیں، کل تک آسام و مغربی بنگال کے مسلمانوں کی شہریت کا مسئلہ تھا تو اب بنگلہ دیش کی حیثیت کو اس لیے ختم کر دینے کی باتیں ہو رہی ہیں کہ وہاں ہندو 'غیر محفوظ' ہیں۔ سؤروں، بندروں، ہاتھیوں، کتوں اور شرم گاہوں کے پجاری ہندو اب اپنے بتوں کے پیروں میں قرآن کے نسخے رکھنے لگے ہیں۔ یہ مسئلہ صرف اہلِ

بنگلہ دیش کا نہیں۔ یہ مسئلہ پورے اہلِ برِّ صغیر بلکہ تمام عالمِ اسلام کا ہے اور وقت برِّ صغیر میں کفر وطاغوت کے سانپ کے سر بھارت پر وار کرنے کا ہے۔

اہلِ برِّ صغیر! قرآن کی خاطر اٹھیے، اپنے لہو میں نہائے اہلِ ایمان بھائی بہنوں کے ایمان و عزت اور جان ومال کی حفاظت کی خاطر اٹھیے۔ مودی سے حسینہ تک سبھی قرآن کے خلاف یکجا ہیں۔ آیئے ہم بھی سب اختلاف بھلاتے ہیں اور قرآن کو اسی طرح تھامتے، دل میں بساتے اور عمل میں ڈھلاتے ہیں جیسے اس کا حق ہے کہ قرآن تو اہلِ تبلیغ کا بھی ہے اور جماعتِ اسلامی والوں کا بھی۔ دیوبندی حنفیوں کا بھی ہے اور شافعی و سلفیوں کا بھی۔ انصار الاسلام بنگلہ دیش و القاعدہ کا بھی ہے اور تحریکِ حفاظتِ اسلام والوں کا بھی۔ قرآن صدائیں دے رہا ہے، دل و جان سے جواب دیجیے: لبیک یا کتاب اللہ!

چین اور اس کے یار

نظریاتی اختلافات، سیاسی مقاصد اور دنیا پر کامل حکمرانی کی دوڑ میں چین وامریکہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ اسی دشمنی کی خاطر امریکہ ایغور مسلمانوں کا مسئلہ اٹھائے رکھتا ہے، ورنہ چین اگر امریکی بلاک کا حصہ ہوتا تو سنکیانگ بھی امریکہ کا مسئلہ ہوتا۔ امریکہ میں چین کے سفیر نے تو کہا بھی کہ 'امریکہ کو ہمارا شکر گزار ہونا چاہیے کہ ہم ایغور (دراصل مسلمان) دہشت گردوں کو ختم کر رہے ہیں، لیکن امریکہ الٹا ہم سے اس بابت برہم ہے'۔

امریکہ سرمایہ دارانہ نظام کا (ان شاء اللہ) آخری مضبوط مہرہ ہے، جس کے قدم اکھڑ رہے ہیں۔ جبکہ چین اشتراکی-سرمایہ داری کی علامت ہے، آج کے چین اور ماؤ کے چین میں 'چین' کے سوا کم کم ہی مماثلتیں ملیں گی، آج کا چین سرمایہ داری میں رفتار کے اعتبار سے امریکہ کو بھی پیچھے چھوڑے ہوئے ہے، لیکن اسی کے ساتھ ظلمات در ظلمات کی مثال چینی سرمایہ داری جمع اشتراکی تشدد ہے۔

امریکہ کے اکثر برانڈ اپنی مصنوعات کی صناعی چین میں کرتے ہیں، بلکہ امریکہ ہی کیا دنیا کا اکثر مال وہیں بنتا ہے۔ انہی بڑی کمپنیوں اور برانڈوں میں ایک 'اونچا' نام 'ایپل' کا بھی ہے۔ وسطِ اکتوبر میں ایپل نے اپنے ایپ سٹور سے چین میں قرآنِ کریم کی مشہور ترین و مقبول ترین ایپ 'القرآن المجید' کو بند کر دیا اور خود اعلان بھی کیا کہ یہ اقدام چینی حکومت کے کہنے پر کیا گیا ہے۔ پھر دو دن بعد ایک اور مشہور کمپنی ایمازون نے بھی یہی کام کیا۔

یوں تو اگر کوئی سورج کی روشنی کو جھٹلانے پر تُل جائے تو کوئی اس کو کیا سمجھائے؟ لیکن پھر بھی یہ معلوم ہے، بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ چین کی ایغور مسلمانوں کے خلاف 'جنگ' محض کسی نسلی گروہ یا کسی پس ماندہ قوم کی rehabilitation کے لیے نہیں، یہ اسی اسلام کے خلاف جنگ کا حصہ ہے جس جنگ کا بڑا سردار امریکہ ہے۔ چین نے قرآنِ مجید کی ایپ پر پابندی لگانی چاہی تو اپنا مذہبِ جدید یعنی سرمایہ داری بچانے کے لیے، حقوق کے چیمپئن ہونے کے دعوے داروں میں سے ایک نے فوراً رضامندی کا اظہار کر دیا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے...... نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر: اس میں ہم سے پہلے کفار تو 'ایک' ہیں، الكفر ملة واحدة، ہم مسلموں کو بھی ایک ہو جانا چاہیے۔ حکیم الامت فضیلۃ الشیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے گیارہ ستمبر کی یادگار پر نشر ہونے والے اپنے بیان میں کہا کہ 'مسلمانوں کو کلمۂ توحید کے گرد جمع ہو جانا چاہیے۔ کاشغر سے وزیرستان، کشمیر سے گروزنی اور ادلب سے قاہرہ تک کی جنگ ایک ہی جنگ ہے'۔

جن کو اب بھی سمجھ میں نہیں آ رہی وہ ایپ سٹور یا ایمازون سے رابطہ کر کے پوچھ لیں، شاید وہی کچھ صحیح سے سمجھا دیں!

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے......

سنہ ۱۹۷۱ء میں پاک فوج نے مشرقی پاکستان میں جو گل کھلائے، میدان مارے، پہاڑ سر کیے اور کارنامے کیے، ان کی کچھ شہادتیں ملاحظہ ہوں:

- بریگیڈیئر اے آر صدیقی نے اپنی کتاب 'East Pakistan the Endgame, An Onlooker's Journal 1969-1971' میں لکھا ہے کہ ''جنرل نیازی فوجیوں کے عورتوں کو بے حرمت کرنے کا دفاع کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ 'آپ کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ ایک فوجی مشرقی پاکستان میں رہے، لڑے اور مارا جائے اور جنسی عمل جہلم جا کر کرے؟!'۔ جنرل اے اے کے نیازی جوانوں کی غیر انسانی اور بہیمانہ حرکتوں کی حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے اور اپنی آنکھوں میں شیطانی چمک کے ساتھ فوجی جوانوں سے پوچھا کرتے تھے کہ 'شیر! کل رات تیرا سکور (score) کتنا رہا؟'۔ یہاں سکور سے مراد جنسی زیادتی کا نشانہ بنائے جانے والی عورتوں کی تعداد ہوتی تھی!''۔
- فوج کے اپنے اعترافات کے مطابق انہوں نے چھبیس ہزار عام بنگالیوں کو مارچ ۱۹۷۱ء سے دسمبر ۱۹۷۱ء تک قتل کیا اور بیس ہزار مسلمان بنگالی عورتوں کی عصمت ریزی کی[1]۔ اس زمانے میں فوجی افسروں نے خود کروڑوں روپے ملک کے نیشنل بینک سے لوٹے۔

[1] بمطابق حمود الرحمان کمیشن رپورٹ۔ بنگلہ دیشی ذرائع یہ تعداد دس گنا زیادہ بتاتے ہیں، لیکن دیگر آزاد ذرائع کے مطابق یہ تعداد تین لاکھ کے قریب ہے۔

- مشرقی پاکستان میں کام کرتی ایک آسٹریلوی ڈاکٹر کے مطابق چار لاکھ عورتوں کو زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔ ان چار لاکھ حادثات میں ایک لاکھ ستر ہزار عورتوں نے اسقاطِ حمل کروایا، جبکہ پانچ ہزار عورتوں نے اسقاطِ حمل خود سے کیا۔ سنہ ۱۹۷۲ء کے پہلے تین ماہ میں ان زیادتیوں کے نتیجے میں تیس ہزار ناجائز بچے (war babies) پیدا ہوئے۔ کتنے ہی بچوں کی ماؤں نے جننے کے بعد خود قتل کر دیا یا پھر زیادتی کا نشانہ بننے کے بعد ان عورتوں نے اپنی جان لے لی[1]۔

یہ سب پست باتیں ذکر کرنے کا ہمیں کوئی شوق نہیں۔ دراصل آئینہ دکھانا مقصود ہے۔ آئینہ بھی اس لیے کہ پچھلے ماہ (ستمبر میں) کی چھ تاریخ کو یومِ شہدا و دفاعِ پاکستان کے موقع پر جو پرفارمنسز اور سٹیجوں کا شو لگتا ہے اس میں اس بار درجن ڈیڑھ درجن وہ فوجی افسر و جوان بھی پیش کیے گئے جنھوں نے مادرِ وطن کا 'دفاع' سنہ ۱۹۷۱ء میں کیا، یہ دفاع پہلے بنگالیوں کو قتل کر کے اور ان کی عصمتیں لوٹ کر کیا گیا اور پھر پلٹن میدان میں ہتھیار ڈال کر۔ آئی ایس پی آر کی ویب سائٹ پر یہ ویڈیو دیکھی جا سکتی ہے، جس میں ان فوجیوں کو سلام اور خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔

باقی سب ذلت و رسوائی کی باتیں تو بے کار ہیں، یہ فوجی اب اس قدر ذلیل ہو گئے ہیں کہ مشرقی پاکستان میں اپنے 'کارناموں' پر فخر بھی کرتے ہیں۔ حاضر سروس فوج میں کوئی جوان یا افسر ایسا نہیں جو اس زمانے میں فوج کا حصہ رہا ہو۔ پھر مزید ذلت تو ان بلڈی سویلینز کے لیے ہے جو چھ ستمبر کے اس فوجی ڈرامے میں بیٹھے رہے، عارف علوی نے آ کر فوج کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ سبحان اللہ اب ننگ پر فخر کیا جائے گا!

ع زمانہ چال قیامت کی چل گیا!

اپنی خودی پہچان، او مسلم پاکستان!

چھ ستمبر ۲۰۲۱ء کو اپنی تقریر میں جنرل باجوہ نے کہا کہ 'ہماری (پاک فوج کی) قوت کی ضمانت ہماری عوام ہے۔ ہم نے اپنے پڑوسی ملک افغانستان میں دیکھا کہ جس فوج کے ساتھ ملک کی عوام کھڑی نہ ہو وہ ریت کی دیوار ثابت ہوتی ہے'۔

ہم اہلِ پاکستان بخوبی جانتے ہیں کہ پاکستان میں قوت کا سرچشمہ کیا ہے؟ سیاست دانوں کی بطورِ سیاست دان پیدائش سے لے کر افزائش تک ساری گرومنگ کس فارم ہاؤس میں ہوتی ہے۔ معیشت پر کون قابض ہے، مربعے کس کے پاس ہیں، اقتصادی راہ داریوں کو کون کنٹرول کرتا ہے اور اسلام آباد کی شاہراہِ دستور پر واقع وزیرِ اعظم ہاؤس، ایوانِ صدر، پارلیمنٹ اور (اکثر وقت) عدالتِ عظمیٰ کا بہر لحاظ قبلہ آبپارہ کے آئی ایس آئی ہیڈ کوارٹر اور پنڈی کے جی ایچ کیو کی طرف ہوتا ہے۔

الغرض اکثر کاموں میں کارفرما قوت فوج ہی ہوتی ہے۔

اب فوج کہتی ہے کہ ہم قوت عوام سے لیتے ہیں۔ اور جو باجوہ نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پاکستان کی عوام افغانستان کی عوام کی طرح اپنی ملّی فوج کے خلاف ہو جائیں تو 'ہم گئے'۔

افغانستان کی عوام کیوں افغان ملّی فوج کے خلاف تھی؟ چند نقاط ملاحظہ کیجیے:

- افغان فوج، امریکہ کی فرنٹ لائن اتحادی تھی۔ امریکی مفاد ان کا مفاد تھا۔ اسی لیے انہوں نے دل و جان سے امریکہ کا دفاع کیا اور اس پالتو فوج کے بعض غلام سپاہی ایسے وفادار تھے کہ ان کی ایک پوری بریگیڈ [قطعۂ خاص صفر یک(Special Force 01 Brigade)] امریکیوں کے ساتھ ہی چلی گئی اور امریکی ان کو لے گئے اور اپنے کتے کابل ایئرپورٹ پر چھوڑ گئے (گویا یہ کتوں سے بھی زیادہ وفادار تھے)۔
- فوجی قومندان یعنی کمانڈر، پورے ملک میں اقتصادی ٹھیکے لیتے تھے اور اکثر علاقوں میں سیاہ و سفید کا مالک ولسوالی کا قومندانِ اردو یا قومندانِ امنیت یعنی ضلعی سطح پر فوجی کمانڈر یا انٹیلی جنس کمانڈر ہوتا تھا۔
- ظلم و تشدد، اغوا، گمشدگی اور قتل کا سارا بازار انہی فوجیوں نے گرم کر رکھا تھا۔
- عوامی امنگ اور اللہ کے عائد کردہ فریضۂ نفاذِ شریعت میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی ملی فوج تھی۔
- اسی فوج نے عرب و عجم کے ہزاروں مجاہد گرفتار کر کے بگرام سے گوانتانامو تک بھیجے اور اسی فوج نے بگرام سے غزنی کے فوجی مرکز میں پہلے عافیہ صدیقی کو بھیجا، وہاں امریکی ایف بی آئی ایجنٹوں پر حملے کے ڈرامے کے لیے سہولت کاری کی اور پھر وہیں سے عافیہ صدیقی کو امریکہ بھیجا گیا۔

اب سوچیے کہ جو جو کام افغان ملی فوج افغانستان میں کر رہی تھی، ہماری فوج کیا انہی سب جرائم میں ملوث نہیں؟

- کیا یہ امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی نہیں تھے (اور اب پاراچنار و جنوبی وزیرستان میں اڈے دے کر نہیں ہیں)؟

---

[1] بحوالہ کتاب: Against Our Will: Men, Women and Rape از Susan Brownmiller

- افغانستان تو تھرڈ وَرلڈ کا بھی تھرڈ وَرلڈ تھا، ہمارے یہاں عسکری بینکوں، سیمنٹ فیکٹریوں، جوتے بنانے، دودھ دوہنے اور فوجی دلیے بنانے سے لے کر سی پیک کی ٹھیکے داری انہی کے پاس نہیں؟
- لال مسجد سے خروٹ آباد، سلیم شہزاد سے سر فراز شاہ تک کے خون سے کس کے ہاتھ رنگین ہیں؟
- سوات و قبائل کے خلاف جنگ اس لیے کی گئی اور جامعہ حفصہ کی عفت مآب بہنوں بیٹیوں کو اس لیے سفید فاسفورس سے جلایا کہ انہوں نے نفاذِ شریعت کا مطالبہ کیا تھا۔
- عرب و عجم کے سینکڑوں مجاہدوں کو انہوں نے پکڑ کر (بشمول افغان سفیر ملا عبد السلام ضعیف) گوانتانامو بھیجا اور عافیہ صدیقی کو بھی اسی فوج کے میجر جنرل احتشام ضمیر نے کراچی سے اغوا کر کے بگرام پہنچایا۔

ایسے میں لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ پڑھنے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کا دم بھرنے والے عوام کو کیا کرنا چاہیے؟

کیا افغانستان کی مسلمان عوام کے عمل میں پاکستان کی مسلمان عوام کے لیے کوئی اسوہ نہیں؟ اگر باجوہ کے بقول فوج کی قوت کی ضمانت عوام ہیں تو آیئے اللہ کے لیے اٹھتے ہیں، میں اور آپ بھی تو اسی عوام کا حصہ ہیں۔

سو سال پہلے اقبالؒ نے کہا تھا:

اپنی خودی پہچان
او غافل افغان!

افغان نے تو اپنی خودی پہچان لی، اب اقبال کے شعر میں تصرف کرتے ہیں اور اپنے عمل میں تبدیلی لاتے ہیں:

اپنی خودی پہچان
او مسلمِ پاکستان!

ریاستِ مدینہ!

عمران خان کی حرکتیں دیکھ کر یقین سا ہو گیا ہے کہ پاکستان واقعی ریاستِ مدینہ ہے۔ غالباً حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو اہلِ مدینہ کے سرداروں میں سے ایک تھے) سے ایک بار رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کی حرکتوں اور گستاخیوں کا شکوہ کیا۔ حضرتِ سعدؓ نے جواباً فرمایا کہ 'یا رسول اللہ! آپ کی آمد سے قبل اہلِ مدینہ اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ عبد اللہ بن ابی کو مدینے کا بادشاہ بنا دیں، بلکہ تاج بھی بنا لیا گیا تھا اور صرف رسمی تاج پوشی باقی رہتی تھی'۔ گویا عبد اللہ بن ابی مدینے کا de-facto بادشاہ تھا، یعنی ریاستِ مدینہ کا سربراہ، وہ ریاستِ مدینہ جہاں دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔

میں اس بات کو بہت اچھے شگون کے طور پر لے رہا ہوں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینے کا بادشاہ 'رئیس المنافقین' تھا (گو کہ یہ سب بعد میں ظاہر ہوا، لیکن خصلتیں تو پہلے سے ہی تھیں)۔ اور پھر جب اس de-facto کی de-facto حکومت ختم ہوئی تو بادشاہت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی قائم ہو گئی اور آپؐ ہی سربراہِ ریاست تھے (یہ بادشاہ و سربراہ و ریاست وغیرہ جیسے الفاظ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے قدموں کی دھول کے برابر بھی نہیں ہیں)۔ گویا باذن اللہ یہاں ہمارے وطن میں بھی عنقریب یہی ہونے والا ہے۔

اب تو ہر خاص و عام کو حالیہ ریاستِ پاکستان کے چلانے والوں کی حرکتیں معلوم ہیں۔ لیکن کچھ باتوں پر تبصرہ لازمی ہے۔

- 'عید' میلاد النبی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین محض اللہ کی عبادت کا نام ہے۔ یہاں شرک کی گنجائش رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرما گئے کہ عیدیں دو ہی ہیں اور اب قیامت تو یہ ہے کہ بعض مقامات پر عید میلاد النبی کی با قاعدہ نماز بھی پڑھی گئی۔ راقم کے ایک استاذ نے بتایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے بدعت کی تین نشانیاں بیان کی ہیں: ۱) نئی چیز بطورِ عبادت ایجاد کرنا، ۲) اس پر اجر کی امید رکھنا، ۳) جو نہ کرے تو اس کو مطعون کرنا۔ یہ تینوں باتیں آج کل میلاد کو عمومی شکل میں منانے اور عیدِ میلاد کی نمازیں پڑھنے والوں میں موجود ہیں۔

لیکن یہ اکثر نمازیں پڑھنے اور قوالیوں اور کافیوں پر سر دھننے اور جھومنے والوں کی تعداد جاہل لوگوں پر مبنی ہے جن کے رہبان و احبار نے انہیں گمراہ کیا ہے۔

عمران خان کو تو حضرت مولانا طارق جمیل صاحب سے بھی قربت و نسبت ہے، لہٰذا اس کا عذرِ جہل کیسے بنے؟ پھر وہ عام آدمی بھی تو نہیں، ملک کا سربراہ ہے جس پر سلطنت کے امور چلانے کے لیے علم حاصل کرنا فرضِ عین ہے ورنہ جس کا علم نہیں تو علماء سے پوچھنا فرضِ عین ہے۔

لیکن عمران خان جس قسم کی عید میلاد النبی منا رہا ہے وہ بدعت نہیں بلکہ اس سے کہیں آگے ہے۔ اس کی حکمرانی میں شریعت کو معطل کرنے بلکہ شریعت کے بالمقابل اپنا دینِ الٰہی نافذ کرنے کا مسئلہ ہے۔

عمران خان نے غالباً ایک مسجد کو کمال طریقے سے سجایا۔ آپ اس کی ٹوئٹر ٹائم لائن پر اپ لوڈ کی گئی تصویر میں دیکھ سکتے ہیں کہ اوپر چھوٹا سا 'یا اللہ' درج ہے اور

نیچے پانچ گنا بڑا 'یا محمد' اور اس کے نیچے دائیں 'حق فرید' اور بائیں 'یا صابر'۔ یہ حق فرید اور یا صابر بی بی بشریٰ کے کمالات ہیں اور باقی عمران خان کا جہل۔

پھر ایک عمران خان کی ویڈیو ہے کہ ہم اس بار بارہ ربیع الاول کا جشن اس طرح منائیں گے جس طرح پہلے کبھی کسی نے نہیں منایا ہو گا۔

اسی ٹائم لائن پر مزید آگے بڑھیے تو سوات میں جہان آباد کے علاقے میں مہاتما بدھ کے ایک بڑے پہاڑ کندہ کیے گئے نقش کا منظر ہے جو اسی کے بقول کم و بیش دو ہزار سال قدیم ہے۔

یہ کمال عشق کے دعوے ہیں۔ خونِ مسلم ایسے عشق کو دیکھ کر کھولتا ہے۔ ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور ساتھ ہی مہاتما بدھ کے دو ہزار سال قدیم بتوں اور نقوش کا ذکر اور ہم ان بتوں کے محافظ ہیں کا اعلان؟

- رحمۃ للعالمین کا عجیب تصور؟

عمران خان نے رحمۃ للعالمین اتھارٹی کے قیام کا فیصلہ کیا جس پر مولانا طارق جمیل صاحب نے بھی تعریف کی۔ اس اتھارٹی کے قیام کے ساتھ ایک تعارفی ویڈیو بھی بنائی گئی جسے عمران خان نے اپنے ٹوئٹر پر بھی ڈالا۔ اس ویڈیو میں 'ریاستِ مدینہ' کے وظائف میں کچھ جدید اصطلاحات و نظریات کو بھی گھسیڑ دیا گیا، مثلاً ایک 'فلاحی ریاست جس میں اقلیتوں کو "برابری" کی بنیادوں پر حقوق فراہم کیے گئے'۔ اس اتھارٹی کے جہاں اور بہت سے مقاصد ہیں وہیں ایک مقصد اسلامی تاریخ اور تعلیمات پر مبنی فلموں، ٹی وی ڈراموں کے ذریعے آگاہی پھیلانا بھی ہے، جس کی ایک مثال سرکاری سطح پر عمران خان کی خواہش وایما اور حکم پر 'ارطغرل غازی' جیسے ڈراموں کا فروغ ہے جس میں معروف معنیٰ میں فحاشی تو نہیں البتہ مسلم تاریخ کی ایک مجاہد شخصیت (ارطغرل) کے بہت سے معانقے کے مناظر اور بہت سے ممنوع عشقیہ ڈائیلاگ شامل ہیں۔

- جادوگری اپنے عروج پر۔

جادو ٹونے اور ستاروں کی چال دیکھ دیکھ کر فیصلوں کا ایسا 'ٹرینڈ' ہے کہ دسمبر کی کسی خاص تاریخ تک فیض حمید کی ضرورت ہے (اور فیض حمید نے بھی آج کل ڈیڑھ پاؤ کی موٹے دانوں والی تسبیح عمران خان کی طرح ہاتھ میں پکڑ کر گھمانا شروع کر رکھی ہے) اور ندیم انجم کی دسمبر سے قبل ہی تقرری (بطورِ نیا ڈی جی آئی ایس آئی) اگر ہو بھی تو اس کے لیے خاص تاریخ درکار ہے۔ آرمی چیف سے دشمنی نکالنے کے لیے اسلام آباد کی سڑکوں پر پتلوں میں سوئیاں چبھونا اور جس کسی نے اس پر تنقید کی تو اس کے پیچھے سرکاری وپی ٹی آئی پروپیگنڈا مشینری کا ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جانا (جو خود دال میں کچھ کالا ہونے کی نشاندہی کرتا ہے)۔

یہ سب امور کیا ہیں؟ کیا یہ سب کھلی منافقت نہیں؟ عمران خان کے ان سب جادو ٹونوں اور سیکولر اعمال کی مثال تو انہی عورتوں جیسی ہے جو بے حجاب ہو کر دل کا پردہ کرتی ہیں اور إنما الأعمال بالنيّات کی مالا جپتی ہیں؟!

☆☆☆☆☆

بقیہ: طالبان کی خصوصیات

افغانستان میں اہلِ تشیع کی ایک بڑی تعداد موجود ہے لیکن امارت نے کبھی بھی اپنے آپ کو جانبی لڑائیوں میں نہیں پھنسایا۔ بلکہ آپ کو افغانستان میں کہیں بھی شیعہ سنی کا نام سننے کو نہیں ملے گا اور دوسری طرف کہیں بھی شیعہ کی طرف سے تبرّہ جیسی گستاخیاں بھی نہیں ملیں گی۔ اس کہ برعکس پاکستان میں اس مسئلہ کو اتنا اچھالا گیا کہ اصل ہدف کی طرف توجہ ہی نہیں کی گئی اور نتیجتاً شیعہ دعوت روز بہ روز مضبوط ہوتی گئی اور پاکستان میں صحابہ کرامؓ پر اتنا تبرّہ کیا گیا کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس تحریک کے علماء کو چن چن کر شہید کیا گیا جبکہ اس تحریک نے عوامی مقامات کو ہی نشانا بنایا جس سے دشمن میں اشتعال اور بڑھتا رہا اور شیعہ تحریک مزید مضبوط ہوتی گئی۔

ارض خراسان میں رہنے والے مہاجرین اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ طالبان سفر میں کس قدر صعوبتیں برداشت کرتے ہیں، وہ ہمیشہ کچے راستے استعمال کرتے ہیں۔ جو سفر حقیقت میں صرف تین گھنٹوں کا ہوتا ہے وہ طالبان دنوں میں طے کرتے ہیں لیکن کبھی بھی یہ نہیں بھولتے کہ وہ ایک گوریلا تحریک کے سپاہی ہیں۔

طالبان کی تحریک میں آپ کو یہ وصف بھی ملے گا کہ یہاں ہر کوئی تجربات دہرانے والا نہیں ہوتا بلکہ یہ لوگ دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور سابقہ تجربات کی روشنی میں انہی تجربات کو مزید نکھارتے اور ان میں تجدید لاتے ہیں۔ لیکن جہاں ہر کوئی خود سے مجتہد ہو تو وہاں ترقی نہیں ہو پاتی بلکہ معاملہ ابتدائی چیزوں میں ہی الجھا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں ایک طرف امارت اسلامی اب پورے افغانستان پر حکومت کر رہی ہے تو دوسری طرف شام میں جہاں مجاہدین ایک وقت میں سارا شام فتح کرتے ہوئے دمشق کے دروازوں پر پہنچ چکے تھے، وہیں اب انہیں پورے شام میں سر چھپانے کی جگہ تک ملنا مشکل ہو چلا ہے۔

امارت اسلامی کی فتح اور ان کی دو دہائیوں پر محیط جہادی تحریک اپنے اندر اسباق کا خزانہ لیے ہوئے ہے جو تمام دنیا کی جہادی تحریکوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مجاہدین کو امارت اسلامی کے تجربات سے سبق حاصل کرنے اور اپنی تحریکات کو انہی خطوط پر استوار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ امارت اسلامی کو حق پر استقامت عطا فرمائے اور اسے تمام دنیا کے مظلوم مسلمانوں کے لیے حقیقی سہارا بنا دے۔ آمین

☆☆☆☆☆



سوشل میڈیا کی دنیا سے......

یہاں درج فاضل لکھاریوں کے تمام افکار سے ادارہ 'نوائے غزوۂ ہند' کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

جمع و ترتیب: ہشام سالِم

اسرار احمد نے لکھا

- اگر ملک میں کسی بھی جگہ کوئی چیز سستی مل رہی ہو تو ایک ذمہ دار شہری ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے فوراً حکومت کو اس کی اطلاع دیں تا کہ اس پر ایکشن لیا جاسکے۔
- اس ملک میں جمہوریت کتنی مضبوط ہے؟ اس بات کا اندازہ اس بات سے لگالیں کہ جرنل صاحب اس پر عملدرآمد کا بیان دے رہے ہیں۔

ساجد ناموس نے لکھا

- ہمارے فوجی جرنیل جو بھی کام کرتے ہیں وہ ملک کی بہتری کے لیے ہی کرتے ہیں، پھر چاہے وہ آفشور کمپنیاں ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کے بارے میں اگر کوئی غلط خیال آ بھی جائے تو اسے شیطانی وسوسہ سمجھ کر جھٹک دیا کریں۔
- اتنے سارے ریٹائرڈ جنرلز کی موجودگی میں رمیز راجہ کا چیئرمین پی سی بی بننا قومی روایات سے انحراف، عسکری ادارے کے لیے باعثِ تضحیک، ایک افسوسناک اور شرمناک عمل ہوگا۔

مہتاب عزیز خان نے لکھا

- جبری لاپتہ کیے جانے والوں کے پیاروں کے لیے اب رونا بھی جرم ہوگا۔

لاپتہ افراد کے لواحقین کو ایجنسیوں پر الزام لگانے پر جیل اور جرمانے کی سزا کا شرمناک مجوزہ بل، قومی اسمبلی کی کمیٹی برائے وزارت داخلہ نے منظور کر کے اسمبلی میں پیش کرنے کی سفارش کر دی ہے۔

داخلہ کمیٹی میں موجود اپوزیشن اراکین کی طرف سے بھی اس غیر آئینی و غیر انسانی بل پر بزدلانہ خاموشی اختیار کی گئی۔ اپوزیشن نے فوجی عدالتوں، ایکسٹینشن، چیئرمین سینیٹ کے انتخاب کے بعد اس چوتھے مرحلے پر بھی مکمل تابعداری کا مظاہرہ کیا ہے۔

ایک بار پھر ثابت ہوا کہ تحریک انصاف سے انکا اختلاف صرف اباجی کے زیادہ لاڈلے ہونے پر ہے۔

- پٹرولیم ڈویژن نے گھریلو گیس کی قیمتوں میں 270 فیصد اضافے کی تجویز دی ہے لیکن خان صاحب مہربانی فرما کر صرف 200 فیصد ہی بڑھائیں گے اس لیے آپ نے گھبرانا نہیں ہے۔

ابو بکر قدوسی نے لکھا

آہستہ آہستہ فلیٹ فلیٹ کر کے ہم "ان شاء اللہ" پورا انگلینڈ خرید لیں گے۔ پھر وہاں ہماری حکومت ہوگی۔

اوبر چلے...... دشمن جلے!

شہزاد اسلم مرزا نے لکھا

- سیاسی باپ بیٹے کے درمیان ٹینشن کی اطلاعات کیا سامنے آئیں، مسلم لیگ ن نامی نظرانداز اولاد نے جی حضوری شروع کر دی۔ ان سب کا مقصد ووٹ نہیں بُوٹ کو عزت دیناہی ہے۔
- کابینہ کا چور ہونا کنفرم ہو چکا لیکن اس کابینہ کو منتخب کرنے والا بدستور ایماندار ہے۔ ایسا ایماندار کہ بیچارا اپنا خرچہ تحفے میں ملی گھڑی بیچ کر پورا کر رہا ہے۔ ایسی ایمانداری بھی کرشمہ ہی ہے!
- کپتان کا عہد:

"ایک وقت آئے گا جب اس ملک میں کوئی زکوۃ دینے کے قابل نہیں رہے گا۔"

رضوان رضی نے لکھا

- گھڑی ناراضگی میں بیچی گئی، شہزادے نے گھڑی کے ساتھ اضافی سیل نہیں دیا تھا۔
- جے ایف تھنڈر طیارہ 'ہمارا' ہے اور بیچتا اسکو چین پھر رہا ہے، اب تک جتنے بھی ممالک کو بیچا چین نے بیچا۔ یہ کیا سائنس ہے؟
- دنیا بھر میں شخصی آزادیوں کے چیمپئن، خواتین کا حجاب اوڑھنے کا بنیادی حق تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ اور اس پر فتویٰ بھی فزکس کا پروفیسر دے رہا ہے جس کی اپنے شعبے میں آج تک کوئی قابل ذکر ریسرچ نہیں۔

بلال غوری نے لکھا

پنڈورا لیکس کا خلاصہ: "جب تم رات کو مزے سے سو رہے ہوتے ہو تو ہم جاگ کر آفشور کمپنیاں بنا رہے ہوتے ہیں۔"

عثمان خان طاہر نے لکھا

وہ چاہتا تو چپ کر کے کابینٹری بھی کر سکتا تھا مگر اس نے عوام کا کچومر بنانا، ہر کہی بات سے پھر جانا، اور ذلالت کا اعلیٰ مقام حاصل کرنا اپنا اولین فرض سمجھا۔

قدر کرو ایسے لیڈر کی!

وسیم عباسی نے لکھا

دو خبریں:

1. پیٹرول پانچ روپے مزید مہنگا ہونے کا امکان۔
2. شبلی فراز بھنگ کی کاشت کے منصوبے کا افتتاح کریں گے۔

امید ہے دوسری خبر کی وجہ سے پہلی خبر کے اثرات کم محسوس ہوں گے۔

ظفر نقوی نے لکھا

نیوزی لینڈ کا دورہ منسوخ کرنے کے پیچھے بھارت ہو سکتا ہے۔ شاہ محمود قریشی

بھارت پی ایس ایل میں فارن کھلاڑیوں کو بھی نہیں آنے دیتا، نیوزی لینڈ کو بھی بھگا دیتا ہے، افغانستان پر سلامتی کونسل اجلاس میں بھی ہمیں نہیں گھسنے دیتا، سعودیہ تک کو دور کر دیتا ہے...... تو پھر آپ کیا چنے بیچنے آئے تھے؟

کامران شریف نے لکھا

کوئی ملک جہاز ضبط کر لیتا ہے اور کوئی ہوٹل، کوئی فون سنتا نہیں اور کوئی کرتا نہیں، کوئی ادھار دے کر واپس مانگ لیتا ہے، کوئی اڑتے جہاز سے واپس اتار لیتا ہے، کوئی کرکٹ کھیلنے سے انکاری ہے، کوئی کہتا ہے 'وہ' میٹر اسلام آباد ہے......

خارجہ پالیسی کو ایسے 'چار چاند' بھی لگنا تھے۔

احمد عمیر نے لکھا

- ملک میں مساوات کا ایسا اعلیٰ نظام قائم ہے کہ سب یکساں پریشان ہیں۔
- پاکستان آرمی کو جہاد کا ٹھیکہ پکڑا کر پاکستانیوں نے جہاد سے جو توبہ کی اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ دنیا بھر کی ذلت و رسوائی پاکستانیوں کا مقدر بن گئی، امن و امان خواب ہے اور معاشی میدان میں حال اس پڑوسی ملک سے بھی بدتر ہے جو 40/45 سالوں سے جہاد کر رہا ہے۔

امداد حسین نے لکھا

ویسے یہ جو بائیڈن کس ڈھیٹ مٹی کا بنا ہوا ہے۔ 15000 امریکی فوجیوں، شہریوں اور سہولت کاروں کو بغیر ویزوں، بغیر امیگریشن یا کسی ریکارڈ کے اسلام آباد اور کراچی کے ہوٹلوں میں رکھا ہوا ہے۔ جتنا بھی مصروف ہے، ایک فون تو کرنا چاہیے تھا بیشک ہیلو کہہ کر بند کر دیتا۔ ہم قوم کو یہ تو کہہ سکتے کہ فون آیا تھا لیکن سگنل پرابلم کی وجہ سے زیادہ لمبی بات نہیں ہو سکی۔

طارق حبیب نے لکھا

بیشک اللہ ہی عزت دینے والا ہے۔

ایک طرف دبئی میں لعنت وپھٹکار سمیٹتی، گلتی سڑتی زندہ لاش،

دوسری جانب موت کے بعد بھی کروڑوں دلوں میں حیات۔

محمد طلال نے لکھا

عالمی قوانین ذلت وشکست کا پھندا ہیں۔

پہلی بار انہیں قبائلیوں نے آزاد کشمیر کے لیے توڑا تھا، دوسری بار ڈاکٹر عبد القدیر خان نے ایٹم بم بنانے کے لیے، اور فقط یہی کامیابیاں ہیں ہمارے حصے میں اور پھر دونوں کے ساتھ کیا ہوا، وہ بھی یاد رکھیں...!

محمد سعد نے لکھا

ڈاکٹر عبد القدیر خان کا اصل جرم یہی تھا کہ شاید وہ فزکس پڑھ کر ہود بائے کی طرح دہریے نہیں بنے اور نہ کبھی سیکولر تصور جہاں کو اپنایا۔ اسی وجہ سے تمام عمر اسیری میں گزاری لیکن کبھی اصولوں پر سمجھوتا نہیں کیا، چاہتے تو کیا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

ابو محمد مصعب نے لکھا

- کوئی ملک کو ایٹمی قوت بنا کر بھی رسوا ہوا، کسی نے آسمان سے ٹپکے دشمن کو محض چائے پلا کر داد سمیٹی۔
- جس طرح بلوغت سے پہلے اسلام قبول کرنے پر پابندی کیلئے قانون سازی کی کوششیں ہو رہی ہیں، اسی طرح والدین کو چاہیے کہ بلوغت کی عمر (یعنی 18 سال) کو پہنچنے سے پہلے بچے کو سکول میں بھی داخل نہ کروائیں بلکہ بچے کے بالغ ہونے کا انتظار کریں۔ ممکن ہے 'سمجھدار' ہونے کے بعد بچہ، تعلیم یافتہ ہونے پر اَن پڑھ رہنے کو ترجیح دے۔ اور پھر جب بچہ بالغ ہو جائے اور اس کے اندر پڑھنے پڑھانے کا کیڑا جاگ اٹھے تو اسے سیشن جج کے روبرو پیش کیا جائے۔ سیشن جج اسے سمجھانے کی کوشش کرے کہ اوروں نے پڑھ لکھ کر کونسا تیر مار لیا جو تو مارے گا؟ اگر بچہ پھر بھی باز نہ آئے تو اس کے سامنے آکسفورڈ

سمیت دنیا کے مشہور نصاب پیش کیے جائیں، پیشہ ورانہ زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق رہنمائی دی جائے تاکہ بچہ اپنے پسند کا کریکیولم اور میڈیم منتخب کرلے۔ یہ عمل مسلسل تین ماہ تک جاری رکھا جائے۔

رضوان اسد خان نے لکھا

خبردار جو کوئی 18 سال کی عمر سے پہلے مرا...

تم علی ﷺ تھوڑی ہو جو تمہارا 'کم عمری کا اسلام' قبول کرنا، قبول کرلیا جائے!

البتہ کسی مسلمان نے ملحد بنا ہو تو کوئی مسئلہ نہیں۔ کیونکہ بچے کو 'شعور کی عمر' تک پہنچنے سے پہلے 'زبردستی' کسی دین پر چلانا ویسے ہی انسانی حقوق کے خلاف ہے۔

زبیر منصوری نے لکھا

افغانستان میں امریکی مہم جوئی کی مختصر تاریخ:

"نو گیارہ سے نو دو گیارہ تک..."

عمر فاروق ملک نے لکھا

اے راہ ڈالر کے شہیدو!

جن کا جذبہ 'ایمانی جنرل یحییٰ کی محبوبہ نور جہاں نے جگایا ہو، ان کا حساب خود لگالیں۔

ظفر عمران نے لکھا

قوم کو جب جنگی جنون میں مبتلا کیا جاتا ہے تو اسے چائے پیتے جنرل اتنے بھاتے ہیں کہ وہ pizza بیچتے جنرل اور آئین توڑتے جرنیلوں کو قومی ہیرو مان کر احتساب کا سوال ہی گول کر جاتے ہیں۔ (جرنل فیض کی تصویر کی طرف اشارہ ہے۔)

جمیل بہرام نے لکھا

بھارت کشمیر پر 74 سال بعد بھی قابض ہے اور ہم چائے پر اچھل کود کر رہے ہیں؟ اگر طالبان حکومت پاکستان کے مفاد میں تھی تو اس کے خلاف اقدامات کیوں کیے گئے؟ ان کے سفیر اور لوگوں کو کیوں امریکہ کے حوالے کیا؟ کیوں اپنے ملک کو جنگ کی آگ میں دھکیل کر ہزاروں لوگوں کی جانیں ضائع کی؟

یوسف خان نے لکھا

وزیر خارجہ منہ ٹیڑھا کر کے کہتا ہے کہ افغان حکومت عالمی قوانین کا احترام کرے۔

کیوں جناب! جب افغانستان کے سفیر کو برہنہ کر کے اپنے آقا امریکہ کے حوالے کیا تھا تب عالمی قوانین یاد تھے؟

جس ملا عبد الغنی سے آج آپ ملاقات کی بھیک مانگ رہے ہیں، کراچی میں گرفتاری کے وقت عالمی قوانین یاد تھے؟

آٹھ سال بنا کیس کے جیل میں بند رکھا تب عالمی قوانین یاد نہیں تھے؟

ہماری سرزمین سے امریکی ڈرون پرواز کر کے بے گناہوں کو آگ و خون میں نہلاتے رہے تب عالمی قوانین یاد نہیں تھے؟

آج عالمی قوانین یاد آ رہے ہیں۔

جناب آپ کا خاندانی پیشہ گوروں کے کتے نہلانا ہے، آپ کے آباؤ اجداد بھی یہی کام کیا کرتے تھے آپ بھی یہی کام کر رہے ہیں۔

آپ ان لوگوں کو درس نہ دیں جو خون کی قربانی دے کر بھی بیس سال تک ڈٹے رہے۔

تم ہمیشہ بوٹ کے آگے جھکتے رہے، وہ ایک ہی بار جھکے جب انہوں نے کابل ائیرپورٹ سے صلیبی جھنڈا اتار کر اپنے رب کے سامنے گڑگڑا کر سجدہ کیا۔

اگر افغانستان میں امن برقرار رہتا ہے تو آئندہ دس سالوں میں افغانستان کو امیر امان اللہ کا افغانستان بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

ہمارے فیصلے تب بھی وردی والے سیاستدان ہی کر رہے ہوں گے۔

خوشحال غزنوی نے لکھا

آئندہ کسی اونچی بلڈنگ میں کوئی جہاز ٹکرا جائے تو...

چپ چاپ بلڈنگ کی مرمت کروالیں...

ملزم کا پیچھا کرنا بہت مہنگا پڑتا ہے۔ (پینٹاگون)

خالد محمود نے لکھا

ہماری قسمت میں قدرت کی طرف سے ٹریفک کانسٹیبل کی ذمہ داری آئی ہے۔

کبھی حملہ آور کو راستہ دیتے ہیں اور کبھی شکست کھانے والوں کو...!

☆☆☆☆☆



پیارے حبیب محمد ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنانے والا کارٹونسٹ لارس ولکس ایک ٹریفک حادثہ میں ہلاک

عالمی ذرائع ابلاغ کے مطابق پیارے حبیب محمد ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنانے والا سویڈن کا کارٹونسٹ لارس ولکس ایک کار حادثہ میں ہلاک ہوگیا ہے۔ سویڈن کی پولیس نے تصدیق کی ہے کہ ۷۵ر سالہ لارس ولکس کار اور ٹرک کے درمیان تصادم کے نتیجہ میں ہلاک ہوگیا ہے۔ یہ حادثہ سویڈن کی کرونبرگ کاؤنٹی کے علاقہ مارکیریڈ کے قریب اس وقت پیش آیا جب ولکس کی کار مخالف سمت سے آنے والے ٹرک سے ٹکرا گئی جس کے نتیجہ میں دونوں گاڑیوں میں آگ بھی لگ گئی۔ حادثہ میں ولکس سمیت اس کی حفاظت پر مامور دونوں پولیس اہلکار ہلاک ہوگئے جبکہ ٹرک ڈرائیور زخمی ہوگیا۔

واضح رہے کہ اس ملعون کارٹونسٹ نے سال ۲۰۰۷ء میں نبی اکرم محمد ﷺ کی شان میں گستاخانہ خاکے بنائے تھے جس کے ردعمل میں مسلم دنیامیں شدید غم وغصہ پیدا ہوا تھا۔ ان خاکوں کی اشاعت کے بعد ہی عالمی جہادی تحریک القاعدہ نے اس ملعون کارٹونسٹ کے قتل پر ایک لاکھ ڈالر کے انعام کا بھی اعلان کیا تھا۔

لارس ولکس گستاخانہ خاکے بنانے کے بعد سے پولیس کی حفاظت میں تھا اور حادثہ کے وقت بھی ایک سادہ پولیس گاڑی میں سفر کر رہا تھا۔

۲۰۱۰ء میں دو افراد نے سویڈن میں واقع ولکس کے گھر کو نذرِ آتش کرنے کی بھی کوشش کی تھی۔ ۲۰۱۵ء میں بھی اس پر ایک قاتلانہ ہوا جب یہ ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں آزادی اظہارِ رائے پر ہونے والے ایک مباحثہ میں شریک تھا، البتہ اس حملہ میں یہ محفوظ رہا۔

گوانتاناموبے میں قید پاکستانی ٹیکسی ڈرائیور ۱۷ر سالہ سفاکانہ تشدد کے بعد رہا

ایک پاکستانی ٹیکسی ڈرائیور 'احمد ربانی'، جو گزشتہ ۱۷ر سالوں سے بدنامِ زمانہ امریکی جیل گوانتاناموبے میں قید تھا، اسے جلد رِہا کر دیا جائے گا۔

مطلوب دہشت گرد سمجھ کر گرفتار کیے جانے والے اس شخص پر کوئی جرم ثابت نہ ہونے کے باوجود یہ امریکی حراست میں خوفناک تشدد کا شکار رہا۔

احمد ربانی کو ۲۰۰۲ء میں عالمی جہادی تحریک القاعدہ کے ایک رکن حسن گل ہونے کے شبہ میں پاکستانی حکام کی جانب سے کراچی میں حسن گل کے فلیٹ کے باہر سے گرفتار کیا گیا اور پھر امریکہ کو بیچ دیا گیا۔

احمد ربانی پر تاحال کوئی جرم ثابت نہ ہو سکا اور نہ ہی اس کا جہاد و مجاہدین سے تعلق کا کوئی ثبوت ملا۔

احمد ربانی کے تفتیش کاروں کو معلوم تھا کہ انہوں نے غلط شخص کو گرفتار کر لیا ہے، پھر بھی وہ اسے تشدد کا نشانہ بناتے رہے۔ ابتدائی ڈیڑھ سال یہ شخص امریکی انٹیلی جنس ایجنسی سی آئی اے کی حراست میں رہا، پھر اسے کیوبا میں واقع گوانتاناموبے کے عقوبت خانہ میں منتقل کر دیا گیا، جہاں اسے بغیر کسی الزام یا عدالت میں پیشی کے زندگی کے ۱۷ر سال گزارنے تھے۔

گوانتاناموبے کے پُرتشدد ماحول کی وجہ سے احمد ذہنی امراض کا شکار ہوگیا ہے۔ وہ ۱۹ر سال تک امریکی قید میں رہا، جس میں سے ۱۷ر سال گوانتاناموبے میں گزارے۔

کفر کا سردار امریکہ احمد ربانی جیسے کئی افراد کا مجرم ہے جنہیں بغیر کسی الزام کے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور قید میں رکھا جاتا ہے۔ انسانی حقوق کے نام نہاد علم بردار بھی اس موقع پر گونگے ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کا تعلق بھی اسی ملتِ کفر سے ہے جس کا سردار امریکہ ہے۔

آج بھی کفار اور ان کے غلاموں کے عقوبت خانوں میں قید سینکڑوں مظلوم مسلمان مرد وخواتین امت کے بیٹوں کو پکار رہے ہیں اور یقیناً وہ کسی ابنِ قاسم کے انتظار میں ہیں کہ جو آئے اور کفار کے غرور کو خاک میں ملا کر اِن مظلوموں کو اس موت سے بدتر زندگی سے نجات دلائے۔

"فدائی مجاہدین ہمارے ہیرو ہیں، دنیا کیا کہتی ہے اس کی پروا نہیں": افغان طالبان

گزشتہ دنوں طالبان نے کابل کے انٹرکونٹی نینٹل ہوٹل میں ایک تقریب کا انعقاد کیا جس میں فدائی مجاہدین کے خاندانوں کو مدعو کیا گیا اور ان میں رقم اور تحائف تقسیم کیے گئے۔

اس تقریب میں امارت اسلامی کے وزیرِ داخلہ سراج الدین حقانی نے شرکت کی اور فدائی مجاہدین کو سراہتے ہوئے کہا کہ "یہ قوم کے ہیرو ہیں"۔

واضح رہے کہ ۲۰۱۱ء میں اسی ہوٹل کو طالبان نے فدائی حملوں کا نشانہ بنایا تھا جس میں کئی غیر ملکی غاصبین اور ان کے آلہ کار جہنم واصل ہوئے تھے۔

اس تقریب میں امارت اسلامی کی جانب سے ان فدائی مجاہدین کے خاندانوں کو دس دس ہزار افغانی روپے کے ساتھ ساتھ ایک ایک پلاٹ دینے کا بھی وعدہ کیا گیا۔

امارت اسلامی کی وزارتِ داخلہ کے ترجمان قاری سعید خوستی کا کہنا ہے کہ ''یہ فدائی مجاہدین ہمارے ہیروز ہیں اور اپنے ہیروز کی حوصلہ افزائی کرنا ہمارا فرض ہے اور یہ ہمارا اندرونی معاملہ ہے، لہٰذا کسی کو حق نہیں کہ وہ ہمارے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرے۔''

یہ حقیقت ہے کہ عالمی طور پر جہاد کے میدانوں میں فدائی مجاہدین دشمن کے لیے ایک ناقابلِ دفاع ہتھیار رہے ہیں، اور ان مجاہدین کے حملوں نے دشمن کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفار نے مسلمان معاشروں میں بھی فدائی حملوں کے خلاف ایک پروپیگنڈہ مہم شروع کی اور ان حملوں کو شرعاً ناجائز قرار دلوانے کی بھرپور کوشش کی۔ لیکن آج بھی ایسے نوجوان موجود ہیں جو اللہ کے دین پر مرمٹنے کا جذبہ، اپنے دین وامت کے دفاع اور اپنے رب سے ملاقات کا شوق لیے اپنے جسموں پر بارود باندھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں پر آتش فشاں کی طرح پھٹنے کے لیے تیار ہیں۔۔۔ اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ اس کرۂ ارض پر کفر و شرک کا خاتمہ ہونے تک جاری رہے گا!

امریکہ کی کابل ڈرون حملہ میں ہلاکتوں پر مالی معاوضہ کی پیشکش

امریکہ کی جانب سے اُن دس افراد کے رشتہ داروں کو مالی معاوضہ دینے کی پیشکش کی گئی ہے جو رواں سال اگست کے مہینہ میں افغانستان کے دارالحکومت کابل میں ایک امریکی ڈرون حملہ میں ہلاک ہوئے۔

رواں سال اگست کے اواخر میں امریکہ کے مکمل فوجی انخلاء سے قبل کابل میں اس ڈرون حملہ میں ایک امریکی فلاحی ادارہ کا کارکن زمری احمدی اور اس کے خاندان کے نو افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ ان میں سات بچے شامل تھے۔

ہلاک ہونے والے افراد میں سے ایک احمد ناصر نے امریکی فوج کے ساتھ بطور مترجم کام کیا تھا۔ ان میں ایسے افراد بھی موجود تھے جنھوں نے بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ ماضی میں کام کیا تھا اور ان کے پاس امریکہ میں داخلے کے ویزے بھی تھے۔

افغانستان میں طالبان کی واپسی اور اقتدار سنبھالنے کے کچھ روز بعد شدت پسند گروہ داعش خراسان کی جانب سے کابل ایئرپورٹ کے قریب ایک حملہ کیا گیا تھا، جس میں ۱۳/ امریکی فوجیوں سمیت کئی افغانی شہری ہلاک ہوئے تھے۔ اسی دھماکے کے بعد امریکہ کی جانب سے یہ ڈرون حملہ کیا گیا تھا۔

امریکی سینٹرل کمانڈ کے جنرل کینیتھ میکنزی نے گزشتہ ماہ کہا تھا کہ ۲۹/ اگست کو امریکی خفیہ اداروں نے آٹھ گھنٹوں تک اس امدادی کارکن کی گاڑی کو ٹریس کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ افغانستان میں داعش کے مقامی گروہ سے منسلک ہے۔

تحقیقات سے معلوم ہوا تھا کہ اس شخص کی کار داعش سے منسلک ایک کمپاؤنڈ کے قریب موجود تھی۔ امریکی انٹیلی جنس کو موصول ہونے والی رپورٹس میں متنبہ کیا گیا تھا کہ کابل ایئرپورٹ پر مزید حملے ہو سکتے ہیں۔

ڈرون سے بننے والی ویڈیو میں دیکھا گیا کہ یہ شخص دھماکہ خیز مواد سے ملتی جلتی چیز گاڑی میں رکھ رہا ہے۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ ان کنٹینرز میں پانی تھا۔ اس حملہ کے فوراً بعد ایک دوسرا دھماکہ ہوا تھا جسے امریکی حکام نے ثبوت کے طور پر پیش کیا تھا کہ گاڑی میں واقعی دھماکہ خیز مواد تھا۔ تاہم تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ دھماکہ گاڑی کے قریب موجود ایک سیلنڈر کے پھٹنے سے ہوا تھا۔

امریکی وزارت دفاع کے ترجمان جان کربی کا کہنا ہے کہ 'کالن کال نے (ملاقات میں) بتایا کہ مسٹر احمدی اور دیگر ہلاک ہونے والے افراد معصوم شہری تھے جن کا کوئی قصور نہیں تھا۔ وہ داعش سے منسلک تھے نہ امریکی افواج کے لیے کوئی خطرہ۔'

گزشتہ بیس سالوں سے امریکہ افغانستان میں اپنی جارحیت اور بربریت کی لاتعداد مثالیں پیش کرتا رہا ہے۔ یہ واقعہ اس جارحیت کی تازہ مثال ہے، لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ اس مرتبہ اس حملہ میں وہی لوگ نشانہ بن گئے جو امریکہ کے لیے کام کرتے رہے تھے، اسی لیے اقوامِ متحدہ سمیت نام نہاد انسانی حقوق کے علمبرداروں کو ہوش آیا اور انہوں نے 'معصوم انسانوں' کی ہلاکت پر خوب شور مچایا، اور بالآخر شدید دباؤ میں آکر امریکہ کو ان ہلاکتوں پر مالی معاوضہ کی پیشکش کرنی پڑی۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ۷/ ستمبر ۲۰۱۳ء کو بھی منظرِ عام پر آیا جب عام شہریوں کی ایک گاڑی پر ڈرون طیارہ نے میزائل داغا جس سے ۱۴/ افراد ہلاک ہوئے تھے جن میں سے زیادہ تر کا تعلق ایک ہی خاندان سے تھا، جبکہ پوری گاڑی میں معجزاتی طور پر ایک چار سالہ بچی عائشہ زندہ بچی تھی لیکن شدید زخموں کی وجہ سے وہ نابینا ہو گئی تھی۔

اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ ایک دہائی کے عرصہ میں افغانستان میں امریکی فضائی حملوں سے ۲۲۵۹/ معصوم شہری ہلاک اور ۱۶۵۸/ زخمی ہوئے۔ جبکہ ان ہی حملوں میں ہلاک ہونے والے بچوں کی تعداد ۱۱۸۵/ ہے اور ۱۰۶۴/ بچے زخمی ہوئے۔

بنگلہ دیش: کومیلہ میں ہندوؤں کی طرف سے قرآن کریم کی بے حرمتی اور مظاہرین پر ریاستی مظالم

بنگلہ دیش کے ضلع 'کومیلہ' میں دُرگا پوجا کے تہوار کے موقع پر ہندوؤں کے ایک مندر میں قرآنِ مجید کی بے حرمتی کی گئی اور پھر اس پر احتجاج کرنے والوں کے خلاف

حکومتی مسلح اداروں کی طرف سے فائرنگ کی گئی جس کے نتیجہ میں متعدد افراد زخمی ہوئے۔

تفصیلات کے مطابق کومیلہ میں ہندوؤں کے مذہبی تہوار دُرگا پوجا کے موقع پر ہندوؤں نے مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن کریم کے نسخہ کو ایک نجس اور ناپاک مورتی کے قدموں میں رکھ دیا جس کی اطلاع پر مسلمانوں میں شدید غم و غصہ کی لہر پیدا ہوئی اور ردعمل میں مسلمان مظاہرین سڑکوں پر نکل آئے، جن پر حکومتی اہلکاروں نے فائرنگ کی اور متعدد افراد کو زخمی کیا۔ لیکن عالمی میڈیا، بھارت اور عالمی طاقتیں اِس واقعہ کے اصل محرک کو چھوڑ کر اُن چند مسلمانوں کے اقدام کی مذمت کرنے میں مصروف ہیں جنہوں نے اشتعال میں آکر ہندوؤں کے مندر میں توڑ پھوڑ کی۔

بنگلہ دیش سمیت برصغیر کے مسلمانوں کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ اس پورے خطہ میں سب سے بڑا خطرہ 'ہندوتوا' ہے اور یہ تمام واقعات اسی ہندوتوا کے مظاہر ہیں۔ متشدد ہندو تنظیمیں اور افراد پہلے مسلمانوں کے شعائر کی بے حرمتی کرتے ہیں، مسلمانوں پر سرِ عام ظلم کرتے ہیں، اور جب کوئی مسلمان مقابلہ میں کچھ کرلے تو پھر مسلمانوں پر الزام لگاکر مزید ہندوتوا کا پرچار کیا جاتا ہے۔

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانانِ بنگلہ دیش متشدد ہندوؤں اور بھارت نواز لوگوں کے مقابلہ میں اپنی صف بندی کریں، اور ہندوتوا کے ہر اقدام کی روک تھام کی بھرپور کوشش کریں۔

بھارت: ہندو انتہا پسندوں کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف تشدد کی ایک نئی لہر کا آغاز، مساجد اور مسلمانوں کی املاک پر حملے اور توڑ پھوڑ

بنگلہ دیش میں ہندوؤں کی طرف سے قرآن کریم کی بے حرمتی اور ردعمل میں مسلمانوں کی طرف سے مظاہروں اور ایک مندر پر حملہ کے بعد بھارت میں ہندو انتہا پسندوں نے مسلمانوں کے خلاف تشدد کی ایک نئی مہم کا آغاز کردیا۔

گزشتہ چند دنوں میں بھارتی ریاست تریپورہ میں حکمران جماعت بی جے پی کی مکمل حمایت کے ساتھ ہندو دہشتگردوں نے مساجد اور مسلمانوں کی املاک پر حملے شروع کردیے۔ تفصیلات کے مطابق تریپورہ میں تقریباً دس کے قریب مساجد پر حملے کیے اور توڑ پھوڑ کرکے انہیں منہدم کرنے کی کوشش کی گئی اور آگ لگائی گئی، جبکہ قرآن کریم کے پاکیزہ نسخوں کو بھی پھاڑا گیا اور انہیں آگ لگاکر شہید کیا گیا۔

سوشل میڈیا پر نشر ہونے والی متعدد ویڈیوز اور تصاویر میں دیکھا جاسکتا ہے کہ متشدد ہندو دہشتگردوں کا ہجوم بھگوا لباس پہنے، تلواریں اٹھائے اور مسلم مخالف نعرے بلند کرتے ہوئے مساجد کی طرف ہتھیاروں کے ساتھ مارچ کررہا ہے۔

'ہندوتوا' دہشتگردوں نے علاقہ میں مسلمانوں کی دوکانوں اور گھروں پر بھی حملے کیے اور لوٹ مار کی، جس کے نتیجہ میں بہت سے مسلمان خاندان محفوظ پناہ گاہوں کے لیے وہاں سے بھاگنے پر مجبور ہوگئے۔

ان تمام واقعات میں حکومت اور تمام ریاستی ادارے خاموش تماشائی بنتے ہوئے ہندو دہشتگردوں کی مکمل حمایت کررہے ہیں۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ ملکی اور بین الاقوامی مین سٹریم میڈیا نے تریپورہ کے واقعات کو ابھی تک جگہ نہیں دی، حالانکہ اسی میڈیا نے گزشتہ دنوں بنگلہ دیش میں ایک مندر پر ہونے والے حملہ پر آسمان سر پر اٹھایا ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: امریکہ... تم نے ابھی تک سبق نہیں سیکھا

اور اس کی آخری مثال مجاہد بطل محمد الشمرانی رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد بطل نضال حسن (اللہ تعالیٰ اسے رہائی دیں) ہیں جنھوں نے تمہارے اپنے وطن میں تمہیں ضرب لگائی، بلکہ تمہارے عسکری اڈوں میں سے تمہیں نشانہ بنایا۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ آئندہ مجاہدین کی کارروائیاں ۱۱ ستمبر کی کارروائیوں کی 'کاربن کاپی' ہوں، کیونکہ ان کے پاس اب بہت سے متبادل ہیں اور وہ اب ۱۱ ستمبر کے وقت سے زیادہ طاقتور، زیادہ حمیت والے اور زیادہ تڑپ والے ہیں۔

پس اے امریکیو! تم شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی قسم کو یاد کرو جب انھوں نے کہا تھا:

''امریکہ اور امریکہ میں رہنے والے اس وقت تک امن کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے جب تک ہم فلسطین میں امن سے نہ رہنے لگیں اور جب تک ارضِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام کافر فوجی نکل نہ جائیں''۔

اور آپ کا وہ قول یاد کرو جو آپ نے ۲۰ جنوری ۲۰۰۶ء کو 'جنگ کے خاتمے کا راستہ' کے عنوان سے اپنے خطاب میں کہا تھا:

''امریکہ میں ۱۱ ستمبر جیسے حملوں میں تاخیر کی وجہ ہماری طرف سے تمہاری دفاعی تدابیر میں راستہ بنانے کی عدم اہلیت نہیں ہے، بلکہ کارروائیاں تیاری کے مراحل میں ہیں اور تیاری کے مکمل ہونے پر تم اپنے وطن کے بیچ میں انھیں ہوتا دیکھو گے''۔

آپ نے یہ بھی فرمایا:

''دن اور رات نہیں گزریں گے، کہ یہاں تک ہم تم سے (تمہارے مظالم کا) انتقام نہ لے لیں، جیسا کہ ۱۱ ستمبر کے دن لیا تھا''۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

☆☆☆☆☆



سرکارِ مدینہ کی سنت
اک نور بھی ہے اور حجت بھی

قاضی مظہر حسین صاحب نوّر اللّٰہ مرقدہ
بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان

خدامِ اہلِ سنت ہیں ہم، سنت کو پھیلائیں گے
ہم شاہِ رسلؐ کی امت ہیں، جن پہ ہے نبوت ختم ہوئی
وہ ساقی کوثر، شافعِ محشر، جانِ جہاں، محبوبِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)
اصحابِ نبیؓ، ازواجِ نبیؓ اور آلِ نبیؓ پر ہم قرباں
یہ چاروں خلیفہ برحق ہیں، اور حسنؓ حسینؓ بھی ہیں پیارے
سب یار نبی کے پیارے ہیں اور دین کے روشن تارے ہیں
فرمانِ رسولِ اکرمؐ ہے، ارشادِ نبی خاتمؐ ہے
سرکارِ مدینہؐ کی سنت اِک نور بھی ہے اور حجت بھی
قرآن کا جلوہ سنت میں اور سنت کا ہے صحابہ میں
اے مسلم! تو مایوس نہ ہو، رکھ سچے خدا پر اپنا یقیں
مزدور وکساں حیران ہیں کیوں، اسلام سراسر رحمت ہے
اسلام ہے دیں اس خالق کا، انسان کو جس نے پیدا کیا
یہ دنیا عالمِ فانی ہے، سب خلقت آنی جانی ہے
تھا پاکستان کا مطلب کیا، بس لا الہ الا اللہ
اے پاکستان کے باشندو! آئینِ شریعت لازم ہے
خدّامِ اہلِ سنت کا ہے مظہرؔ بھی ادنیٰ خادم

ہم اللہ واحد کے بندے، توحید کی شمع جلائیں گے
ہم منکرِ ختمِ نبوت کو بس کافر ہی ٹھیرائیں گے
ہم ختمِ نبوت کی خاطر ہر باطل سے ٹکرائیں گے
بوبکرؓ وعمرؓ، عثمانؓ وعلیؓ کی شانیں ہم سمجھائیں گے
جنت کے جوانوں کے سید، ہم ان کی راہ دکھلائیں گے
یہ سب حق کے چمکارے ہیں، ہر جا پہ چمک دکھلائیں گے
میرے اور میرے صحابہؓ کے پیرو ہی جنت جائیں گے
سنت کی شمع جلا کر ہم اب ظلمتِ کفر مٹائیں گے
ہم ان کی تابعداری میں باطل سے خوف نہ کھائیں گے
اسلام تو دینِ فطرت ہے، ہم فطرت ہی منوائیں گے
قرآن کے سایہ میں رہ کر ہم آزادی دلوائیں گے
ہر ذرّہ ذرّہ پیدا کیا، ہم اس کی حمد سنائیں گے
ازلی ابدی ہے ہمارا خدا، ہم اس کا حکم چلائیں گے
میدانِ عمل میں آکر ہم یہ مطلب حل کروائیں گے
ہم مسلم ہیں اللہ کے لیے، اسلام کا ڈنکا بجائیں گے
ہم دین کی خاطر زندہ ہیں، ہم پرچمِ دیں لہرائیں گے

اپنے دین سے پیچھے ہٹنا مسلمان کے لیے حقیقی موت ہے!

امیر المؤمنین ملّا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ

’’ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا اعتماد، بھروسہ اور توکل ہے۔ پوری دنیا بھی ہمارے خلاف اکٹھی ہو جائے تو ہم اپنے اصولوں اور اپنے ایمان پر سودے بازی نہیں کریں گے اور ان شاء اللہ اپنی راہ سے قطعاً نہیں ہٹیں گے، کیونکہ ہم اپنے اصول اور اپنی اقدار اپنے دین سے سیکھتے ہیں اور بھلا کوئی اپنے دین پر بھی سودے بازی کر سکتا ہے؟ دین کے معاملے میں مداہنت سے کام لینا مسلمان کے لیے موت کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمان کے لیے تو حقیقی موت یہی ہے کہ وہ اپنے دین سے پیچھے ہٹ جائے، یا اس کی ناقدری کرے، یا اس کے احکامات پر عمل چھوڑ دے۔ اس ایمانی موت کے مقابلے میں جسمانی موت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر ہم واقعتاً زندگی کے خواہش مند ہیں تو دین و ایمان سے چمٹے رہنا ہی اصل زندگی ہے۔ اور اگر یہ حقیقی زندگی قائم رکھنا ممکن نہ رہے تو پھر (اس دین کی خاطر) مر جانا ہی ہمارے لیے بہتر ہے، کیونکہ موت نے تو ویسے بھی لامحالہ آنا ہی ہے اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہیں۔ چنانچہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال کی اصلاح کرے، اپنے دینی امور کی طرف بھرپور توجہ دے اور اللہ پر اپنا ایمان مضبوط کرے۔ اسی میں اس کی دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔‘‘

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ